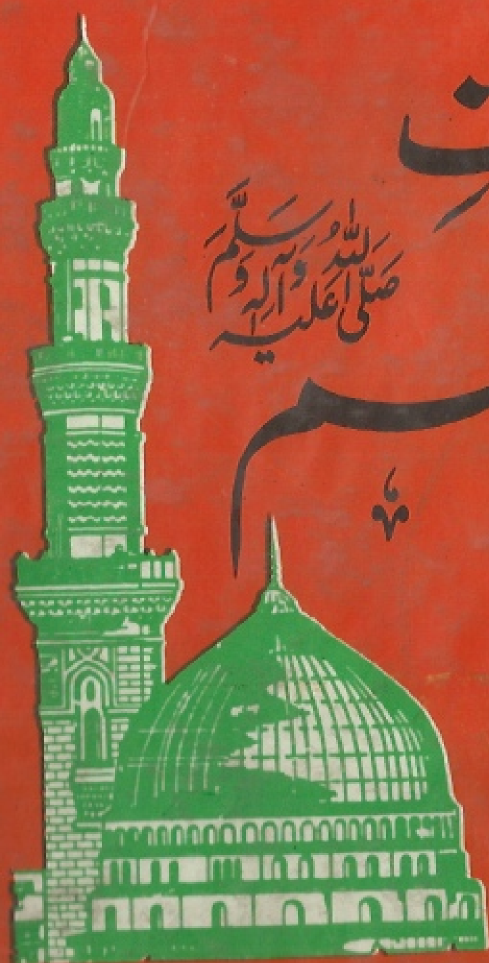


لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ



سیرت رسول اعظم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصنفہ:

علامہ مفتی محمد عنایت احمد کاکوروی
رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: مکتبہ مہریہ رضویہ نزد جامع مسجد نور کالج روڈ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ فون ۲۸۸۴

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تواریخ

حبیب الٰہ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنفہ

مجمع الفقہ والفتویٰ علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ

باھتمام

احقر العباد محمد رفیق قادری رضوی

عفی عنہ

ناشر: مکتبہ مہریہ رضویہ نزد جامع مسجد نور شہر وسیکہ ضلع سیالکوٹ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ

نام کتاب : ——— تواریخ حبیب الٰہ
مصنف : ——— علامہ عنایت احمد کاکوروی
کاتب : ——— محمد حفیظ قریشی دھیڈوالی ڈسکہ
ناشر : ——— مکتبہ مہریہ رضویہ - کالج روڈ ڈسکہ
مطبوعہ : ———
تعداد : ——— ۱۱۰۰
طباعت : ——— آفسٹ سفید کاغذ
سائز : ۲۰ × ۱۸/۸ ۲۲ سطر
ضخامت :
قیمت :

لاهور میں ملنے کا پتہ
قاری دوست محمد خاں چشتی سیالوی
جامعہ جاعتیہ حیات القرآن
بازار پاپڑ منڈی
اندرون شاہ عالمی گیٹ لاہور نمبر ۸

فیصل آباد میں ملنے کا پتہ
بخاری کتب خانہ
جامع مسجد صابری - گلی نمبر ۱
محلہ ڈگلس پورہ - فیصل آباد

عرضِ ناشر

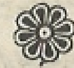
مُدت سے یہ خواہش تھی کہ مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ کی جانب سے سرکارِ دوعالم آقائے دوجہاں سید المرسلین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی سیرتِ طیبہ پر ایک ایسی مستند کتاب جس میں آپ کے فضائل و مناقب سیرت و کردار اور شمائل و معجزات کا بیان ہو اور جسے عام پڑھا لکھا بخوبی سمجھ سکے شائع کی جائے۔ الحمد للہ خداوندِ ذوالجلال نے یہ دیرینہ خواہش پوری کرنے کی توفیق ارزانی کی اور مزید یہ کرم فرمایا کہ ایک ایسی کتاب جسے اُردو میں برِصغیر پاک و ہند میں سیرت کے موضوع پر ایک اوّلین کتاب ہونے کا اعزاز حاصل ہے یعنی تواریخ حبیب الٰہ مؤلفہ علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی علیہ الرحمۃ شائع کرنے کی سعادت بخشی۔ کتاب کسی تعارف کی محتاج نہیں اس کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہو کر عوام و خواص میں سندِ قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ناچیز کی نظروں سے جو مطبوعہ نسخے گزرے ہیں اُن میں سے اکثر و بیشتر کتابت و طباعت اور کاغذ کے اعتبار سے اس عظیم کتاب کے شایانِ شان نہ تھے۔ حسبِ استطاعت اس کمی کو اس ایڈیشن میں پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قارئین کی سہولت کے پیشِ نظر فہرست مضامین کے اضافے کے ساتھ ساتھ حاشیے پر دیئے گئے عنوانات کو بھی معمولی ترمیم و اضافہ کے ساتھ کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔ عربی عبارتوں پر اعراب کے اضافے کے ساتھ ساتھ قرآنِ پاک کی مختلف آیات کو پارہ اور رکوع کے حوالے کے ساتھ مزین کیا گیا ہے تاکہ مطالعہ کے دوران قارئین کسی قسم کی دقت محسوس نہ کریں۔ جناب پروفیسر آفتاب احمد نقوی جنہوں نے علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی علیہ الرحمۃ کے تفصیلی حالات نہایت ہی تلاش و جستجو کے بعد تحریر کیے ہیں کا شکریہ ادا نہ کرنا احسان فراموشی ہوگی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ہم مسلمان دُنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو سکتے ہیں اور بقول حکیم الامت علامہ محمد اقبال ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں!

احقر محمد رفیق قادری رضوی عفی عنہٗ
خادم دار العلوم نقشبندیہ رضویہ جامع مسجد نور ڈسکہ

فہرست





حیاتِ مبارکہ

حضرت علامہ مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی نوراللہ مرقدہ

(پروفیسر آفتاب احمد نقوی شعبۂ اردو، گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ)



حضرت علامہ مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نسباً قریشی مسلکاً حنفی اور مولداً دیوی[1] تھے۔ والد ماجد منشی محمد بخش اور جد امجد منشی غلام محمد، دیوہ (ضلع بارہ بنکی) کے علماء و فضلاء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۹ شوال المکرم ۱۲۲۸ ہجری مطابق ۵ اکتوبر ۱۸۱۳ء میں ہوئی[2] گویا آپ نے برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے سیاسی اور معاشرتی دورِ زوال کو اپنی نوجوانی کے عالم میں دیکھا جس کے اثرات اُن کی آنے والی زندگی میں واضح طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ چھوٹی عمر میں ہی اپنے خاندان اور عزیز و اقربا کے ہمراہ ترکِ سکونت اختیار کر کے کاکوری چلے آئے[3] جو لکھنؤ سے چند میل کے فاصلے پر مغرب کی جانب ایک مردم خیز قصبہ ہے۔

۱؎ حیاتِ وحید الزماں ص ۱۷، مؤلف "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء" نے صفحہ ۴۵ اور بعض دوسرے مؤرخین نے آپ کی پیدائش کاکوری میں لکھی ہے۔

۲؎ اساتذ العلماء ص: ۱۱، حیاتِ وحید الزماں ص: ۱۷، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص: ۴۵

۳؎ تذکرہ مصنفین درس نظامی ص: ۱۷۷

مفتی صاحب نے ابتدائی دینی کتب کا مطالعہ اپنے آبائی قصبے دیوہ اور کاکوری میں کیا۔ تیرہ برس کی عمر میں مزید دینی تعلیم کے لیے رامپور تشریف لے گئے جہاں حضرت مولانا سید محمد رامپوری سے صرف و نحو، مولوی حیدر علی ٹونکی اور مولوی نورالاسلام سے دیگر کتب متداولہ کا مطالعہ کیا۔ کتب احادیث کے مطالعہ کے لیے دہلی روانہ ہوئے جہاں مولانا شاہ محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ) کے شاگرد ہوئے اور تھوڑے ہی عرصے میں اپنی قابلیت اور استاد کی خصوصی عنایت و شفقت سے سند فضیلت حاصل کی۔ دہلی میں شیخ الحدیث سے کسب فیض کے بعد علی گڑھ چلے گئے جہاں علامۂ عصر حضرت مولانا بزرگ علی مارہروی سے قلعہ کی جامع مسجد میں معقولات کا درس لیا۔[1] مولانا بزرگ علی مارہروی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے نامور شاگردوں میں سے تھے۔ ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۸ء میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے۔

مفتی عنایت احمد کاکورویؒ اپنے زمانۂ طالب علمی میں کس قدر ذہین اور زیرک تھے اور آپ کے استاد حضرت مولانا بزرگ علی مارہرویؒ اپنے شاگرد رشید کے علم و فضل کے کس قدر معترف تھے اس کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا کی بعض کتب پر مفتی عنایت احمد کاکوروی کے قلم سے لکھی ہوئی نہ صرف عبارتیں موجود ہیں بلکہ مولانا کے ایک قلمی رسالے کا دیباچہ بھی آپ نے تحریر کیا تھا۔ نواب محمد حبیب الرحمٰن شروانی اپنی تالیف "استاذ العلماء" میں لکھتے ہیں:

"ایک اور قلمی رسالہ میرے یہاں ہے۔ یہ ایک قلمی معما کی شرح ہے جو قاضی القضاۃ نجم الدین علی خاں نے تفضل حسین کے نام پر لکھا تھا اور جس میں بہت سی علمی اصطلاحیں درج کی ہیں۔ اس کا دیباچہ مفتی عنایت احمد نے استاد کی زندگی میں ہی لکھا تھا۔ اس پر بھی مفتی صاحب

[1] حیات وحیدالزماں ص ۱۷ - استاذ العلماء ص ۱۱

کے قلم کی عبارتیں ہیں۔"[1]

آپ حضرت مولانا بزرگ علی مارہرویؒ کے وصال کے بعد استاد کی مسند تدریس پر متمکن ہوئے اور ایک عرصے تک تدریسی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ عہدۂ افتاء پر بھی فائز رہے۔ آپ کا یہ مدرسہ محمد شاہ کے عہد میں نواب ثابت خاں والی کول (علی گڑھ) نے اپنی تعمیر کردہ مسجد میں بنایا تھا۔ استاد محترم کے فیض نظر اور مفتی صاحب کے خصوصی اہتمام کی وجہ سے دور و نزدیک سے طالبان علم دین اس دینی درسگاہ میں جوق در جوق آنے لگے اور زیور تعلیم سے جھولیاں بھر کر جانے لگے۔

علی گڑھ میں قیام کے دوران تدریسی خدمات کے انجام دینے کے ساتھ ساتھ سرکاری ملازمت بھی اختیار کی۔ پہلے منصف و مفتی کے عہدے پر فائز ہوئے اور کچھ ہی عرصے کے بعد صدر امین کی حیثیت میں بریلی تبادلہ ہو گیا۔ سرکاری ملازمت کے ساتھ ساتھ بریلی میں بھی ترویج و اشاعت علم دین میں منہمک رہے۔ آپ کی علمی اور دینی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے نواب حبیب الرحمٰن شروانی لکھتے ہیں:

"وہاں (بریلی) کے تلامذہ میں قاضی عبدالمجید صاحب قاضی شہر اور مولوی فدا حسین منصف شامل تھے۔ بڑا نازا مر نواب عبدالعزیز خاں کو (باوجود اس کی آزاد منشی و صاحبزادگی) پڑھا دینا تھا۔ نواب صاحب نواب رحمت خان حافظ الملک شہید مرحوم کے پوتے تھے۔"[2]

۱۸۵۵ء میں بریلی میں سرکاری سرپرستی سے قائم ہونے والے کتب خانے کی مجلس انتظامیہ میں آپ کو آپ کے علمی مقام و مرتبہ کے پیش نظر رکن منتخب کیا گیا۔[3]

[1] "استاذ العلماء" ص ۱۱ - مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور [2] "استاذ العلماء" ص ۹

[3] عمدۃ الاخبار بحوالہ معارف ج ۶۹ ش ۳ بحوالہ تذکرہ مصنفین درس نظامی ص ۱۷۸

جو اس دور میں آپ کے لیے ایک بڑا اعزاز تھا۔ بریلی ہی میں ترقی پاکر آگرہ کے صدر الصدور مقرر ہوئے۔

علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی صدر الصدور کے عہدے پر ترقی حاصل کر کے آگرہ جانے والے ہی تھے کہ جنگ آزادی کے شعلے بھڑک اٹھے۔ غیر ملکی تاجروں کے روپ میں آنے والے برطانوی سامراج کے خلاف متحدہ ہندوستان کی تمام اقوام نے علم بغاوت بلند کیا۔ نظام حکومت کے درہم برہم ہو جانے اور عام افراتفری کے باعث آپ آگرہ نہ جا سکے البتہ بریلی اور رامپور میں قیام کیا اور جنگ آزادی میں لڑنے والے بریلی کے مجاہدینِ آزادی کے ساتھ معرکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ میاں عبدالرشید نے اپنے ایک مضمون میں آپ کے جہادِ آزادی میں اہم کردار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

آپ بریلی میں نواب بہادر خاں کی زیر قیادت جہادِ حریت کی تنظیم کے لیے سرگرم عمل رہے۔ ان دنوں روہیل کھنڈ بریلی مجاہدینِ آزادی کا اہم مرکز تھا اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے جدّ امجد مولانا رضا علی خاں اس تحریک کے قائدین میں سے تھے۔ مفتی عنایت احمد نے مجاہدین کی تنظیم پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ نواب بہادر خاں کے دستِ راست کی حیثیت میں مختلف معرکوں میں عملی حصہ بھی لیا۔[1]

پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے آپ کے اس تاریخ ساز کردار کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"(بریلی میں) تحریک ۱۸۵۷ء کے شروع ہوتے ہی انگریزوں کے خلاف وہاں بڑا جوش و جذبہ تھا اور بڑے خاص انداز سے تیاریاں جاری تھیں۔ قائدینِ تحریک حالات کا بالکل اندازہ نہیں ہونے دیتے تھے۔ انقلاب سے پہلے بریلی میں اس تحریک کے دو ممتاز کارکن موجود تھے، امام المجاہدین مولوی سرفراز علی

---

[1] ترجمان اہل سنت (جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء) ص ۱۱۸

اور دوسرے مفتی عنایت احمد کاکوروی۔[1]

۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی بعض وجوہ کی بنا پر کامیاب نہ ہو سکی البتہ فرنگی سامراج کو براہ راست اقتدار حاصل ہو گیا۔ تحریک کے مجاہدین کے خلاف انتقامی کاروائیوں کا آغاز ہوا۔ مفتی صاحب کا فتویٰ برائے فراہمی مالیات برائے مجاہدین انگریزوں کے ہاتھ لگ گیا۔ چنانچہ بغاوت کے الزام میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا اور اس طرح بطلِ حریت مفتی عنایت احمد کاکوروی کو حبس دوام کی سزا سنا کر جزیرہ انڈیمان میں بھیج دیا گیا۔

جنگ آزادی ہند کے اس نامور مجاہد نے آزاد و خود مختار وطن کا خواب دیکھنے کے "جرم عظیم" میں جزیرہ انڈیمان میں عمر کا ایک بڑا حصہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے گزارا۔ آپ کے ایک ساتھی علامہ فضل حق خیرآبادی نے انڈیمان کی آب و ہوا اور ماحول کی تصویر ان الفاظ میں پیش کی ہے۔

"(انڈیمان) کی نسیم صبح بھی گرم و تیز ہوا سے زیادہ سخت اور اس کی نعمت زہرِ ہلاہل سے زیادہ مضر تھی۔ اس کی غذا حنظل سے زیادہ کڑوی، اس کا پانی سانپوں کے زہر سے بڑھ کر ضرر رساں، اس کا آسمان غموں کی بارش کرنے والا، اس کی زمین آبلہ دار، اس کے سنگریزے بدن کی پھنسیاں اور اس کی ہوا ذلت و خواری کی وجہ سے ٹیڑھی چلنے والی تھی۔ ہر کوٹھڑی پر چھپر تھا جس میں رنج و مرض بھرا ہوا تھا۔ میری آنکھوں کی طرح اس کی چھتیں ٹپکتی تھیں۔ ہوا بدبودار اور بیماریوں کا مخزن تھی۔"[2]

یہ وہ موسمی کیفیت اور ماحول تھا جس میں اگر کچھ مبالغہ بھی تسلیم کر لیا جائے تب

---

[1] "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء" ص ۱۱۸

[2] "باغی ہندوستان" (ترجمہ عبدالشاہد خاں شروانی) ص ۲۹۲

بھی قید و بند کی زندگی اور وہ بھی جزیرہ انڈیمان میں اس سے کیا کم ہوگی۔ اس ماحول میں مفتی عنایت احمد کاکوروی نہ معلوم کن کن امراضِ جسمانی میں مبتلا ہوئے ہوں گے لیکن اُن کے رفقاء میں علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی مظہر کریم، مفتی سید احمد بریلوی اور مولوی ایوب کیفی جیسی نابغہ روزگار شخصیات شامل تھیں اس لیے یہ قید خانہ بھی مرکزِ علم و ادب بن گیا۔ علّامہ فضل حق خیرآبادی کی "الثورۃ الہندیہ" (باغی ہندوستان) اور قصائدِ "فتنۂ ہند" اسی دور کی یادگار ہیں۔ مفتی مظہر کریم نے "مراصد الاطلاع" کا اردو ترجمہ کیا اور مفتی صاحب نے کلام مجید حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ سیرت کے موضوع "تواریخ حبیب الٰہ" حکیم محمد امیر خان نیٹو ڈاکٹر انڈیمان کی فرمائش پر تحریر کی۔ کتاب کا سببِ تالیف بیان کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"راقم الحروف نیرنگِ تقدیر سے فی الحال جزیرہ بلر انڈمن میں وارد ہے اور کوئی کتاب کسی طرح کی اپنے پاس نہیں رکھتا۔ بپاسِ خاطر شفیق و غمگسار و مصدرِ عنایات برحال زار حکیم امیر خان صاحب نیٹو ڈاکٹر کے یہ رسالہ "تواریخ حبیب الٰہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۲۷۵ھ میں لکھتا ہے اور تاریخی نام اس کا تواریخ حبیب الٰہ ہے۔"[1]

یہ کتاب مفتی صاحب نے محض اپنی یادداشت کے بل بوتے پر تحریر کی۔ وطن واپس آکر اصل ماخذ سے ملایا تو اس میں کوئی فرق نہ تھا۔ اردو زبان میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک اعلیٰ درجے کی کتاب ہے۔ "تواریخ حبیب الٰہ" کے علاوہ آپ نے انہی ایامِ اسیری میں علم الصیغہ کے نام سے عربی صرف کے موضوع پر ایک گرانقدر رسالہ[1] ۱۲۷۶ھ میں ترتیب دیا۔ اس رسالے کا سببِ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایں رسالہ ایست در علم صرف کہ بپاسِ خاطر شفیق محسن مجمع محاسن حافظ وزیر علی صاحب بجزیرہ انڈیمین بمعرضِ تحریر درآمد۔ ورود حقیر دراں جزیرہ

[1] تواریخ حبیب الٰہ ص: ۲

از نیرنگِ تقدیر بودہ و کتاب از ہیچ علم نزدِ خود نداشت۔"[1]

مفتی صاحب نے انہی ایامِ اسارت میں ایک انگریز کی فرمائش پر عربی کی ضخیم کتاب تقویم البلدان کا اردو ترجمہ بھی کیا جو دو سال کی مدت میں مکمل ہوا اور یہی ترجمہ آپ کی رہائی کا باعث بنا۔[2]

۱۲۷۷ھ میں تقویم البلدان کے اردو ترجمے کے صلے میں چار سالہ قیدِ فرنگ سے رہائی نصیب ہوئی۔ انڈیمان سے واپسی پر اپنی بیش قیمت کتب و رسائل کے علاوہ علامہ فضل حق خیرآبادی کے رسائل "الثورۃ الہندیہ" اور "فتنۃ الہند" بھی ساتھ لائے اور آپ کے نامور فرزند مولانا عبدالحق کے سپرد کیے۔[3] اس طرح یہ بیش قیمت تاریخی نوادرات جن سے جنگِ آزادی میں علمائے دین کے عدیم النظیر کردار پر روشنی پڑتی ہے اور اس جنگ کے مقاصد و نتائج کو سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے محفوظ ہو گئے۔ آپ کے شاگرد رشید اور نامور عالم دین حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے اس پُر مسرت موقع پر تاریخ کہی اور خود کاکوری پہنچ کر پیش کی۔

چوں بفضلِ خالق ارض و سما	اوستادم شد ز قید غم رہا
بہر تاریخ خلاص آنجناب	بر نوشتم "ان استاذی نجا"[4] ۱۲۷۷ھ

بعض روایات کے مطابق رہائی کے بعد حکومت نے بحالیٔ ملازمت اور صدر الصدور کے منصب پر ترقی دینے کی پیشکش کی جسے اُن کی غیرتِ ملی نے قبول نہ کیا۔ سرکاری افسر کے زیادہ مجبور کرنے پر با دلِ نخواستہ یہ پروانہ ملازمت لے لیا

[1] "علم الصیغہ" ص ۲
[2] "استاذ العلماء" ص ۱۴
[3] "باغی ہندوستان" ص ۱۵۴ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۳۸۴
[4] "استاذ العلماء" ص ۱۴

لیکن حج کے لیے جہاز پر سوار ہو کر اس کو مسکراتے ہوئے پچھاڑ کر اسے ہمیشہ کے لیے سمندر کی لہروں کے سپرد کر دیا۔[1]

علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی نے وطن واپس آکر کانپور میں مستقل قیام کیا اور یہیں ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء میں فیض عام کے نام سے ایک دینی مدرسے کی بنیاد رکھی اور پھر سے زندگی کے تلخ ترین ایام اسارت گزارنے کے بعد اشاعت علم دین میں مصروف ہو گئے۔ مفتی صاحب علم دین کی اشاعت اور اسلامی علوم و فنون کی ترویج کے ساتھ کس قسم کے افراد تیار کرنا چاہتے تھے۔ گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی کے مجلہ علم و آگہی کے خصوصی شمارے "ادارے" میں اس کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

"اس زمانے میں مفتی صاحب کی ساری توجہ مدرسہ فیض عام کی ترقی اور اور اسلامی علوم و فنون میں کامل تعلیم و تربیت سے مزین ایسے افراد کی تیاری پر مرکوز تھی جو سائنٹیفک بنیادوں پر مختلف میدانوں میں اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمات سر انجام دے سکیں۔[2]"

اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے مفتی صاحب نے جس خصوصی انہماک و محنت کا مظاہرہ کیا تاریخ میں اس کی کم ہی مثالیں ملتی ہیں۔ یہ آپ ہی کے حسن سیرت اور حسن اخلاق کا فیضان تھا کہ اس مدرسے میں برصغیر کے نامور علماء اور آپ کے شاگرد و تعلیم و تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے مولوی سید حسین شاہ، واصف بخاری، مولانا لطف اللہ علی گڑھی، نواب عبدالعزیز اور مولوی سید عزیز الدین تنکارپوری نے اپنے استاد محترم کے سامنے تدریسی فرائض انجام دینے شروع کیے۔

---

[1] "معارف" ج ۶۹ ش ۳ بحوالہ تذکرہ مصنفین درس نظامی ص ۱۸۱

[2] "علم و آگہی" (۱۹۷۴-۷۵ء) ص ۲۳۲

مؤلف "استاذ العلماء" لکھتے ہیں:

"مفتی صاحب شاگردوں کی بہاریں دیکھ دیکھ کر باغ باغ ہوتے تھے۔ بالآخر مولوی سید حسین شاہ صاحب کو مدرس اوّل اور مولوی لطف اللہ صاحب کو مدرس ثانی مقرر فرما کر حج کو روانہ ہو گئے۔[1]"

مفتی صاحب مرحوم کا قائم کیا ہوا یہ مدرسہ "مدرسہ فیض عام" "فیض عام انٹرمیڈیٹ کالج" کی شکل اختیار کر چکا ہے۔[2]

حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش مفتی صاحب کے دل میں ایک عرصے سے مچل رہی تھی۔ جس کا اظہار اپنی کتاب "علم الصیغہ" میں ایک جگہ ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں۔

"حقیر گنہگار سیاہ تبار از مکارہ دنیویہ برآوردہ۔ عافیت نامہ عنایت فرمودہ۔ برآستانہ خود و آستانہ حبیب خود برساند"[3]

مفتی صاحب کی یہ دیرینہ خواہش ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء میں پوری ہوئی اور آپ حج حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے۔ قافلے کا امیر بھی آپ ہی کو منتخب کیا گیا۔ جہاز سرزمین حجاز میں پہنچ کر جدہ کے قریب ناموافق آب و ہوا کی وجہ سے بھٹک گیا اور ایک چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ آفتاب شریعت و ماہتاب طریقت بطل حریت حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی بحالت نماز احرام باندھے ہوئے سمندر کی لہروں کی نذر ہو کر مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ یہ حادثہ فاجعہ

---

[1] "استاذ العلماء" ص ۱۴

[2] "تذکرہ مصنفین درس نظامی" ص ۱۴۱

[3] "علم الصیغہ" ص ۱۰۰

۱۷ شوال ۱۲۷۹ھ / ۱۷ اپریل ۱۸۶۳ء کو پیش آیا جب آپ کی عمر صرف باون (۵۲) سال تھی[1]

حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی کی تمام تر حیاتِ مستعار تبلیغ و اشاعت علم دین سے عبارت ہے۔ آپ نے جہاں بہت سی کتب و رسائل کے ذریعے علم دین کی ترویج و اشاعت میں حصہ لیا وہاں آپ نے عملی میدان میں جہادِ آزادی میں بھی بھرپور حصہ لیا جس کی "صلے" میں چار سال تک جزیرہ انڈیمان میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ علی گڑھ کے قیام سے لے کر مدرسہ فیض عام کانپور تک کی تاریخ کا مطالعہ مفتی صاحب کی جہدِ مسلسل کی گواہی دیتا ہے۔ وہ جہاں اشاعتِ دین میں سرگرم رہے وہاں انہوں نے عام مسلمانوں کی اصلاح و ترقی اور فکر و نظر میں وسعت پیدا کرنے کے سلسلہ میں بھی بہت سا کام کیا۔ بریلی میں قیام کے دوران "حلقہ تائید دین متین" کے نام سے ایک اصلاحی ادارہ قائم کیا جس نے عام مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کے لیے بہت سی خدمات سرانجام دیں۔ مؤلف "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء" نے آپ کی ان خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "مفتی صاحب نے اپنی صدارت میں بریلی میں دینی لٹریچر کی نشر و اشاعت کے لیے ایک انجمن کی بھی تشکیل کی تھی جس میں بریلی، بدایوں، پیلی بھیت، مراد آباد، آنولہ، امروہہ وغیرہ کے امراء و شرفاء کی امدادی رقوم سے لٹریچر تیار کر کے تقسیم کیا جاتا تھا اور زیادہ تر یہ کتابیں مفتی عنایت احمد کاکوروی کی تالیف ہوتی تھیں۔ یہ کتابیں اصلاحی اور تبلیغی تھیں اور حقیقت یہ ہے کہ جنگ آزادی سے پہلے ہندوستان کے مسلمانوں کی سب سے پہلی یہ

---

[1] "استاذ العلماء" ص ۱۵، "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء" ص ۴۸۴، "حیات وحید الزماں" ص ۱۸، "مہر منیر" ص ۴۷۔

اصلاحی انجمن تھی۔"[2]

حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی علم و فضل کے بحرِ بے کنار تھے! ایامِ اسیری میں بھی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ کی یادداشت کس قدر تیز تھی اس کا اندازہ "تواریخ حبیب الٰہ" سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے محض اپنی یادداشت اور حافظے کے بل بوتے پر تحریر کی تھی لیکن وطن واپس آکر جب اصل ماخذ سامنے رکھے تو اس میں سرِ مو فرق نہ تھا۔ عربی زبان میں آپ کی مہارت تامہ کا اندازہ اُن کتب سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جن کا آپ نے اردو ترجمہ کر کے اردو نثر میں گرانقدر اضافہ کیا۔ عربی سے آپ کی گہری واقفیت کے سلسلے میں آپ کی نامکمل تالیف "لوامع العلوم و اسرار العلوم" کا ذکر کیا جا سکتا ہے جس میں چالیس مختلف علوم و فنون کا خلاصہ پیش کرنا مقصود تھا اور تمام کتاب کو بے نقط حروف میں لکھنا۔ لیکن زندگی نے وفا نہ کی اس لیے اسے مکمل نہ کر سکے۔ حج کے سفر میں اصل مسودہ بھی ساتھ لے گئے تھے اس لیے یہ نامکمل مسودہ بھی سمندر کی لہروں کی نذر ہو گیا۔

علم ہیئت و ہندسہ میں آپ کی مہارت تامہ کے سلسلے میں آپ کی تصنیف مواقع النجوم کو پیش کیا جا سکتا ہے جس کا موضوع ہیئت جدید (فیثا غورس) تھا جسے ہیئت کے ماہر انگریزوں نے بھی تحسین کی نظروں سے دیکھا ہے۔

اسلامی علوم جن میں قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر شامل ہیں، میں آپ کی مہارت کلیہ کے لیے آپ کی دوسری کتب و رسائل کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ جن کی تعداد موجودہ تحقیق کے مطابق بیس سے زائد ہے۔ آپ کے کمالاتِ علمیہ کے ساتھ ساتھ آپ کی برجستہ گوئی اور ذوقِ شعری کے بھی بے شمار واقعات ملتے ہیں۔

---

[2] "جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء" ص ۱۱۸، علم و آگہی (۱۹۷۴-۷۵ء) ص ۳۳۳

"معارف"، جلد ۶۹ شمارہ ۳ سے ایک واقعہ مؤلف "تذکرہ مصنفین درس نظامی"
نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"ایک دفعہ کچھ افراد بیٹھے اس مصرعہ کی خوبی سے لطف اٹھا رہے تھے اور گرہ لگانے کی فکر میں غلطاں تھے

سحر برخاستم از خواب و بوسیدم در خود را

اتنے میں مفتی صاحب تشریف لے آئے۔ انہوں نے مصرعہ سن کر فی البدیہہ پہلا مصرع لگا کر شعر مکمل کر دیا۔

بہ شب در خواب دیدم بر در خود دلبر خود را
سحر برخاستم از خواب و بوسیدم در خود را" [1]

حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی کثیر التصانیف مصنف تھے آپ کی کتابیں جہاں اردو نثر کا ایک بیش قیمت سرمایہ ہیں وہاں ان کے موضوعات میں خاصا تنوع اور رنگارنگی بھی پائی جاتی ہے۔ آپ کے منفرد اسلوب تحریر کا ذکر کرتے ہوئے نواب محمد حبیب الرحمٰن شروانی لکھتے ہیں:

"اردو میں بہت سے مفید عام رسالے جن کے نام عموماً بے تکلف اور تاریخی ہیں۔ عام مولویوں کی روش کے خلاف ان رسالوں کی زبان صاف اور بامحاورہ ہے بمضامین علمی اور اخلاقی ہیں۔ اس زمانہ کی مقبولِ عام روش سے بچ کر پیرایۂ بیان ایسا اختیار کیا ہے جو دلنشیں ہے دلپذیر ہے۔ ہنگامہ آرائی سے پاک ہے۔ خلاصہ یہ کہ مصری کی ڈلیاں بھڑوں کے چھتے میں نہیں رکھی ہیں" [2]

آپ کی ان کتب کے علمی اور تحقیقی ہونے کے سلسلے میں اتنا عرض کرنا ہی کافی

---

[1] "تذکرہ مصنفین درس نظامی" ص ۱۸۲

[2] "[illegible] العلماء" ص ۱۵

ہے کہ آج تک کسی بھی کتاب پر کسی بھی عالم اور مصنف نے اعتراض کے طور پر قلم نہیں اٹھایا بلکہ آپ کی ان شاہکار کتابوں کے بعض مؤلفین نے جابجا حوالے دے کر اپنی تصانیف کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے [1] آپ کی کچھ کتابوں کو عہد حاضر کے بعض علماء نے نام کی تبدیلی اور مواد کے معمولی رد و بدل کے ساتھ اپنے نام سے بھی شائع کرایا ہے [2] آپ کی تمام تصانیف کے نام تاریخی ہیں:

(۱) علم الفرائض (۲) ملخصات الحساب (۳) تصدیق المسیح
(۴) الکلام المبین فی آیات رحمۃ العالمین (۵) ضمان الفردوس
(۶) رسالہ در مذمت میلہ ہا (۷) بیان شب قدر (۸) محاسن العمل الافضل (در بیان نماز) (۹) ہدایۃ الاضاحی (۱۰) فضائل درود و سلام [3]
(۱۱) الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید (۱۲) احادیث الحبیب المتبرکہ
(۱۳) تواریخ حبیب الٰہ [4] (۱۴) خجستہ بہار (نثر فارسی بہ انداز گلستان)
(۱۵) وظیفہ کریمیہ (۱۶) علم الصیغہ (۱۷) فضائل علم و علمائے دین (۱۸) ترجمہ تقویم البلدان (۱۹) نقشہ مواقع النجوم

مؤلف "استاذ العلماء" نے آپ کے ان تین کتابوں پر حواشی لکھنے کا ذکر بھی کیا ہے:

(۲۰) شرح ہدایۃ الحکمۃ صدر شیرازی (۲۱) تصدیقات حمد اللہ
(۲۲) شرح چغمینی [5] (۲۳) زینۃ القاری (۲۴) لوامع العلوم لاسرار العلوم (نامکمل) [6]

---

[1] اس سلسلے میں مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

[2] یہاں کسی کی توہین مقصود نہیں محض یہ ظاہر کرنا کہ سچائی کو کسی طور چھپایا نہیں جا سکتا۔

[3] مرکزی مجلس رضا کی جانب سے دوبارہ شائع ہو رہی ہے

[4] مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ کی جانب سے دوبارہ شائع ہو رہی ہے [5] "استاذ العلماء" ص ۵

[6] مسودہ سفر حج میں شہادت کے ساتھ ہی ضائع ہو گیا تھا۔

علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی کے تلامذہ کی فہرست بنانا بذاتِ خود ایک موضوعِ تحقیق ہے۔ آپ نے علی گڑھ اور کانپور کے مدرسوں کے علاوہ سرکاری ملازمت کے دوران بھی علم وادب کی شمع کو فروزاں رکھا۔ آپ کے ایک شاگرد مولانا سید حسین شاہ بخاری نے ہدایہ کی تعلیم آپ سے اس وقت حاصل کی جب آپ مفتی منصف کے عہدے پر علی گڑھ میں فائز تھے۔ شاہ صاحب مولانا کے طریق تدریس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کرتے تھے:

"مفتی صاحب مجھ کو ہدایہ اجلاس میں پڑھاتے ہیں حاضر رہتا جب دوران مقدمہ فرصت ملتی اشارہ ہوتا، میں پڑھنا شروع کر دیتا۔ اسی اثنا میں پھر کام میں مصروف ہو جاتے۔ باوجود اس کے ایسا پڑھایا کہ ساری عمر اس کی یاد رہی[1]"

مورخین آپ کے جن شاگردوں کے نام تاریخ میں درج کر سکے ہیں ان میں مولانا وحید الزماں[2]، مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی[3]، مولوی سید حسین شاہ بخاری مصنف "خلعتہ الہنود" نواب عبدالعزیز خاں، مولوی سید عزیز الدین شکارپوری، قاضی عبدالجمیل اور مولوی فدا حسین شامل ہیں[4]۔

حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی کے علم وفضل، سیرت وکردار کا ہر پہلو نمایاں کا ہر دور میں اعتراف کیا گیا ہے۔ چند نامور اہلِ قلم اور صاحبانِ علم وفضل کی آرا یہاں پیش کی جاتی ہیں:

---

[1] "استاذ العلماء" ص ۱۲

[2] آپ کی سوانح "حیات وحید الزماں" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

[3] آپ کی سوانح "استاذ العلماء" کے نام سے حال ہی میں مکتبہ قادریہ لاہور نے دوبارہ شائع کی ہے۔

[4] "استاذ العلماء" ص ۱۴۰۔ حیات وحید الزماں ص ۱۹۔ مہر منیر ص ۷۳

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاں آپ کے علم وفضل اور شخصیت وکردار کے کس قدر معترف تھے اس کا اندازہ اس عبارت سے لگایا جا سکتا ہے جسے مؤلف "استاذ العلماء" نے ان الفاظ کے ساتھ درج کیا ہے:

"اس موقع پر جو رسالہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے پیش کیا تھا اس میں مفتی عنایت احمد کاکوروی صاحب، مولوی لطف اللہ صاحب اور مولوی احمد حسن صاحب کی بڑی شاندار الفاظ میں مدح وثنا کی تھی[1]"

ممتاز مؤرخ محمد علی حیدر نے اپنی تالیف "تذکرہ مشاہیر کاکوری" میں ان الفاظ کے ذریعے آپ کی ہمہ گیر شخصیت کا احاطہ کیا ہے:

"یہ نہایت ہی متقی ومتورع ومتبحر فاضل تھے۔ علمائے ربانیین میں شمار کیے جاتے تھے[2]"

مؤلف تذکرہ مشاہیر کاکوری کے بقول آپ کی علم ہیئت کے موضوع پر کتاب "نقشہ مواقع النجوم" کی تالیف کے صلے میں آپ کو حکومتِ وقت کی طرف سے خان بہادر کا خطاب دیا گیا تھا[3]

لیکن اس روایت کی تصدیق کسی دوسرے ماخذ سے نہیں ہوتی۔ ویسے بھی علمی خدمات کے اعتراف میں شمس العلماء یا ایسا ہی کوئی خطاب ملنا چاہیے تھا۔ خان بہادر کا خطاب اس مقصد کے لیے نہیں دیا جاتا تھا۔

مولانا فیض احمد فیض گولڑوی آپ کی شخصیت وکردار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ ایک اعلیٰ پیمانہ کے منصف ومدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے مدبر اور مجاہد بھی تھے[4]"

جناب عبدالشاہد خاں شروانی مترجم "الثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان)" آپ کی تالیفات "تواریخ حبیب الٰہ" اور "علم الصیغہ" کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان دونوں کتابوں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات کے سینے علم کے سفینے بن گئے تھے۔ تاریخی یادداشت، ترتیب واقعات، قواعد فنون، ضوابط علوم

---

[1] "استاذ العلماء" ص ۴۶ [2]، [3] "تذکرہ مشاہیر کاکوری" ص ۲۹۰

[4] "مہر منیر" ص ۴۷۔

سبھی حیرت انگیز کرشمے دکھا رہے ہیں۔"[1]

پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری آپ کے حالات و تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے ایک لافانی شاہکار "تواریخ حبیب الٰہ" کے متعلق لکھتے ہیں:

"اردو زبان میں سیرت مبارکہ پر شمالی ہند میں یہ پہلی قابلِ ذکر کتاب ہے۔"[2]

مؤلف "سخنوران کاکوری" نے آپ کی عظیم شخصیت اور کارہائے نمایاں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: "وہ اگرچہ شہید ہوئے لیکن آج بھی اُن کا فیض جاری ہے۔ ان کی زندگی اس مصرعہ کے مصداق تھی ۔ "صلۂ شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ"۔"[3]

دورِ حاضر کے قادر الکلام شاعر امیر البیان سہروردی نے بطلِ حریت مفتی عنایت احمد کاکوروی کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے جو منقبت لکھی ہے اس کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں:

اللہ اللہ اس رہِ حق کے مسافر کا چلن
جو رہا باطل کے ہر ظلم و ستم پر خندہ زن

وہ نشانِ عظمتِ اسلام، بطلِ حریت
جس کی ٹھوکر میں رہا تاجِ سلاطینِ زمن

شیر دل، بے باک، جرأت آزما، جنگ آشنا
مردِ میداں، قوتِ بازوئے حق، باطل شکن

موت کا رسیا، طلبگارِ شہادت، مردِ حق
زندگی سے کھیلنے والا شہیدِ بے کفن

جس نے بنیادیں ہلا دیں قصرِ استعمار کی
کاٹ ڈالے جس نے محکوموں کے زنجیر و رسن

کعبۂ اہلِ صفا و قبلۂ اربابِ دین
ماحیِ کفر و ضلالت، حامیِ دینِ حسن

تا دمِ آخر عنایت جس پہ احمد کی رہی
اب بھی جس کی قبر پر "بے سایہ" ہے سایہ فگن

جس سے تاریخِ جہادِ حریت تابندہ ہے
نام جس کا زندہ ہے جس کا عمل پائندہ ہے[4]



[1] "باغی ہندوستان" ص ۱۵۴ ۔ [2] "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء" اور "سخنوران کاکوری" ص ۲۰۲
[3] "ترجمان اہل سنت" (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر) ص ۱۶ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہزاراں ہزار حمد جناب ربّ العزّت کو جس نے سب سے پہلے نور اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا کیا اور سارے عالم کو اُس نور سے ہویدا کیا اور درود نا محدود و نثار جناب محبوب رب العالمین سید المرسلین جن کی ہدایت سے گم گشتگان بادیۂ ضلالت راہ پر آئے اور اُن کی آل و اصحاب پر جن کی سعی و کوشش سے دین قوی ہوا اور اکاسرہ[1] اور قیاصرہ[2] تھرّائے۔ بعد حمد اور صلوٰۃ کے کہتا ہے نیاز مند درگاہ ربّ الصمد المعتصم بذیل سید الانبیاء محمد[5] عنایت احمد غفرلہ الاحد کہ مطلع ہونا احوال برکت اشتمال جناب حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر موجب سعادت و ہزاروں برکت ہے جیساکہ وارد ہے عِنْدَ ذِکْرِ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ یعنی وقت ذکر اولیاء اللہ کے رحمت نازل ہوتی ہے۔ پس وقت ذکر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ رحمت نازل ہوتی ہے اور بھی خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(پ: ۳ - رکوع: ۱۲)

(یعنی) کہہ اے محمد اگر دوست رکھتے ہو تم خدا کو تو میری راہ پر چلو اور میرے تابع ہو تاکہ خدا تمہیں دوست رکھے تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا ہے نہایت مہربان

[1] اکاسرہ جمع ہے کسریٰ کی معنی بادشاہ فارس ۱۲ [2] جمع جمع ہے قیصر کی معنی بادشاہ روم ۱۲۔
[5] صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور ظاہر ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے طریقہ پر چلنا بغیر اطلاع کے آپ کے حالات سے ممکن نہیں پس مطلع ہونا آپ کے حالات پر سبب ہے بندے کے مقبول اور محبوب خدا ہونے کا اور سبب ہے گناہوں کے بخشے جانے کا لہٰذا راقم حروف کہ نیرنگ تقدیر سے فی الحال جزیرہ پورٹ بلیر انڈین میں وارد ہے اور کوئی کتاب کسی طرح کی پاس[۱] اپنے نہیں رکھتا۔ بپاس خاطر شفیق غم گسار مصدر عنایت برحال زار حکیم محمد امیر خان صاحب نیٹو ڈاکٹر کے یہ رسالہ بیان تواریخ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۲۷۵ھ ہجری میں لکھتا ہے اور نام تاریخی اس کا تواریخ حبیب الٰہ ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (پ: ۱۔ رکوع: ۱۵) "اے رب ہمارے قبول فرما ہم سے بیشک تو سننے والا دانا ہے۔"

یہ رسالہ مشتمل ہے تین باب اور ایک خاتمہ پر۔ باب اول میں حالات نور مبارک اور ولادت باسعادت اور طفولیت اور شباب اور آغاز نبوت سے تا ہجرت کا بیان ہے۔ باب دوم میں ہجرت سے تا وفات کے حالات کا بیان ہے۔ باب سوم میں حلیہ شریفہ اور اخلاق کریمہ اور معجزات کا بیان ہے۔ خاتمہ میں شفاعت کبریٰ کا بیان ہے اور ہر باب کو فصلوں پر منقسم کیا ہے اور ہر حال کے شروع میں لفظ حال لکھ دیا ہے۔

---

[۱] بعد ازیں ببرکت جناب مستطاب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب کے مؤلف نے اس بلا سے نجات پا کے وطن میں پہنچ کے سارے مضامین کتاب کے حرف بحرف احادیث معتبرہ سے تصدیق کر دیئے ۱۲

باب اول

احوال نور مبارک اور ولادت باسعادت اور طفولیت اور شباب اور آغاز نبوت سے تا ہجرت کے بیان میں

فصل اول بیان حال نور مبارک میں تا ولادت باسعادت

حدیث میں وارد ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ یعنی سب سے پہلے اللہ جل جلالہٗ نے میرے نور کو پیدا کیا اور کتب اخبار میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کے نور کو پیدا فرمایا اور سارے عالم کو اس نور سے جلوۂ ظہور میں لایا۔ آسمان اور زمین اور ستارے اور چاند اور سورج اور سب انبیاء اور اولیاء پرتو اسی نور کے ہیں اور حقیقت محمدی سب کا منشا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں پیغمبر تھا اس وقت میں کہ آدم پانی اور مٹی میں تھے یعنی خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے پیغمبری جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کی اگرچہ ظہور آپ کا اس عالم میں سب سے بعد ہوا۔ بعد پیدائش آسمان و زمین وغیرہ کے جب خدا تعالیٰ کو منظور ہوا کہ زمین میں اپنا ایک خلیفہ یعنی نائب رکھے اور زمین کو اس سے آباد کرے اور نور محمدی کی روشنی دنیا میں پھیلا دے تب اللہ جل جلالہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور نور محمدی ان کی پیشانی میں چمکایا، پھر حضرت آدم علیہ السلام سے وہ نور منتقل ہوا طرف شیث علیہ السلام کے کہ اشرف اولاد آدم تھے اور بعد حضرت آدم علیہ السلام کے ان کے جانشین اور پیغمبر ہوئے بعد ازاں وہ نور اصلاب[۱] طاہرہ اور ارحام طیبہ میں میں منتقل ہوتا چلا آیا یہاں تک کہ عبداللہ (رضی اللہ عنہ) والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

[۱] اصلاب طاہرہ پشتین پاک ارحام طیبہ شکم پاک مراد یہ ہے کہ آپ کے سب باپ بھی اور سب مائیں بھی آپ کی پاک تھیں ۱۲

کو پہنچا۔ انبیا میں سے حضرت ادریسؑ اور حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام آپ کے اجداد میں ہیں اور ہمیشہ اجداد آپ کے بہ برکت نور مبارک رئیس عظیم اور معظم اور مکرم رہے اور عظمت اور برکت اس نور کی اُن کے چہروں سے ظاہر ہوتی تھی۔

حال **قصۂ اصحاب فیل کی تعظیم کا عبدالمطلب جد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو**

جب ابرہہ بادشاہ اصحاب فیل کا خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کو مکہ پر چڑھ آیا تھا عبدالمطلب جد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند آدمی قریش کے ساتھ لے کے جبل ثبیر[1] پر چڑھے۔ اُس وقت نور مبارک عبدالمطلب کی پیشانی میں گول بطور ہلال کے نمود ہو کے خوب درخشاں ہوا یہاں تک کہ شعاع اس کی خانہ کعبہ پر پڑی۔ عبدالمطلب نے یہ بات دیکھ کر قریش سے کہا کہ پھر چلو یہ نور اس طرح میری پیشانی میں جو چمکا یہ دلیل اس بات کی ہے کہ ہم لوگ غالب ہیں گے اور عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر کے لوگ پکڑ کر لے گئے۔ عبدالمطلب اُن اونٹوں کو چھڑانے کو اُس کے پاس گئے۔ ان کی صورت دیکھتے ہی بایں جہت کہ عظمت اور مہابت نور شریف کی اُن کے چہرے سے نمایاں تھی، ان کی نہایت تعظیم کی اور تخت سے اتر بیٹھا اور ان کو اپنے برابر بٹھالیا اور اُن سے پوچھا کہ کس مطلب کے لیے آئے ہو۔ انہوں نے اپنے اونٹوں کے واسطے کہا۔ اس نے فوراً حکم دلا دینے اونٹوں کا دیا اور کہا کہ تمہاری عزت اور عظمت میرے دل میں ایسی آئی ہے کہ اگر خانہ کعبہ کے محفوظ رکھنے کے واسطے تم کہتے تو میں اس کو منہدم نہ کرتا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ اس گھر کا خدا آپ ہی اُسے بچا لیوے گا میرے کہنے کی حاجت نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب لشکر اُس

ؑ علیہ السلام [1] بفتح ثائے مثلثہ کسر بائے موحدہ کئی پہاڑ ہیں۔ مکہ معظمہ میں کہ اضافت سے ان کی تمیز ہوتی ہے۔ ثبیر لحضر ثبیر الصنع ثبیر الزنجیر وغیرہ۔ کذا فی القاموس ۱۲۔

بادشاہ کا مع ہاتھیوں کے خانہ کعبہ کے ڈھانے کو چلا اللہ تعالیٰ نے طیر (پرندے) ابابیل کو بھیجا کہ سارے لشکر کو کنکریوں سے ہلاک اور تباہ کر دیا بالجملہ ایسی عظمت نور مبارک کی تھی کہ بسبب اس کے بادشاہ ہیبت میں آجاتے تھے اور تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

حال **چاہ زمزم نکالنا عبدالمطلب کا اور ذبح ہونا آپ کے والد ماجد کا**

عبدالمطلب نے خواب میں جگہ چاہ زمزم کی دیکھی تھی۔ چاہ زمزم کی اصل تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے ہے، جب ان کی ماں ہاجرہ کو انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اس جنگل میں کہ بے آب و دانہ تھا بحکم خدا چھوڑ گئے تھے اور مشک پانی کی اور تھوڑے چھوارے دے گئے تھے بعد ختم ہو جانے پانی کے جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بیقرار ہوئے تب حضرت جبریل علیہ السلام کے پر مارنے سے یہ پانی نکلا اور حضرت ہاجرہ نے اس کو گھیر دیا تھا کہ صورت کنوئیں کی ہو گئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اگر ہاجرہ پانی کو نہ گھیر دیتیں تو سارا عالم اس کا پانی پیتا۔ بعد زمانہ اسمٰعیل علیہ السلام کے ایک مدت تک وہ کنواں رہا پھر پٹ گیا تھا اور جگہ اس کی معلوم نہ تھی۔ عبدالمطلب نے خواب میں وہ جگہ دیکھ کر ارادہ کھودنے کا کیا، قریش مانع ہوئے اور لڑنے کو تیار ہوئے اور عبدالمطلب کا کوئی معین نہ تھا اور اولاد بھی ان کی ایسی نہ تھی جو کام آوے، صرف ان کا ایک بیٹا تھا وہ عبدالمطلب قریش سے لڑے اور بفضلہ تعالیٰ غالب آئے اور چاہ زمزم کھودنا شروع کیا اس دن بسبب نہ ہونے زیادہ اولاد عبدالمطلب کو رنج ہوا، تب انہوں نے منت کی کہ جو میرے دس بیٹے ہوں اور چاہ زمزم میں کھود کے نکالوں، ایک بیٹے کو قربانی کروں۔ خدائے تعالیٰ نے عبدالمطلب کو دس بیٹے دیئے اور چاہ زمزم بھی عبدالمطلب کے کھودنے سے نکل آیا تب انہوں نے چاہا کہ ایک بیٹے کو قربان کریں تعیین کے لیے قرعہ ڈالا، عبداللہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر قربانی کی جگہ لائے اور چاہا کہ قربان کریں سب قریش مانع ہوئے اور

عبداللہ بسبب ہونے نور محمدی کے اُن کی پیشانی میں بہت خولصورت تھے سب انہیں چاہتے تھے۔ بھائی بھی نہیں چاہتے تھے کہ عبداللہ ذبح ہوں ۔ ایک کاہنہ کے پاس اس قصہ کو لے گئے اس نے کہا کہ قرعہ اس طرح ڈالو کہ دس اونٹوں کا نام لکھو اور عبداللہ کا نام لکھو، اگر اونٹوں کا نام نہ نکلے تو دس اونٹ اور بڑھاؤ اور بڑھاتے جاؤ یہاں تک کہ اونٹوں کے نام پر قرعہ نکلے۔ عبدالمطلب نے ایسا ہی کیا ہر بار عبداللہ کا نام قرعہ میں نکلتا تھا یہاں تک کہ نوبت سو اونٹوں کی پہنچی، تب اونٹوں کا نام نکلا۔ عبدالمطلب اونٹوں کو قربان کر کے نذر سے ادا ہوئے۔ حدیث میں جو آیا ہے اَنَا ابْنُ الذَّبِیحَیْنِ میں بیٹا دو ذبیحوں کا ہوں ایک ذبیح سے مراد حضرت اسمٰعیل ہیں اور دوسرے سے عبداللہ والد ماجد آپ کے۔

حال۔ قصہ آپ کے حمل میں رہنے کا

جب نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عبداللہ سے منتقل ہو کر پاس آمنہ والدہ ماجدہ آپ کی کے آیا اور آپ حمل سے ہوئیں بہت خیر و برکت اس سال میں شامل حال قریش کے ہوئی۔ قحط دفع ہوا، مینہ برسا، زمین سر سبز ہوئی حتٰے کہ قریش نے اس سال کا نام "سنۃ الفتح" والا بتہاج رکھا یعنی سال فتح اور خوشی کا اور دو مہینے حمل پر گزرے تھے کہ عبداللہ آپ کے والد کا مدینہ میں انتقال ہوا، شام کو قافلہ قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے۔ وہاں سے پھرتے ہوئے مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیمار ہو کے ٹھہر گئے تھے کہ وفات پائی۔ ایام حمل میں آپ کی والدہ شریفہ کو کوئی تکلیف اور گرانی جیسے حمل والی عورتوں کو معلوم ہوتی ہے...... معلوم نہیں ہوئی اور ان ہی ایام میں آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تیرے حمل میں ایسا شخص ہے کہ سردار ہے عالم کا جب پیدا ہو نام اس کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھیو اور بوقت ولادت آپ کے یہ آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک نور اُن سے نکلا جس سے انہیں مکانات شام کے نظر پڑے۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں دُعا ہوں ابراہیم

کی اور بشارت عیسٰی کی اور جو دیکھا میری ماں نے سو ان کے دیکھنے سے یہی نور مراد ہے اور دعائے ابراہیم سے وہ مراد ہے جو سورہ بقر میں مذکور ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔ (پ:۱ رکوع ۱۵)

(ترجمہ) اے رب ہمارے اور قائم کر ان میں اپنا پیغمبر ان میں سے کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھاوے انہیں کو کتاب اور پاکیزہ کرے انہیں بیشک تو ہے زبردست حکمت والا۔

جب حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے خانہ کعبہ مکہ میں بنایا بعد فراغت کے اس کی بنا سے یہ دعا مانگی تھی اور بشارت عیسٰی علیہ السلام سے وہ بشارت مراد ہے جو انجیل میں ہے اور سورۂ صف میں اس کا ذکر آیہ

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۔ (پ:۲۸ رکوع ۹)

خوشخبری دینے والا ہوں ایک پیغمبر کی کہ آوے گے بعد میرے کہ نام ان کا احمد ہے۔

میں ہے۔

فصل دوسری۔ بیان ولادت باسعادت میں

بارہویں تاریخ ربیع الاوّل کی اُسی سال میں جس میں قصہ اصحاب فیل واقع ہوا تھا بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور سارا عالم آپ کے نور سے روشن ہوا اور بہت سے عجائب و خوارق[1] اُس رات ظہور میں آئے۔ ازانجملہ یہ کہ فاطمہ بنت عبداللہ والدہ عثمان بن ابی العاص نے بیان کیا کہ شب ولادت باسعادت میں میں پاس آمنہ والدۂ ماجدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھی۔ میں نے دیکھا ستارے آسمان سے لٹک آئے

[1] معجزہ ۱۲

تھے اور زمین حرم سے ایسا قریب ہو گئے تھے کہ گمان ہوتا تھا زمین پر گر پڑیں گے اور ازانجملہ یہ کہ سارے بت روئے زمین کے اس وقت سرنگوں ہو گئے اور یہ بات سوائے اہل اسلام کے زردشتیوں کی تاریخ میں بھی لکھی ہے۔ زردشتی مجوسی ہیں کہ زروشت کو پیغمبر جانتے ہیں۔ اور ازانجملہ یہ کہ آگ فارس کی گبران آتش پرست نے باہتمام تمام ہزار برس سے روشن کر رکھی تھی بجھ گئی اور ازانجملہ یہ کہ نوشیرواں بادشاہ فارس کا ایوان زلزلے میں آیا اور چودہ کنگرے اس کے گر پڑے۔

نکتۂ عجیبہ متعلقہ معجزات ولادت شریفہ نکتہ ستاروں کے متصل ہونے میں زمین سے اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ سب انوار زمین کی طرف بسبب آپ کی ولادت کے متوجہ ہوئے اور زمین روشنی سے مالا مال ہو جائے گی اور بتوں کا سرنگوں ہونا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ بسبب اس مولود مسعود کے بت پرستی موقوف ہو جائے گی اور آگ کا بجھ جانا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ آتش پرستی بسبب آپ کے باطل ہو جائے گی اور نوشیرواں کے محل میں زلزلہ آنا اور چودہ کنگروں کا گرنا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ سلطنت خاندان نوشیرواں کی کہ اس زمانہ میں اتنی بڑی سلطنت زمین پر کوئی نہ تھی جاتی رہے گی اور چودہ بادشاہ اس کے خاندان میں ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سب ملک نوشیروانیوں کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اہل اسلام کے تصرف میں آیا اور یزدگرد اس خاندان کا بادشاہ حضرت عثمان کے وقت میں ہلاک ہوا۔ پھر ان میں کوئی بادشاہ نہ ہوا۔

نکتۂ لطیفہ پیدا نہ ہونا آپ کا بروز جمعہ یا بماہ رمضان یا اور کسی دن میں جو متبرک مشہور ہیں اس میں یہ نکتہ ہے کہ بات نہ کہی جاوے کہ آپ کو برکت دن اور مہینے سے حاصل ہوئی بلکہ ایسے دن اور مہینے میں پیدا ہوئے کہ اس کو برکت آپ کے سبب ہوئی۔

ذکر محفل میلاد شریف ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ کو آپ کے سبب سے شرف عظیم

؎ معجزہ ۲، معجزہ ۳، معجزہ ۴۔

حاصل ہوا۔ حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلام میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مجتمع کر کے ذکر مولود شریف کرتے ہیں اور کثرت درود کی کرتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں سو یہ امر موجب برکات عظیمہ ہے اور سبب ہے ازدیاد محبت کا ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد شریف میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں مکان ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انوار دیکھا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ میں حاضر ہوا اس مجلس میں جو مکہ معظمہ میں مکان مولد شریف میں تھی بارہویں ربیع الاول کو اور ذکر ولادت شریف اور خوارق عادات وقت ولادت کا پڑھا جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بارگی کچھ انوار اس مجلس سے بلند ہوئے میں نے ان انوار میں تامل کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ انوار تھے ملائکہ کے جو ایسی محافل متبرکہ میں حاضر ہوا کرتے ہیں اور بھی انوار تھے رحمت الٰہی کے انتہیٰ سو۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ بمقتضائے محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محفل شریف کیا کریں اور اس میں شریک ہوا کریں مگر شرط یہ ہے کہ بہ نیت خالص کیا کریں، ریا اور نمائش کو دخل نہ دیں اور بھی احوال صحیح اور معجزات کا حسب روایات معتبرہ بیان ہو کہ اکثر لوگ جو محفل میں فقط شعر خوانی پر اکتفا کرتے ہیں یا روایات واہیہ نامعتبر سناتے ہیں خوب نہیں۔ اور بھی علما نے لکھا ہے کہ اس محفل میں ذکر وفات شریف کا نہ چاہیئے، اس لیے کہ یہ محفل واسطے خوشی میلاد شریف کے منعقد ہوتی ہے۔ ذکر غم جانکاہ اس میں محفل نازیبا ہے۔ حرمین شریفین میں ہرگز عادت ذکر قصہ وفات کی نہیں ہے۔

فصل تیسری بیان حال رضاعت و دیگر حالات زمان طفولیت میں

سات روز تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ اپنی والدہ ماجدہ کا پیا بعد اس کے ثُوَیبَہ نے دودھ پلایا۔ ثُوَیبَہ لونڈی ابولہب کی تھی کہ ابولہب نے اُسے بوقت پہنچانے خبر ولادت شریف کے آزاد کیا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابولہب کو بعد موت کے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا، اس نے کہا کہ عذاب شدید میں مبتلا ہوں مگر ہمیشہ شب دوشنبہ کو درمیان انگشت شہادت اور وسطیٰ سے کہ اشارے سے اُن کے میں نے ثُوَیبَہ کو بسبب پہنچانے بشارت ولادت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کیا تھا کچھ پانی مجھے چوسنے کو مل جاتا ہے کہ اس سے ایک گونہ عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ علمائے محدثین نے بعد لکھنے اس روایت کے لکھا ہے کہ جب ابولہب سے کافر کو جس کی مذمت قرآن شریف میں بتصریح وارد ہے بسبب خوشی ولادت شریف کے تخفیف عذاب ہوئی تو جو مسلمان خوشی ولادت شریف سے ظاہر کرے خیال کرنا چاہیے کہ اس کو کیسا ثواب عظیم ہوگا اور کیا کیا برکات شامل حال اس کے ہوں گے۔ بعد ثُوَیبہ کے حلیمہ سعدیہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ قریش کا دستور تھا کہ لڑکوں کو دودھ پلانے والیوں کو دے دیا کرتے تھے اور وہ اپنے گھر لے جاکر دودھ پلایا کرتی تھیں اور بعد ختم ایام رضاعت کے پاس ماں باپ کے پہنچا دیا کرتی تھیں اور ماں باپ لڑکوں کے دودھ پلانیوالیوں کو نقد و جنس دے کر رضامند کرتے تھے سو حضرت حلیمہ اپنے وطن سے کہ نواح طائف میں تھا ساتھ اور عورتوں کے مکہ کو واسطے لینے لڑکوں کے آئیں اور عورتوں نے آپ کو یتیم سمجھ کر نہ لیا، یہ سعادت نصیب حلیمہ سعدیہ کے ہوئی اور بہت برکتیں بسبب آپ کے شامل حلیمہ کے ہوئیں۔ مادہ خر سواری حلیمہ کی بسبب لاغری کے چل نہیں سکتی تھی جب

آپ ساتھ حلیمہ کے اس پر سوار ہوئے ایسی تیز رفتار ہو گئی کہ سب قافلہ کی سواریوں سے آگے جاتی تھی اور جب حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آپ پہنچے تو بہت فراخی وعیش حلیمہؓ کو حاصل ہوئی۔ بکریاں اُن کی خوب تازہ وفربہ ہو گئیں اور قوم قحط میں مبتلا تھی۔ اُن کے مویشی جنگل سے بھوکے آتے تھے اور لاغر تھے وہ لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے تھے کہ تم بھی بکریوں کو وہیں چراؤ جہاں حلیمہ (رضی اللہ عنہا) کی بکریاں چرتی ہیں دیکھو وہ کیسی سیر آتی ہیں اور تازہ وفربہ ہیں۔

حال آپ پستان راست کا شیر پیا کرتے تھے اور پستان چپ اپنے بھائی رضاعی حلیمہ (رضی اللہ عنہا) کے بیٹے کے لیے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے۔ ایسی عدالت آپ کی جبلت میں تھی اور لڑکپن میں کبھی بول و براز کپڑے میں نہیں کیا بلکہ دونوں کے وقت مقرر تھے کہ اُسی وقت رکھنے والے آپ کو اٹھا کر جائے ضرورت پیشاب کرا لیتے تھے اور کبھی ستر عورت آپ کا برہنہ نہیں ہوتا تھا اور جو کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے تھے۔

حال چاند آپ کے اشارے کے موافق جھک جاتا اور آپ کو رونے سے بہلاتا۔ چنانچہ کتب احادیث میں بروایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اور صابونی محدث نے اس حدیث حسن کو باب معجزات میں لکھا ہے۔

حال ذکر شق صدر شریف کا جب آپ پاؤں چلنے لگے اور دو برس کے ہوئے حضرت حلیمہ (رضی اللہ عنہا) کے لڑکوں کے ساتھ جنگل کو جہاں مویشی ان کے چرتے تھے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دن آپ وہیں تشریف رکھتے تھے کہ دو فرشتے آئے اور انہوں نے آپ کو چت لٹا کے سینہ مبارک کو ناف تک چاک کیا اور دل مبارک کو نکال کر دھویا اور سکینہ سے کہ ایک چیز عالم قدس کی بصورت پسی ہوئی دوا کے تھی پُر کیا اور پھر اپنی جگہ رکھ کے شگاف سینہ کو سی دیا اور مطلق تکلیف آپ کو معلوم نہ ہوئی۔

یہ حال دیکھ کر بیٹا حلیمہ (رضی اللہ عنہا) کا گھبرا کر پاس حلیمہ رضی اللہ عنہا

سے کے گیا اور کہا کہ ہمارے بھائی مکّے والے کا دو آدمیوں نے آکر پیٹ چاک کیا۔ یہ بات سن کر حلیمہؓ جلدی سے وہاں پہنچیں دیکھا کہ آپ بیٹھے ہیں اور رنگ مبارک کا مہیدہ اور متغیر ہو گیا ہے۔ آپ سے حال پوچھا آپ نے بیان کیا پھر اپنے ساتھ گھر لے آئیں۔

ذکر اس بات کا کہ شق صدر شریف چار بار ہوا ہے اور نکتہ ہر بار کا

ف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ العزیز نے تفسیر سورۂ الم نشرح میں لکھا ہے کہ شق صدر مبارک چار بار واقع ہوا۔ اول جب آپ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے۔ دوسری بار قرب زمانہ جوانی میں جب آپ دس برس کے ہوئے۔ تیسری بار قبل نزول وحی کے۔ چوتھی بار شب معراج میں اور نکتہ اس میں یہ لکھا ہے کہ پہلی بار شق کرنا اس لیے تھا کہ آپ کے دل سے حب لہو ولعب جو لڑکوں کے دل میں ہوتی ہے نکال ڈالیں اور دوسری بار اس لیے کہ جوانی میں آپ کے دل میں رغبت ایسے کاموں کی جو بمقتضائے جوانی خلاف مرضی الٰہی کے سرزد ہوتے ہیں نہ رہے۔ اور تیسری بار اس لیے کہ آپ کے دل کو قوت تحمل وحی کی ہو اور چوتھی بار اس لیے کہ آپ کے دل کو طاقت مشاہدۂ عالم ملکوت اور لاہوت کی ہو فقط حلیمہ رضی اللہ عنہا احوال شق صدر شریف کا دیکھ کے ڈریں اور آپ کو مکہ میں آپ کے گھر پہنچا دیا۔

حال ذکر وفات والدہ شریفہ و کفالت عبدالمطلب۔

جب آپ چھ برس کے ہوئے آپ کی والدہ شریفہ نے انتقال کیا پاس اپنے اقارب کے مدینہ کو گئی تھیں وہاں سے پھرتے ہوئے موضع ابوا[۱] میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئیں۔ عبدالمطلب دادا آپ کے پرورش کے کفیل ہوئے اور بیٹوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ ہزار جان سے آپ پر عاشق تھے۔ آپ کے صغیر سن میں ہی کہ آپ آٹھ برس کے تھے ان کا بھی انتقال ہوا[۲]۔ ابوطالب چچا آپ کے متکفل ہوئے

---

۱ ابوا بفتح الف وسکون بائے موحدہ والف وہمزہ در آخر نام ایک موضع کا ہے۔ کذا فی قاموس ۱۲ منہ ۲ ذکر وفات عبدالمطلب وکفالت ابوطالب ۱۲۔
۳ معجزہ ۵

اور بہت محبت اور تعظیم سے آپ کو رکھتے تھے آپ نے کمال رشد اور تہذیب سے نشوونما پایا۔

حال ذکر استسقائے ابوطالب برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ کے صغیر سن میں ایک بار مکہ معظمہ میں خشک سالی ہوئی۔ ابوطالب[۱] آپ کو اپنے ساتھ میدان میں لے گئے اور برکت آپ کے استسقاء کیا یعنی مینہ برسنے کی دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی برکت سے خوب برسایا کہ عالم سیراب ہو گیا اور قحط دفع ہو گیا۔ اسی باب میں قصیدہ ہے ابوطالب کا جس کا یہ شعر ہے

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْہِہٖ
ثِمَالُ الْیَتَامیٰ عِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ

(یعنی "سفید رنگ گورا گورا پانی مانگتا ہے اپنے منہ سے جائے پناہ ہے یتیموں کی اور عصمت ہے بیوہ عورتوں کی۔"

یہ قصیدہ بہت بڑا ہے اور بہت مدح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس میں مذکور ہے۔

حال گواہی بحیرا راہب کی واسطے آپ کی نبوّت کے

ایک مرتبہ آپ ابوطالب کے ساتھ بارہ برس کی عمر میں سفر تجارت شام کو گئے۔ راہ کو بحیرا راہب نصاریٰ کے صومعہ کے پاس اتفاق قیام آپ کا ہوا۔ راہب مذکور نے آپ کو علامات نبوّت سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی اور ابوطالب سے کہا کہ یہ پیغمبر سردار سب عالموں کے ہیں اور اہل کتاب یہود اور نصاریٰ ان کے دشمن ہیں ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ مبادا ان کے ہاتھوں سے انہیں گزند پہنچے سو ابوطالب نے مال تجارت وہیں بیچا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ کو پھر آئے۔ (ترجمہ) مشکوٰۃ شریف میں بروایت ترمذی اور حاکم

---

۱ معجزہ ۹

لکھا ہے کہ ان دنوں سات آدمی منجملہ نصاریٰ شام کے یہ حال دریافت کر کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرور اس راہ سے ہوگا واسطے قتل آپ کے اس طرف آئے تھے بحیرا نے اُن سے کہا کہ وہ پیغمبر برحق ہیں تم اُن کی اطاعت کرو اور جب خدا کو منظور ہے کہ اُن کو رتبہ عالی دے تو تمہارے ٹالنے سے نہیں ٹلے گا اور تم اُنہیں مار نہیں سکتے تب اس ارادے سے باز رہے۔

فصل چوتھی بیان حالات شباب تا نبوت

جب آپ جوان ہوئے اُن امور سے جو جوانوں میں خلاف تہذیب ہوتے ہیں مبرا تھے اور صدق و امانت و دیانت وجملہ صفات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ سے موصوف تھے اور قریش آپ کو محافل لہو ولعب میں بلاتے آپ ہرگز شریک نہ ہوتے تھے اور سب قریش کو آپ کے صدق و امانت کا اقرار تھا یہاں تک کہ آپ کو محمد امین کہتے تھے۔

حال | مال خدیجہ رضی اللہ عنہا کا لے کے آنحضرت کا تجارت کو جانا اور سفر کے معجزات سن کر خدیجہ رضی اللہ عنہا کا خواہاں نکاح ہونا

پچیس برس کی عمر میں مال بی بی خدیجہ کا کہ ایک عورت مالدار قریش میں تھیں لے کے آپ واسطے تجارت کے تشریف لے گئے۔ اس سفر میں نسطورا راہب نے آپ کو پہچانا اور بیان کر دیا کہ پیغمبر آخر الزماں ہیں جن کا ذکر پچھلے انبیاء کی کتابوں میں ہے۔ میسرہ غلام خدیجہ کا آپ کے ساتھ تھا اس نے بہت سے معجزات آپ کے سفر میں دیکھے اور آکر خدیجہ سے بیان کیے اور خود خدیجہ نے دیکھا جس وقت کہ آپ اس سفر سے پھرے ہوئے آتے تھے وہ بالاخانے کے غرفہ میں بیٹھی تھیں وہاں سے آپ آتے نظر پڑے آپ پر دو فرشتے سایہ کیے تھے۔ میسرہ نے بیان کیا کہ میں نے سارے سفر میں ایسا ہی حال دیکھا۔

ہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خدیجہ نے یہ حال سن کر خواہش نکاح کی آپ کے ساتھ کی اور ابوطالب اس بات سے مطلع ہوئے اور بعد تقرر نکاح کے اشراف واعیان قریش کو ساتھ لے کے حضرت خدیجہ کے مکان پر گئے۔ ان کی جانب سے مہتمم نکاح ورقہ بن نوفل برادر عم زاد ان کے تھے۔ ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا اور فضائل اور مناقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے بیان کیے اور نکاح منعقد کیا۔

حال | بنا قریش کا از سر نو کعبہ اور طے ہونا نزاع رکھنے حجر اسود کا آپ کے فیصلے سے

قریش نے خانہ کعبہ کو کہ بسبب صدمات سیل و باران وغیرہ کے بنا اُس کی ضعیف ہو گئی تھی از سر نو بنا کیا آپس میں ان کے تنازع ہوا کہ حجر اسود کو خانہ کعبہ میں اس کی جگہ پر کون رکھے اور بخیال حصول فخر اور شرف کے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو خانہ کعبہ میں اس کی جگہ پر میں رکھوں قریب تھا کہ اُن میں ہتھیار چلے آخر سب کی رائے اس بات پر قرار پائی کہ کل صبح کو سب سے پہلے جو مسجد حرام میں آوے اس کے حکم کے موافق عمل کرنا چاہیے۔ صبح کو سب سے پہلے آپ وہاں تشریف لائے۔ قریش آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ یہ امین ہیں جو یہ حکم دیں اس پر ہم سب راضی ہیں۔ اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو عقل بہت کامل عنایت فرمائی تھی۔ آپ نے بمقتضائے عقل سلیم ایسا فیصلہ کیا کہ سب قریش نہایت رضامند ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ جس جگہ اب حجر اسود رکھا ہے وہاں سے ایک چادر میں کر کے اُسے اٹھا دیں اور اُس چادر کو ہر قبیلہ قریش کا ایک آدمی تھام لے۔ اس طرح اٹھا کے متصل دیوار کعبہ معظمہ کے جہاں رکھنا منظور ہے رکھیں۔ پس اس اٹھانے میں سب شریک ہوں اور ہر ایک کو شرف حاصل ہو بعد ازاں سب آدمی مجھے واسطے رکھنے حجر اسود کے اپنے موقع پر وکیل کر دیں چونکہ فعل وکیل بمنزلہ فعل مؤکل کے ہوتا ہے اس طرح شرف رکھنے حجر اسود کا اپنے موقع پر بھی ہر ایک کو حاصل ہوگا۔ قریش نے بدل و جان

اس فیصلہ کو قبول کیا اور مطابق اس کے عمل کیا۔

فصل پانچویں بیان حالات زمان نبوت میں تا معراج

جب عمر شریف قریب چالیس برس کے پہنچی اور زمانہ نبوت قریب ہوا آپ کو خواب صحیح نظر آتے۔ جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے مانند سپیدہ صبح کے ظہور میں آتا اور خلوت آپنے اختیار کی کبھی کئی روز کا توشہ ساتھ لے کر غار حرا[1] میں جا بیٹھتے اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ دوشنبہ[2] کے دن آٹھویں ربیع الاول کو غار حرا میں جبرئیل (علیہ السلام) آپ کے پاس آئے اور وحی الٰہی لائے آپ سے کہا کہ پڑھو۔ آپ نے کہا کہ میں پڑھا نہیں ہوں۔ پھر انہوں نے آپ سے معانقہ کر کے آپ کو خوب دبوچا بقدر غایت طاقت آپ کے اور چھوڑ کے آپ سے پھر کہا کہ پڑھو۔ آپ نے پھر کہا میں پڑھا نہیں ہوں۔ پھر آپ کو دبوچا۔ اسی طرح تین بار کیا پھر اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ سے مَا لَمْ یَعْلَمْ (پ ۳۰۔ سورہ علق) تک پڑھایا، بسبب نزول وحی کے آپ کے بدن کو بہت تکلیف ہوئی اور آپ دولت خانے میں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے اڑھاؤ۔ حضرت بی بی خدیجہ نے آپ کو اُڑھا لیا پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ نے کہا کہ خدا تعالیٰ تمہیں ضائع نہ کرے گا اور آپ کے صفات حمیدہ بیان کر کے کہا کہ تم غریبوں کی مدد کرتے ہو مفلس بے مالوں کے لیے مال کی سبیل کر دیتے ہو۔ نوائب حق یعنی ایسے کاموں میں جن سے حق کی تائید ہو مدد کرتے ہو۔

[1] حرا بحا و رائے مہملتین ہمزہ در آخر بروزن کتاب و بہم لفتح حا بغیر ہمزہ وزن علی کہ ایں کوہ در مکہ واقع است کذا فی القاموس ۱۲ [2] ابن عبد البر نے اختیار کی ہے ۱۲

جانا آپ کا پاس ورقہ کے | پھر آپ کو پاس ورقہ بن نوفل کے کہ برادر عم زاد ان کے تھے لے گئیں وہ کتب سابقہ پڑھے تھے اُن سے حال بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا تم اِس اُمت کے پیغمبر ہو۔ کاش میں جوان ہوتا ان دنوں میں جب کفار تمہیں نکال دیں گے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے۔ ورقہ نے کہا کہ ہاں اور اسی طرح جو ایسی بات لاتا ہے جیسی تم پر نازل ہوئی لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں پھر ان ہی دنوں ورقہ کا انتقال ہو گیا۔

ف[1]۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ کا حال پوچھا اور کہا کہ اس نے تصدیق تو آپ کی کی تھی مگر زمانہ ظہور نبوت اور اتباع احکام کو نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اُسے سفید کپڑے پہنے خواب میں دیکھا اگر نجات اس کی نہ ہوتی اور مسلمانوں میں محسوب نہ ہوتا تو سفید کپڑے پہنے نظر نہ آتا۔

حال (نزول سورۂ فاتحہ) | ابتداء نبوت میں سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔ ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر سورۂ فاتحہ آپ کو سکھا دی اور بھی طریقہ وضو و نماز کا بتایا اور زمین میں پر مار کے پانی نکالا اور وضو کیا اور آپ نے بھی وضو کیا اور دو رکعت نماز آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ پڑھی۔

حال | سب سے پہلے جوانان احرار میں ایمان لائے ابوبکر صدیق اور عورتوں میں حضرت خدیجہ اور لڑکوں میں حضرت علی اور غلاموں میں حضرت بلال[2] اور غلامان آزاد میں حضرت زید بن حارثہ بعد ازیں حضرت عثمان اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور طلحہ اور زبیر اور عبد الرحمٰن بن عوف ایمان لائے اور روز بروز لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

[1] مومن اور جنتی ہونا ورقہ کا۔ [2] رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حال پہلے آپ دعوت اسلام پوشیدہ کرتے تھے یہاں تک آیہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی یعنی جو تمہیں حکم ہے اُس کو صاف کھلے کھلے باعلان بیان کرو تب آپ نے دعوت اسلام آشکارا شروع کی اور جب کفار نے مذمت بتوں کی سُنی نہایت دشمن ہوئے اور مسلمانوں کو ایذا دینے لگے۔

قصہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ان کو خرید کر کے آزاد کرنا اور نزول سورۂ واللیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شان میں	حضرت بلال امیہ بن خلف کافر کے کہ ایک سردار قریش میں تھا غلام تھے

وہ ان کو نہایت تکلیف دیتا گرم ریت اور پتھروں میں باندھ کر دوپہر کو ڈالتا اور کہتا توحید سے منحرف ہو کر لات وعزیٰ کی اُلوہیت کا قائل ہو وہ شدت تکلیف سے بیہوش ہو جاتے مگر جب ہوش آتا اَحَدٌ اَحَدٌ کہتے یعنی مانتا ہوں ایک ہی خدا کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف کو ایک اپنا غلام اور بہت مال دے کر انہیں خرید کر کے آزاد کیا اور یہ شرط کی کہ خدمت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہوں گا آپ یہ شرط کریں یا نہ کریں۔ اور اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کئی لونڈی غلاموں کو خرید کر کے آزاد کیا اور بہت مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے مال نے مجھے ایسا نفع نہیں دیا جیسا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال نے، اسی لیے سورہ واللیل خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی شان میں نازل فرمائی اور ان کی بہت تعریف کی اور ان کو اَتْقٰی یعنی بڑا پرہیزگار فرمایا اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ رضامند کر دینے کا سورۂ والضحیٰ میں فرمایا وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (پ ۳۰ سورۂ والضحیٰ) بطفیل آپ کے سورۂ واللیل میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے

بھی کیا وَلَسَوْفَ يَرْضٰى۔

استدلال لطیف بر افضلیت ابوبکر رضی اللہ عنہ	ف۔ علماء نے افضلیت حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) پر سورۂ واللیل سے استدلال لطیف

کیا ہے باین وضع اس سورۃ میں خدائے تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اَتْقٰی فرمایا:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكّٰى ۝ (پ: ۳۰۔ رکوع ۱۷)	(یعنی) دور رکھا جائے گا دوزخ سے وہ بڑا پرہیزگار جو دیتا ہے مال اپنا واسطے حاصل کرنے پاکیزگی کے یعنی ابوبکر صدیق۔

اور سورہ حجرات میں خدا تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ (پ: ۲۶ ع: ۱۴)	(یعنی) بڑا بزرگ تم میں خدا تعالیٰ کے نزدیک اَتْقٰی تم میں کا ہے۔

دونوں آیتوں کے ملانے سے حاصل ہوا کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس اُمت میں اکرم اور افضل ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

حال جب آیہ

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ (پ ۱۹ ع ۱۵)	(یعنی) ڈرا اپنے کنبہ والے نزدیکوں کو۔

نازل ہوئی تو آپ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر ایک ایک قبیلہ قریش کو پکارا لوگ جمع ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر ایک لشکر آیا ہے اور تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے تو تم یقین جانو گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم بیشک یقین جانیں گے اس لیے کہ تم سے ہمیشہ سچ ہی سُنا ہے جھوٹ کبھی نہیں سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں عذاب سخت سے ڈراتا ہوں یعنی عذاب آخرت سے۔ یہ سن کر ابولہب نے کہا تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا (خرابی ہو جیو تمہیں سارے دن کیا اسی کام کے لیے ہمیں اکٹھا کیا تھا) اور وہ سب متفرق ہو گئے۔ سورہ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ[1] تب ہی نازل ہوئی اور اس

[1] نزول سورہ تبت یدا ابی لہب کے حق میں۔ ۱۲

ہیں اُس کو اور اُس کی جورو حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کو جہنمی فرمایا۔ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کے معنی ہیں لکڑی اٹھانے والی بسبب خِسّت کے اپنے سر پر لکڑی کا گٹھا جنگل سے لایا کرتی تھی لہٰذا حَمَّالَةَ الْحَطَبِ اس کا لقب ہوا۔ آپ سے مثل ابولہب کے وہ بھی بہت دشمنی رکھتی تھی۔ آپ کی راہ میں واسطے ایذا رسانی کے کانٹے ڈال دیا کرتی تھی بعد نزول سورۂ تبت کے ایک دن ایک پتھر لے کے مسجد حرام میں کہ آپ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے تھے آئی۔ خدا تعالیٰ نے اس کی آنکھوں کو آپ کے دیکھنے سے اندھا کر دیا۔ صرف ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو اس نے وہاں بیٹھا پایا۔ اُن سے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے میری ہجو کی ہے اگر میں انہیں یہاں پاتی تو یہ پتھر اُن کے سر سے مارتی اور پھر گئی۔ یہ معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حمالة الحطب کو آپ کے دیکھنے سے اندھا کر دیا اور اُس کے شر سے آپ کو بچایا۔

حال[1] عتبہ اور عتیبہ ابولہب کے دو بیٹے تھے رقیہ اور اُمِ کلثوم صاحبزادیاں ان دونوں کے نکاح میں تھیں۔ جب سورہ تبت نازل ہوئی ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو تم طلاق نہ دو گے تو مجھ سے اور تم سے کچھ علاقہ نہیں۔ دونوں نے باپ کے کہنے پر عمل کیا اور عتبہ نے روبرو آپ کے جل کے کلمات اور حرکات بے ادبی کیے۔ آپ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِّنْ کِلَابِکَ	یعنی یا اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کُتا اس پر مسلط کر دے۔

ابولہب مع اس کے ایک بار شام کو بقصد تجارت گیا۔ راہ میں ایک منزل میں سُنا کہ یہاں شیر لگتا ہے۔ ابولہب نے قافلہ کے لوگوں سے کہا کہ مجھے اپنی اُس بیٹے پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دُعا کا خوف ہے۔ سب نے سارے قافلہ

[1] حال عتبہ اور عتیبہ پسران ابولہب کا ۱۲۔

کا اسباب جمع کر کے ایک اونچا سا ٹیلہ قائم کر کے عتبہ کو اس پر بٹھایا اور آپ سب اس کے گرداگرد سوئے۔ رات کو شیر آیا اور عتبہ[1] کو مار کر چلا گیا۔ وہ تدبیر اُن کے کچھ کام نہ آئی۔ عجب حال کفّار کا تھا دلوں میں راستی اور مستجاب الدعوات ہونا آپ کا منقوش تھا مگر بسبب شقاوت ازلی کے ایمان نہیں لاتے تھے۔

حال[2] کفّار مسلمانوں کو بہت تکلیف دیتے تھے یہاں تک کہ چند مسلمانوں نے باجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف حبشہ کے ہجرت کی۔ حضرت جعفر ابن ابی طالب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم مع زوجہ اپنی رقیہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بھی گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کے حق میں فرمایا کہ بعد لوط علیہ السلام کے ہجرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی مع زوجہ اپنی کے خدا کے واسطے ہوئی ہے۔ حبشہ میں نجاشی بادشاہ تھا اور مذہب نصاری رکھتا تھا اس نے مسلمانوں کو وہاں اچھی طرح جگہ دی۔ کفّار قریش کا اس بات سے بہت دل جلا اور انہوں نے اپنی جانب سے کئی شخصوں کو کہ اُن میں عمرو بن عاص بھی تھا تحفے ہدایا لے کے پاس نجاشی کے بھیجا۔ بایں غرض کہ مسلمانوں کو اپنے پاس جگہ نہ دے وہ لوگ تحفہ و ہدایا لے کے پاس نجاشی کے پہنچے اور مطلب عرض کیا۔ نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں بمواجہہ فرستادگان قریش بلایا۔ حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) نے جانب اہلِ اسلام سے گفتگو کی اور کہا کہ ہم لوگ گمراہی میں تھے اور بتوں کو پوجتے تھے اور حلال و حرام کچھ نہیں جانتے تھے اور محض جاہل تھے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنا پیغمبر بھیجا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اپنا کلام پاک ان پر نازل فرمایا اور علوم اوّلین و آخرین ان کو عنایت کیے کہ اُن کے سبب سے ہم لوگ

[1] صرف عتبہ کی طرف شیر کا متوجہ ہونا اور تلے والے آدمیوں کو گرداگرد عتبہ کے تھے مطلق نہ چھیڑنا صرف دلیل اس بات پر ہے کہ شیر بحکم خدا واسطے پورا کرنے بات اس پیغمبر صلی اللہ وآلہٖ وسلم کی آیا تھا ۱۲۔

[2] ہجرت حبشہ کا بیان۔

راہ راست پر آئے اور وہ سب بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور سب بُرے کاموں
سے منع کرتے ہیں۔ نجاشی نے کہا کہ جو کلام ان پر اترا ہے اس میں سے کچھ
پڑھو۔ حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) نے سورہ مریم ابتداء سے پڑھی جب اس
آیت پر پہنچے فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا (پ ۱۶ ع ۵) نجاشی بادشاہ کو کمال
رقت ہوئی یہاں تک کہ آنسو اس کی داڑھی پر بہے اور کہا کہ یہ کلام اور جو کلام کہ
موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا دونوں کی روشنی ایک روشن دان سے ہے اور اہل اسلام
سے کہا کہ بخوشی میرے ملک میں رہو اور کفار کے مدعا کو رد کر دیا۔ کفار نے عرض
کیا کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بھی خلاف مذہب بادشاہ کہتے ہیں۔ نجاشی
نے اہل اسلام سے پوچھا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم ان کے حق میں
یہ کہتے ہیں کہ وہ بندۂ خدا ہیں اللہ تعالیٰ نے بحکم کلمۂ کن ان کو بغیر باپ کے
مریم طاہرہ کے پیٹ سے پیدا کیا اور پیغمبر کیا اور متعلق اس بات کے آیتیں
پڑھیں۔ نجاشی نے کہا کہ انجیل میں صفت عیسیٰ علیہ السلام کی ایسی ہی لکھی ہے
جیسی تم نے بیان کی، مرحبا تمہیں اور انہیں جن کے پاس سے تم آئے ہو وہ
بیشک پیغمبر[1] خدا ہیں۔ تعریف ان کی انجیل میں ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے
بشارت ان کی دی ہے۔ قسم خدا کی اگر کام بادشاہی کا مجھ سے متعلق نہ ہوتا
تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان کو وضو کراتا اور تحفے قریش کے
پھیر دیئے اور آدمی بھیجے ہوئے قریش کے محروم وہاں سے پھرے اور اہل اسلام
بخوشی رہے۔

حال | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارادہ[2] ہجرت کا حبشہ کو کیا تھا
اور مکہ سے نکل کر برک الغماد تک کہ چار منزل مکہ سے پہنچے۔ مالک بن دغنہ[3] کو سردار

۱ اقرار نجاشی بادشاہ نصاریٰ بہ نبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۔ ۲ ارادہ ابوبکر رضی اللہ عنہ
کا ہجرت کے واسطے ۳ دغنہ بفتح دال مہملہ وکسر غین معجمہ و نون مفتوحہ روایت حدیث میں ہے اور مشہور
دغنہ ہے بتشدید وضم دال و غین معجمہ و قارہ بقاف و تخفیف را ایک قبیلہ ہے اولاد ہون بن خزیمہ
بن مدرکہ بن الیاس سے کذا فی التوشیح شرح البخاری ۔ ۱۲۔

قوم قارہ کا تھا ملا اور اُس نے حال دریافت کر کے کہا کہ تم ایسے آدمی نہیں ہو کہ
مکہ سے نکل جاؤ۔ میں نے تمہیں اپنی پناہ میں لے لیا اور مکان پر انہیں پہنچا کر حال
پناہ دینے کا سب شرفائے قریش سے ظاہر کیا۔ کفار نے کہا بایں شرط ہمیں
منظور ہے کہ یہ قرآن گھر سے باہر اور بلند آواز نہ پڑھا کریں قرآن سن سن کے
ہمارے لڑکے بالے فریفتہ ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چند
روز ایسا ہی کیا بعد اس کے بیرون صحن خانہ میں ایک مسجد[1] بنا کے تہجد میں
اور نمازوں میں قرآن مجید پڑھتے بے اختیار انہیں رقت ہوتی ہمسایہ کی عورتیں
اور لڑکے مجتمع ہو کے سننے لگے۔ محلہ کے کفار نے رئیس پناہ دہندہ کو یہ حال کہلا
بھیجا، اُس نے آکر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ خلاف عہد کرتے ہو میری
پناہ قائم نہ رہے گی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے سوائے خدا کے اور
کی پناہ میں رہنا منظور نہیں ہے وہ اپنی پناہ توڑ کر چلا گیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
اپنے گھر باامان الٰہی محفوظ رہے۔

حال :- جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانان ہمراہی آپ کے
اکثر چھپے رہتے تھے اور انتالیس کو شمار اہل اسلام کی پہنچی تھی۔ آپ ارقم کے
گھر میں تھے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ابوجہل بن ہشام قریش کے دو بڑے
سردار تھے۔ آپ نے دعا فرمائی یا اللہ دین اسلام کو عزت دے، اسلام
عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام سے۔ سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں وہ
دعا قبول ہوئی اور دوسرے دن حضرت عمر مشرف باسلام ہوئے۔ قصہ
اُن کے اسلام کا یہ ہے کہ ایک دن ابوجہل لعین نے ایک مجمع میں کہ عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ بھی اس میں تھے متصل خانہ کعبہ کے کہا کہ جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کا سر کاٹ لاوے میں اُس کو سو اونٹ اور چالیس ہزار درہم دوں۔ حضرت عمر نے

۱ عینی شرح بخاری بخاری شریف میں ہے کہ سب سے پہلے مسجد اسلام میں یہی بنا ہوئی۔

کہا میں یہ کام کر سکتا ہوں۔ ابوجہل نے لات و عزیٰ کی سو اونٹ دینے کے لیے بشرط مذکور قسم کھائی اور کعبہ میں جاکے ہبل کو گواہ کیا۔ عمر بایں قصد روانہ ہوئے۔ راہ میں ایک شخص سے کہ نعیم بن عبداللہ نام تھا ملاقات ہوئی وہ مشرف باسلام ہو چکا تھا اس نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ عمر نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کو۔ اس نے کہا بنی ہاشم کے انتقام سے کیسے بچو گے۔ عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے بھی دین بدلا ہے اگر ایسا ہے تو پہلے تم کو ہی قتل کروں۔ اس نے کہا کہ میں آباء کے دین پر ہوں نیت یہ رکھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کے دین پر ہوں اور ظاہر میں یہ معلوم ہوا کہ آبائی مشرکین کے دین پر ہے پھر اس شخص نے کہا کہ تمہاری بہن اور سعید بن زید بہنوئی تمہارے بھی مسلمان ہو گئے ہیں۔ پہلے اپنے گھر سے قتل شروع کرو۔ عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ کیسے معلوم ہو کہ وہ مسلمان ہوئے ہیں کہ تمہارے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھائیں گے۔ یہ بات سن کر عمر طیش کھا کر اپنی بہن کے گھر کو پھرے۔ اس وقت ان کے گھر میں خباب[1] (رضی اللہ عنہ) صحابی تھے اور سورہ طٰہٰ کہ ان ہی دنوں میں نازل ہوئی تھی عمر (رضی اللہ عنہ) کی بہن اور بہنوئی کو پڑھا رہے تھے اور کواڑ دروازے کے بند تھے۔ عمر نے کواڑ کھلوائے۔ خباب چھپ رہے اور جس صحیفہ میں سورۂ طٰہٰ لکھی تھی اسے چھپا دیا۔ عمر نے آکر پوچھا کہ کیا پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا باتیں کرتے تھے۔ پھر عمر نے ایک بکری ذبح کی اور گوشت اس کا بھون کر بہن اور بہنوئی کو کھانے کو کہا۔ انھوں نے عذر کیا۔ عمر کو ان کے اسلام کا یقین ہوا اور ان کو مارنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کی بہن کا سر اور منہ خون آلود ہو گیا۔ انھوں نے بیتاب ہو کر کہا، چاہے مارو چاہے چھوڑ دو ہم تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں اور وہ پیغمبر بر حق ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے دین اسلام میں ان کی یہ مضبوطی دیکھی اور بہن کے سر اور خون کو دیکھ کے رحم

---

[1] خبّاب بخائے معجمہ و ہر دو بائے موحدہ بر وزن شداد نام صحابی ۔۱۲

کھایا الگ ہو گئے۔ ایک گوشہ میں جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا جو تم پڑھتے تھے میرے پاس تو لاؤ۔ تب اس صحیفہ کو جس میں سورہ طٰہٰ تھی نکالا۔ عمر نے چاہا کہ ہاتھ میں لے کر پڑھیں ان کی بہن نے کہا کہ تم نجاست شرک میں آلودہ ہو اس کو نہیں چھوتے ہیں مگر پاکیزہ لوگ تب عمر (رضی اللہ عنہ) نے غسل کیا اور پھر سورہ طٰہٰ کو ہاتھ میں لے کر شروع سے پڑھا۔ جب اس آیت پر پہنچے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے اچھے نام ہیں) عمر نے اس کلام معجز نظام سے متاثر ہو کے کہا کیا اچھا کلام ہے اور کیا پاکیزہ بیان ہے۔ خباب رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کا حال تاثر سمجھ کے نکل آئے اور کہا کہ کل جناب رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے یا ابوجہل کے اسلام کے لیے دعا فرمائی تھی سو میں جانتا ہوں تمہارے لیے وہ دعا قبول ہوئی۔ بعد اس کے عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر جہاں آپ تشریف رکھتے تھے گئے آپ خبر پاکر دروازے پر نکل آئے اور عمر رضی اللہ عنہ سے بغل گیر ہو کر انہیں خوب دبایا کہ بند بند حضرت عمر کا ہل گیا اور فرمایا کہ اے عمر مسلمان ہو جاؤ۔ عمر نے کہا، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اللّٰہُ اَکْبَرُ باآواز بلند فرمایا سب کے سب مسلمانوں نے جو گھر میں تھے آواز تکبیر کی بلند کی اور بہت خوش ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ سب کتنے آدمی مسلمان ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے چالیس کا عدد پورا ہوا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مشرکین عبادت لات وعزیٰ کی علانیہ کرتے ہیں ہم لوگ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کیوں پوشیدہ کریں اور اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کے سب مسلمانوں کو ساتھ لے کے مسجد حرام میں آئے اور برملا بجماعت نماز ادا کی اور اسی دن سے مسلمانوں کو بہت قوت و عزت ہوئی۔ صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے:

مَازِلْنَا اَعِزَّۃً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ۔	یعنی ہم ہمیشہ باعزت رہے جب سے اسلام لائے عمر۔

ف صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں ایک بُت خانے میں تھا اور مشرکین نے بت کے لیے قربانی کی۔ بُت کے پیٹ میں سے آواز آئی یا جَلِیحُ اَمْرٌ نَجِیحٌ رَجُلٌ فَصِیحٌ یَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ " اے شخص ایک کام کی بات ہے ایک مرد فصیح کہتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور لوگ یہ آواز سُن کر بھاگ گئے میں ٹھہرا رہا۔ دوسری بار پھر میں نے وہی آواز سُنی پھر ان ہی دنوں معلوم ہوا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم طرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے دعوت کرتے ہیں۔ بعض کتب تاریخ میں یہ قصہ روز اسلام عمر (رضی اللہ عنہ) لکھا ہے اور صحیح بخاری سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کا قصہ ہے بہر کیف ایک یہ معجزہ آنحضرت کا حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے قبل اسلام مشاہدہ کیا۔

حال ذکر شعب بنی ہاشم	ابوطالب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت حمایت کرتے تھے اور بسبب ان کی حمایت کے اشقیا آپ پر بوجہ کمال عداوت کے

قابو نہیں پاتے تھے اور ہمیشہ ابوطالب سے اس باب میں کہتے تھے مگر ابوطالب اُن کی نہیں سنتے تھے۔ ایک مرتبہ سب کفار نے مجتمع ہو کر ابوطالب سے کہا، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالے کر دو یا تم سے ہم لڑیں گے۔ ابوطالب نے آپ کا حوالے کر دینا قبول نہ کیا۔ کفار نے ارادہ مصمم آپ کے قتل کا کیا۔ ابوطالب آپ کو لے کر مع سارے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے۔ ایک شعب یعنی گھاٹی میں واسطے محافظت کے جا رہے اور کفار نے آپ سے برادری قطع کی اور بہت کوشش کی اس بات میں کہ کسی طرح کوئی بنی ہاشم اور بنی مطلب سے سلوک نہ کرے بنیوں اور سوداگروں کو منع کر دیا تھا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بھیجیں اور ایک کاغذ عہد نامہ قطع علاقہ ان لوگوں سے لکھوا کے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ تین سال تک

آنحضرت اور بنی ہاشم اور بنی مطلب اُس شعب میں نہایت تکلیف میں مبتلا رہے آخرکار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوحی الٰہی اس بات سے اطلاع ہوئی کہ کیڑے نے کاغذ عہد نامہ کو جو کعبہ میں لٹکایا تھا بالکل کھا لیا سوائے نام اللہ کے جہاں کہیں اُس میں تھا ایک حرف نہیں چھوڑا۔ آپ نے یہ حال ابوطالب سے کہا۔ ابوطالب نے شعب سے نکل کر یہ بات قریش سے بیان کی اور کہا کہ اس کاغذ کو دیکھو اگر محمد کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہیں دے دیں گے اور اگر صحیح نکلے تو اتنا تو ہو کہ تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ۔ قریش نے کعبہ پر سے اتار کے اس کاغذ کو دیکھا فی الواقع کیڑے نے سوائے نام اللہ کے سب حرفوں کو کھا لیا تب قریش اُس ظلم سے باز آئے اور عہد نامے کو چاک کر ڈالا اور ابوطالب ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و بنی ہاشم و بنی مطلب کے شعب سے نکل آئے۔

ف۔ عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ ہاشم، مطلب، عبدالشمس اور نوفل۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاشم کی اولاد میں ہیں اس طرح کہ ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب اور عبدالمطلب کے عبداللہ اور عبداللہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مطلب کی اولاد میں بنی المطلب ہیں امام شافعی رحمہ اللہ ان ہی میں سے ہیں۔ عبدالشمس کی اولاد میں بنو امیہ ہیں۔ امیہ عبدالشمس کا بیٹا تھا حضرت عثمان بنی امیہ میں سے ہیں، اور نوفل کی اولاد میں حضرت جبیر بن مطعم صحابی اور سعید بن جبیر تابعی ہیں۔ بنی مطلب حالت کفر میں بھی مثل بنی ہاشم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اسی سبب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حصہ ذوی القربیٰ کا تقسیم فرمایا بنی مطلب کو بھی دیا اولاد عبدالشمس اور نوفل کو نہیں دیا۔ حضرت عثمان اور جبیر بن مطعم نے اس باب میں عرض کیا اور کہا کہ بنی ہاشم کی ترجیح کا ہمیں انکار نہیں اس لیے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اُن میں پیدا کیا ہے مگر بنی مطلب اور ہم آپ سے ایک سی قرابت رکھتے ہیں ان کی ترجیح کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ بنی مطلب اور بنی ہاشم مثل ذات واحد کے ہیں یعنی ہمیشہ

باہم رہتے ہیں ترجیح کی وجہ یہ ہے۔

حال ذکر وفات ابوطالب

ہمیشہ آپ ابوطالب کو دعوت اسلام کی کرتے تھے اور باوصف آنکہ اُن کے دل میں خوب حقیقت ملتِ اسلام کی ثابت تھی مگر اس لیے کہ باپ دادے کے مذہب کو چھوڑ دینا عار سمجھتے تھے انہوں نے اسلام قبول نہ کیا حتیٰ کہ زمانہ اُن کی موت کا آپہنچا آپ نے کہا اے چچا ایک کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہو تو مجھے خدائے تعالیٰ سے تمہاری شفاعت کا ٹھکانا ہوا۔ ابوطالب نے نہ مانا اور عار بے جا سے بچنے کو نار اختیار کی۔

ف۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابوطالب کو کچھ آپ کے سبب سے نفع ہوا وہ آپ کی بہت حمایت کرتے تھے۔ آپ نے کہا کہ وہ ٹخنوں تک آگ میں ہیں اور اگر میں نہ ہوتا وہ دوزخ کے تلے کے درجے میں ہوتے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب کی وفات کا کہ وہ بہت حمایت آپ کی کرتے تھے بہت رنج ہوا اور اُسی سال

ذکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہوا اور اُن کے انتقال کا بھی آپ کو بڑا رنج ہوا اس لیے اس سال کا نام "عام الحزن" رکھا۔

ف۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بہت بڑا درجہ تھا حتیٰ کہ حدیث میں وارد ہے کہ زبانی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے خدائے تعالیٰ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بشارت بہشت کی دی اور سلام کہلا بھیجا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچایا بعد وفات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے آپ کے دو نکاح قرار پائے۔ ایک بکر (کنواری) یعنی عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے کہ وہ ان دنوں چھ برس کی تھیں مکہ میں ان کا نکاح ہوا اور مدینہ میں جب نو برس کی ہوئیں زفاف[1] ہوا۔ دوسری ثیب[2] یعنی سودہ[3] بنت زمعہ[4] رضی اللہ عنہا۔ اُن سے مکہ میں

[1] زفاف بالکسر دلہن کا شوہر کے پاس رہنا۔ ۱۲ [2] ثیب، جو عورت کنواری نہ ہو۔ [3] سودہ بفتح سین مہملہ وسکون واؤ و فتح دال مہملہ بعدہ الف۔ ۱۲ [4] زمعہ بفتح زائے معجمہ ومیم وعین مہملہ ۱۲۔

نکاح ہوا اور آپ کے ساتھ مدینہ میں آئیں اور ہمیشہ ازواج مطہرات میں رہیں۔

حال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام میں بہت کوشش کرتے تھے مگر کفار مکہ بہت تکلیفیں دیتے تھے اور راہ راست پر نہیں آتے تھے۔ ایک بار آپ طائف کو تشریف لے گئے اور وہاں کے لوگوں کو طرف اسلام کے دعوت دی۔ تین شخص وہاں سردار تھے عبدیالیل اور مسعود اور حبیب۔ ان سے اور سب وہاں کے شرفا سے اسلام کے لیے کہا۔ انھوں نے قبول نہ کیا بلکہ وہاں کے سفلے اور اوباش، آوارہ مزاج لوگوں کو بہکا کے آپ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ آپ وہاں سے بہت ملول ہو کے پھر آئے مکہ اور طائف کی راہ میں عتبہ اور شیبہ کا جو سرداران قریش سے تھے ایک باغ تھا اس میں جب آپہنچے درختوں کے سایہ میں ٹھہرے اُس وقت عتبہ اور شیبہ بھی اپنے باغ میں تھے انھوں نے اپنے غلام کے ہاتھ کہ عداس نام نصرانی تھا بمقتضائے قرابت رحم کھا کے انگور بھیجے۔ آپ نے کھانے سے پہلے کہا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ عداس نے کہا، اس بستی میں تو میں نے یہ نام کبھی نہیں سُنا۔ آپ نے پوچھا کہ تو کہاں رہتا ہے اس نے کہا نینوی[1] میں۔ آپ نے کہا میرے بھائی یونس (علیہ السلام) کی بستی میں۔ عداس نے پوچھا کہ یونس علیہ السلام تمہارے بھائی کیسے ہوئے آپ نے فرمایا یونس علیہ السلام پیغمبر تھے، میں بھی پیغمبر ہوں۔ عداس نے آپ کا نام پوچھا۔ آپ نے فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ عداس[2] نے کہا کہ میں نے تمہارا وصف انجیل اور توریت میں پایا ہے مدت سے تمہارے مبعوث ہونے کا منتظر تھا اور مسلمان ہو گیا۔ اور آپ کے ہاتھ پاؤں چومے۔ جب عتبہ اور شیبہ کے پاس پہنچا انھوں نے ہاتھ پاؤں چومنا اس کا دور سے جہاں بیٹھے تھے وہیں سے دیکھا تھا کہا کہ اس شخص نے تجھے فریب دیا۔ اس نے کہا کہ یہ پیغمبر ہیں ساری زمین پر

[1] نینوی بکسر نون وسکون یائے تحتانی و فتح نون و واؤ و الف مقصورہ نام قریہ یونس علیہ السلام ۱۲۔ [2] گواہی عداس نصرانی کی آپ کی نبوت پر ۱۲۔

ان سے کوئی بہتر نہیں جب آپ بطن نخلہ میں ایک دن کی راہ مکّہ سے ہے پہنچے رات کو وہاں رہ گئے۔ آپ قرآن مجید نماز میں پڑھتے تھے سات یا نو جن نینوی کے وہاں پہنچے اور کلام اللہ سُن کر ٹھہر گئے۔ جب آپ نماز پڑھ چکے وہ ظاہر ہوئے۔ آپ نے انھیں اسلام کی طرف دعوت کی وہ سب بے توقف مسلمان ہو گئے اور انھوں نے اپنی قوم کو جا کے اسلام کی طرف دعوت کی سورۂ احقاف میں آیہ وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ میں اسی قصّہ کی طرف اشارہ ہے پھر آپ مکّہ تشریف لے گئے اور بدستور ہدایت خلق اللہ اور دعوت اسلام میں مشغول ہوئے۔

فصل چھٹی معراج کے بیان میں

ایام اقامت مکّہ میں گیارہویں سال نبوت سے معراج ہوئی۔ آپ اُمِّ ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف رکھتے تھے چھت[1] شق ہوئی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کو اٹھا کر مسجد حرام میں لے گئے اور وہاں سینہ اور شکم مبارک کو دھویا اور سونے کا طشت[2] ایمان و حکمت سے بھر کے لائے تھے اُس سے آپ کے دل کو پُر کیا بعد ازیں براق کو کہ جنت سے لائے تھے اور وہ جانور تھا خچر سے قد میں کچھ نیچا اور دراز گوش سے اونچا، آپ کی سواری کے واسطے پیش کیا۔ ایسا تیز رفتار تھا کہ جہاں تک نگاہ پہنچتی تھی اک قدم اس کا ہوتا تھا جب

---

[1] نکتہ چھت کے شق ہونے سے حالانکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام دروازے سے بھی آ کے لے جا سکتے ہے یہ ہے ابتدا سے اشارہ اس بات کی طرف ہو جائے کہ اوپر کی جانب کے حجاب سب اٹھ گئے۔ [2] ظروف سونے کا استعمال ناجائز ہے بلکہ چاندی کے ظروف بھی پس وجہ استعمال سونے کی طشت کی اس مقام پر یہ ہے کہ اس وقت تک استعمال ان ظروف کا حرام نہیں ہوا تھا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ استعمال سونے اور چاندی کے ظروف کا اس عالم میں ناجائز ہے نہ کہ عالم آخرت میں چنانچہ کلام اللہ سے ثابت ہوتا ہے اور معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی از قبیل عالم آخرت تھی جیسا کہ محققین کے نزدیک محقق ہے۔ ۱۲

آپ نے سوار ہونے کا قصد کیا براق شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے براق تو کیوں شوخی کرتا ہے تجھ پر ایسا شخص سوار ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اُس کا سب سے زیادہ رتبہ ہے۔ براق شرما کے پسینے پسینے ہو گیا۔ صحیح ترمذی میں یہ روایت اس طرح مذکور ہے اور بعضی کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ براق نے درخواست کی کہ قیامت کے دن آپ میری پشت پر سوار ہوں اور آپ نے اُس کی اس درخواست کو قبول فرمایا۔ پھر آپ سوار ہوئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام ہمراہ تھے اور مسجد اقصٰے یعنی بیت المقدس کو تشریف لے گئے وہاں ارواح انبیائے کرام حاضر تھیں۔ آپ نے امام ہو کے بموجب حکم حق تعالٰے کے دو رکعت نماز پڑھی بعد ازاں سب پیغمبر حمد الٰہی بجالائے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور داؤد اور سلیمان اور عیسٰی علیہم السّلام نے حمد الٰہی میں خطبہ بلیغ پڑھا اور اُس میں نعمتیں جو اُن سے علاقہ رکھتی تھیں بیان کیں۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی حمد الٰہی میں نعمائے متعلقہ بذات خود بیان فرمائیں جن سے افضلیت آپ کی سب انبیائے کرام پر ثابت ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن صفات کو سُن کے انبیائے کرام کو خطاب کر کے بہذا اَفْضَلَكُمْ مُحَمَّدٌ یعنی بسبب ان ہی صفات کے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم سے افضل ہوئے بعد ازیں آپ آسمان کو تشریف لے گئے۔ جب پہلے آسمان پر پہنچے دروازہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کھلوایا۔ فرشتے نے جو دربان فلک تھا پوچھا کون ہے کہا جبرئیل۔ کہا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ کہا، کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ کہا ہاں۔ کہا مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَآءَ خوشی ہو انھیں اچھا آنا آئے اور دروازہ کھولا آپ آسمان میں داخل ہوئے۔ وہاں حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ تمہارے باپ آدم (علیہ السلام) ہیں۔ انہیں سلام کرو۔ آپ نے سلام کیا حضرت آدم (علیہ السلام) نے جواب سلام دیا اور کہا مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ۔ (خوشی ہو جیو فرزند نیک کو اور

نبی نیک کو) اور آپ نے دیکھا کہ کچھ گوری گوری صورتیں حضرت آدم (علیہ السلام) کی
سیدھی طرف سے نظر آتی تھیں اور کچھ صورتیں کالی کالی اُن کے بائیں طرف نظر آتی
تھیں۔ جب حضرت آدم (علیہ السلام) داہنی طرف دیکھتے خوش ہو جاتے اور جب
بائیں طرف دیکھتے ناخوش ہوتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بیان کیا کہ داہنی
طرف اُن کی اولادِ نیک کی صورتیں نظر آتی ہیں جو بہشتی ہیں اس لیے اُنہیں دیکھ
کر حضرت آدم علیہ السلام خوش ہو جاتے ہیں۔ اور بائیں طرف اُن کی اولادِ بد کی
صورتیں نظر آتی ہیں جو دوزخی ہیں اس لیے اُنہیں دیکھ کر ناخوش ہو جاتے ہیں
پھر دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے وہاں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے
دروازہ کھلوایا۔ فرشتہ دربان نے پوچھا کون ہے، کہا جبرئیل کہا کون ساتھ ہے
کہا محمدؐ۔ کہا کیا بلائے گئے ہیں۔ کہا، ہاں۔ کہا مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَاءَ
(خوشی ہو انہیں اچھا آنا آئے) اور وہاں آپ نے حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام
کو دیکھا۔ حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے کہا، یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں انہیں سلام کرو۔ آپ
نے سلام کیا۔ ان دونوں صاحبوں نے جواب سلام دیا اور کہا مَرْحَبًا بِالْاَخِ
الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ (خوشی ہو جو برادر نیک اور نبی نیک کو) بعد ازیں تیسرے
آسمان پر تشریف لے گئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بدستور دروازہ کھلوایا
وہاں کے دربان نے ویسی ہی گفتگو کی جیسی دربان اول و دوم نے کی تھی اور اُس
آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا انہیں
ایک شطر حسن کا ملا ہے۔ شطر کے معنی ہیں نصف اور بھی ایک حصہ یعنی نصف
حسن حضرت یوسف (علیہ السلام) کو ملا اور نصف سارے عالم کو یا ایک حصہ
کاملہ حسن کا انہیں ملا ہے۔ حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے کہا یہ یوسف (علیہ السلام)
ہیں انہیں سلام کرو۔ آپ نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب سلام دیا اور کہا
مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ پھر چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے
اور حضرت جبرئیل (علیہ السلام) اور فرشتہ دربان سے حسب سابق گف۔
اور

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

وہاں حضرت ادریس (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی اور اُن سے سلام و جواب
و مرحبا حسب سابق ہوا مگر انہوں نے آپ کو اَلْاَخُ الصَّالِحُ کہا۔ حالانکہ وہ آپ
کے اجداد ہیں۔ قیاس مقتضی اس بات کا ہے کہ اَلْاِبْنُ الصَّالِحُ کہتے مثل حضرت
آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے علما نے اس کی توجیہ میں یہ بات لکھی ہے
کہ حضرت ادریس (علیہ السلام) نے براہ تعظیم آپ کو اَلْاَخُ الصَّالِحُ کہا فقط بعد
ازیں آپ پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے بعد گفتگوئے معمولی درمیان و
جبرئیل (علیہ السلام) کے اُس آسمان میں داخل ہوئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام
سے ملاقات ہوئی۔ اُن سے سلام و جواب و مرحبا بدستور سابق ہوا۔ بعد ازیں
چھٹے آسمان کو آپ تشریف لے گئے وہاں بھی دربان سے گفتگو مثل سابق
ہوئی اور سلام و جواب و مرحبا بھی مثل سابق ہوا اور جب وہاں سے بڑھے
تو حضرت موسیٰ علیہ السلام روئے اور کہا کہ میرے بعد یہ نوجوان پیغمبر ہوا اور
اُس کی اُمت کے لوگ میری اُمت سے زیادہ بہشت میں جائیں گے مقصود
اُن کا تاسف تھا اپنی اُمت کے حال پر کہ بسبب نافرمانیوں کے زیادہ بہشت
میں جانے سے محروم رہی بعد ازیں ساتویں آسمان کو تشریف لے گئے اور بعد
کھلوانے دروازے کے اور ہونے گفتگو حسب سابق کے اس آسمان پر حضرت
ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کہ

ذکر بیت المعمور

بیت المعمور سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا
کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نئے داخل ہوتے ہیں کہ پھر اس
میں نہیں آتے اور حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے کہا کہ یہ باپ تمہارے
ابراہیم (علیہ السلام) ہیں انہیں سلام کرو۔ آپ نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب
سلام دیا اور کہا مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ بعد ازیں

ذکر سدرۃ المنتہیٰ

سدرۃ المنتہیٰ کے پاس تشریف لے گئے وہ بیری کا درخت
ہے بڑا عظیم الشان۔ آپ نے فرمایا کہ اُس کے پتے ایسے ہیں جیسے ہاتھی کے

کان اور اُس کے بیر ایسے جیسے مٹکے ہجر کے ہجر ایک شہر کا نام ہے وہاں کے مٹکے بہت بڑے ہوتے ہیں اور آپ نے فرمایا اس پر بے شمار تینگے سونے کے تھے یعنی فرشتے اس صورت کے آپ نے آگے جانے کا قصد کیا حضرت جبرئیل علیہ السلام وہاں ٹھہر گئے آپ نے سبب پوچھا کہا کہ مجھے یہاں سے اوپر جانے کی طاقت نہیں۔ شعر

اگر یکسر موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

یعنی اگر بال بھر بھی اوپر اُڑوں — روشنی تجلی جلاوے پر میرے

ذکر رفرف

کتب سیر میں لکھا ہے کہ وہاں سے براق کو آپ نے چھوڑا وہاں رفرف سبز آیا کہ روشنی اس کی آفتاب کی روشنی پر غالب تھی اس پر آپ کو بٹھایا۔ رفرف لغت میں بچھونے کو کہتے ہیں۔ پس وہ رفرف مسند سبز زریں نورانی تھا مثل رواں کے آپ کو اُس پر سوار کیا اور وہ آپ کو کرسی وغیرہ سب مکانات آسمانی اور حجب نورانی طے کرا کے عرش تک لے گیا۔

حال — **ذکر حصول شرف دیدار وکلمات التحیات**

اللہ جل جلالہ سے آپ کو ایسا قرب حاصل ہوا کہ کبھی کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا اور نہ کوئی فرشتہ اس قرب کو پہنچا اور اللہ تعالےٰ نے آپ سے کلام کیا اور آپ کو دیدار مبارک اپنا دکھلایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرف قرب اتم اور دیدار سے مشرف ہوئے۔ آپ نے بالہام ربانی کہا:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ	سب عبادتیں زبانی اور بدنی اور مالی اللہ کے لیے ہیں

اللہ جل جلالہ نے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ۔	سلام تم پر اے پیغمبر اور رحمت خدا کی اور برکتیں اُس کی۔

پھر آپ نے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔	سلام ہم پر اور خدا کے نیک بندوں پر۔

تب فرشتوں نے کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔	گواہی دیتے ہیں کوئی لائق عبادت کے نہیں سوائے اللہ کے اور گواہی دیتے ہیں کہ محمد بندے اس کے اور رسول اس کے۔

نکتہ: آپ کا اس وقت التحیات للہ آخر تک کہنا ایسا ہوا جیسا بوقت حاضر ہونے کے حضور بادشاہ میں کورنش وتسلیمات بجا لاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کا السلام علیک آخر تک فرمانا ایسا ہوا جیسے بادشاہ اپنے مقرب کا سلام بکمال مہربانی وتوقیر لیتے ہیں۔ پھر آپ کا السلام علینا آخر تک کہنا ایسا ہوا جیسا مقربان بادشاہی جو عالی ہمت ہوتے ہیں بوقت توجہ بادشاہی اپنی طرف سے اور لوگوں کو یاد کرتے ہیں کہ وہ بھی مشمول مراحم شاہی ہو جائیں۔ پھر ملائکہ کا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ آخر تک کہنا ایسا ہے جیسے حاضران دربار شاہی کسی امیر مقرب پر عنایت خاص اور مکرمت باختصاص دیکھ کے بادشاہ کی مدح وثنا اور اس امیر کی تعریف اور مستحق تقرب ہونا بیان کرتے ہیں۔ چونکہ نماز معراج المومنین ہے واسطے یاددہی حال معراج جناب سید الرسل

سبب تخصیص التحیات بحالت قعود صلوٰۃ

صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ہوا کہ نماز کے قعود میں یہ سب عبارت پڑھی جاوے۔ قعود نماز کی سب ہیئتوں میں بندوں کی توقیر پر زیادہ دلالت کرتا ہے کہ گویا بادشاہ کے حضور میں بندوں کو بسبب کمال عنایت کے اجازت بیٹھنے کی حاصل ہوئی اسی جہت سے پڑھنا التحیات کا کہ بوقت کمال توقیر جناب سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت اس کی حاصل ہوئی تھی قعود میں مقرر ہوا۔ **نکتہ ثانیہ:** بعضے گنہگاروں کے دل میں یہ خلجان ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے

وقت کرامت میں عباد صالحین کو بالخصوص یاد فرمایا گنہگاروں کا ذکر نہ کیا؟

نکتہ لطیفہ دربارہ گنہگاراں جواب اس کا بعضے بزرگوں نے خوب لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ممکن نہ تھا کہ ایسے وقت میں آپ گنہگاروں کو یاد نہ کرتے آپ رحمۃ للعالمین تھے اور نظر عنایت آپ کی گنہگاروں پر زیادہ تر تھی سو آپ نے اس مقام قرب وحضور میں گنہگاروں کو صالحین سے پہلے یاد فرمایا اس طرح کہ ایکطرح رتبہ اُن کا صالحین سے بڑھ گیا یعنی آپ نے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا بصیغۂ متکلم مع الغیر فرمایا سلام ہم سب پر اَلسَّلَامُ عَلَیَّ سلام مجھ پر بصیغۂ متکلم واحد نہ فرمایا سو گنہگاروں کو آپ نے بنظر غریب پروری اپنے ساتھ شامل کر لیا اور صالحین سے پہلے انہیں یاد کیا ع کہ مستحق کرامت گنہگاراں اند۔

حال ذکر فرضیت نماز پنجگانہ اللہ جل جلالہٗ نے اس رات میں ایسے علم اور فیوض آپ کو عطا فرمائے کہ زبان بیان اُس کے اظہار سے کوتاہ ہے خود خدائے تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے فرمایا ہے

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ (پ۲۷ سورہ النجم)	پس وحی بھیجی خدائے تعالےٰ نے طرف اپنے بندے کے جو کچھ کہ وحی بھیجی۔

اور اللہ تعالےٰ نے پچاس وقت کی نماز آپ کی اُمّت پر فرض کی آپ وہاں سے پھرے جب چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس آئے انہوں نے پوچھا کہ تمہاری اُمّت پر کیا فرض ہوا۔ آپ نے کہا پچاس وقت کی نماز ہر روز۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ تمہاری اُمّت سے پچاس وقت کی نماز ہرگز نہ ہو سکے گی میں نے معاملہ بنی اسرائیل کا خوب بھگتا ہے اور بہت تدبیریں اُن کی ہدایت اور اطاعت کی کرتا رہا ہوں مجھے حال خوب معلوم ہے تم اپنے رب کے پاس پھر جاؤ اور خدائے تعالیٰ سے اپنی اُمّت کے لیے تخفیف چاہو۔ آپ نے بموجب مشورہ موسیٰ علیہ السلام کے کیا اور خدائے تعالیٰ نے دس نمازوں کی تخفیف کی چالیس رکھیں۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے پاس آئے اُنہوں نے پھر تقریر مثل سابق کے کی اور آپ پھر گئے اور دس کی پھر تخفیف ہوئی اسی طرح ہر بار تخفیف ہوتے ہوتے دس کو پہنچی اور پھر بموجب مشورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جب مراجعت فرمائی خدائے تعالےٰ نے پانچ وقت کی نماز رکھی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تمہاری اُمّت سے پانچ وقت کی نماز بھی نہ ہو سکے گی پھر جاؤ اور خدائے تعالیٰ سے تخفیف چاہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہاں تک اللہ جل جلالہٗ کے حضور میں بار بار عرض کیا کہ اب مجھے عرض کرنے میں شرم آتی ہے میں نے پانچ وقت کی نماز قبول کر لی اُسی وقت عرش سے ندا آئی اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِيْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ پورا کیا میں نے اپنا فرض اور تخفیف کی اپنے بندوں سے یعنی ہر نیکی کا دس گنا ثواب ہوتا ہے پس نمازیں بحساب ثواب کے پچاس ہوئیں کہ خدائے تعالیٰ نے پہلے فرض کی تھیں اور بندوں کو آسانی ہو گئی کہ پانچ ہی نمازیں پڑھیں گے اور پچاس کا ثواب پاویں گے۔

ف۔ صحیح بخاری میں تو فرض ہونا پچاس نمازوں کا شب معراج میں حسب شرح سابق تخفیف ہو کے پانچ کا رہنا مذکور ہے روزوں کا ذکر نہیں اور بعض کتابوں میں فرض ہونا چھ مہینے کے روزوں کا اور تخفیف ہو کے ایک مہینے کے رہنا بھی مذکور ہے۔

پیش ہونا پیالوں کا شب معراج میں **ف**۔ آپ کے سامنے شب معراج میں تین پیالے پیش ہوئے ایک دودھ کا اور ایک شہد کا اور ایک شراب کا۔ آپ نے دودھ کا پیالہ لیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اِخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ تم نے اختیار کیا فطرت اسلام کو۔ دودھ کو اللہ تعالیٰ نے بہت لطیف اور نافع بنایا ہے۔ مدار حیات آدمی کا کھانے اور پینے پر ہے سو دودھ بجائے کھانے اور پانی دونوں کے ہو جاتا ہے۔ پس دودھ مادۂ حیات جسمانی ہے جس طرح ایمان مادۂ حیات روحانی ہے سو دودھ صورت مثالی تھی۔ ایمان اور اسلام کی آپ نے اختیار کیا تا کہ آپ کی اُمّت میں ایمان واسلام قائم رہے۔ بعضے

روایات میں پیش آنا پیالوں کا پاس سدرۃ المنتہیٰ کے مذکور ہے اور بعضی روایات میں بیت المقدس میں دونوں روایتوں کی تطبیق کے لیے بعضے علماء نے لکھا ہے کہ دونوں جگہ پیش ہوئے۔

مشاہدۂ عجائبات **ف** شب معراج میں آپ نے بہشت اور دوزخ کی بھی سیر کی اور بہت امورِ عجیبہ مشاہدہ کیے مگر کتب تواریخ میں بروایت بخاری ایک حدیث ہے جس میں خواب میں مشاہدہ کرنا آپ کا اُس جنس کے امور کو مذکور ہے جیسے شب معراج میں لوگ ذکر کرتے ہیں اس مقام پر وہ حدیث ذکر کی جاتی ہے۔

حال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو بعد نماز لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ تم نے کوئی خواب دیکھا ہے جو کوئی بیان کرتا ہے آپ اُس کی تعبیر ارشاد کرتے۔ ایک دن آپ نے لوگوں سے حسب معمول پوچھا کسی نے کوئی خواب بیان نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ رات میں نے دیکھا کہ میرے پاس دو شخص آئے اور مجھے اٹھا کے لے چلے ایک میدان صاف میں پہنچے وہاں دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہے اور اُس کے سر کے پاس ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک آنکڑا ہے۔ اس آنکڑے کو اس بیٹھے کے منہ میں ڈال کے ایک طرف کا گلپھڑا اُس کا چیرتا ہے پشت تک پھر آنکڑے کو نکال کر دوسرا گلپھڑا چیرتا ہے پشت تک اتنی دیر میں پہلا گلپھڑا اس کا درست ہو جاتا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ ہمراہیوں نے کہا کہ آگے چلو آپ آگے چلے دیکھا کہ ایک آدمی چت لیٹا ہے اور ایک آدمی اُس کے سر کے پاس کھڑا ہے اور اس زور سے پتھر اُس کے سر میں مارتا ہے کہ سر اُس کا پچی ہو جاتا ہے اور دماغ پاش پاش ہو جاتا ہے اور پتھر لڑھک جاتا ہے وہ شخص اس پتھر کو اٹھانے جاتا ہے جب تک وہ پتھر اٹھا کے لاتا ہے اس لیٹے آدمی کا سر درست ہو جاتا ہے پھر وہ پتھر مارتا ہے اور سر کو پچی کر دیتا ہے اور پتھر لڑھک جاتا ہے

اور وہ پتھر اٹھانے کو جاتا ہے اور پھر سر درست ہو جاتا ہے پھر پتھر مارتا ہے آپ نے دونوں ہمراہیوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا آگے چلو۔ آگے چلے دیکھا کہ ایک غار اوپر سے تنگ اندر سے کشادہ مثلِ تنور کے اور اُس میں آگ جلتی ہے اور کچھ مرد ننگے اور کچھ عورتیں ننگی ہیں آگ انہیں جلاتی ہے اور آگ کے زور سے وہ تلے سے اوپر اٹھتے ہیں اتنا کہ قریب نکلنے کے ہو جاتے ہیں پھر اندر کو چلے جاتے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ دونوں ہمراہیوں نے کہا کہ آگے چلو۔ آگے چلے دیکھا کہ ایک نہر ہے خون کی اور ایک آدمی اس کے بیچ میں ہے اور باہر نکلنا چاہتا ہے اور کنارے پر ایک آدمی ہے کہ اُس کے ہاتھ میں پتھر ہیں اُن سے درمیان والے آدمی کو مار کر پھیر دیتا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہیں دونوں ہمراہیوں نے کہا آگے چلو۔ آگے چلے دیکھا ایک باغ سبز ہے اس میں ایک بڑا درخت ہے کہ اس کی جڑ میں ایک بڈھا ہے اور کچھ لڑکے اور قریب وہاں سے ایک شخص آگ جلا رہا ہے۔ آپ کو دونوں آدمی درخت پر چڑھا لے گئے، درخت کے بیچ میں ایک گھر تھا اس میں داخل کیا کہ پہلے گھر سے بھی اچھا تھا دیکھا کہ اس میں بڈھے اور جوان ہیں آپ نے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ تم دونوں نے ساری رات مجھے پھرایا بیان تو کرو حقیقت اُن چیزوں کی جو دیکھیں۔ انہوں نے کہا کہ جس کے گلپھڑے چیرے جاتے ہیں وہ شخص ہے جو جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹی بات اُس کی مشہور ہو جاتی ہے اور جس آدمی کا سر پتھر سے کچلا جاتا ہے وہ ہے جو قرآن مجید یاد کرے اور رات کو سو رہے قرآن نہ پڑھے اور دن کو اس کے موافق عمل نہ کرے قیامت تک اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوگا اور مرد اور عورتیں برہنہ جو آگ میں جلتے غار مثل تنور میں نظر پڑیں وہ زناکار مرد اور عورتیں ہیں اور خون کی ندی والا آدمی سود خوار ہے اور بڈھا جو درخت کی جڑ میں دیکھا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور لڑکے اولاد لوگوں کی اور آگ جلانے والا فرشتہ داروغۂ دوزخ مالک تھا اور پہلا گھر جو دیکھا عام

مومنین کا گھر ہے بہشت میں اور دوسرا گھر اُس سے اچھا شہداء کا گھر ہے اور ہم دونوں جبرئیل (علیہ السلام) اور میکائیل (علیہ السلام) ہیں۔ سر اُٹھا کے دیکھو دیکھا تو ایک ابر سفید سا نظر پڑا، کہا یہ تمہارا گھر ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا چھوڑ دو اپنے مکان میں داخل ہوں کہا ابھی تمہاری عمر باقی ہے بغیر اس کے پورا کیے تم اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتے۔

حال | بیان اس بات کا کہ معراج میں آپ کا تشریف لیجانا از قبیل عالم آخرت ہے

بعد قرب تمام جناب خالق کریم وحصول شرف کلام و دیدار و دیگر نعمائے عظیمہ آپ نے مراجعت فرمائی۔ مشہور ہے کہ بستر مبارک ہنوز گرم تھا اور زنجیر حجرے کی ہنوز ہلتی تھی اور روضۃ الاحباب میں زمانہ آمد ورفت تین ساعت لکھا ہے پس اس عالم میں اثر توقف اور طول سیر کا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ و دیگر صوفیہ کرام نے لکھا ہے کہ معراج میں آپ کا تشریف لے جانا از قبیل عالم آخرت ہے کہ اُس عالم میں بڑی گنجائش ہے ایک لمحے میں صدہا سال کے کام ہو سکتے ہیں۔

حال | صبح آپ نے اس حال کو بیان فرمایا۔ کفار نے جھٹلایا اور ٹھٹھا کرنے لگے بعضوں نے اُن میں جھپٹ کے ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ تم اب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سچا کہو گے۔ وہ کہتے ہیں کہ رات میں بیت المقدس اور سب آسمانوں کی سیر کر آئے۔ ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے کہا اگر وہ یہ بات کہتے ہیں تو بیشک سچے ہیں اور آپ کے حضور میں حاضر ہو کے احوال معراج سن کے بخوبی تصدیق کی۔ اسی سبب سے اُن کا لقب صدیق ہوا۔ چنانچہ حاکم نے روایت کی ہے اور بعضے ضعیف الایمان مرتد ہو گئے۔

حال | کافروں نے کہا کہ آسمانوں کا حال ہمیں معلوم نہیں مگر بیت المقدس کو ہم نے دیکھا ہے اور خوب جانتے ہیں کہ تم وہاں کبھی نہیں گئے ہو بھلا نقشہ بیت المقدس

کا اور شرح اس کے مکانات کی تو بیان کرو۔ آپ شب میں تشریف لے گئے تھے اور کچھ ضرورت آپ کو نقشے کے دریافت کرنے کی نہ تھی بایں جہت آپ کو نقشے کے بیان کرنے میں تامل ہوا خدائے تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا آپ نے دیکھ کر بخوبی نقشہ بیان کر دیا۔ کافر لاجواب ہوئے اور آپ نے اُن کے قافلہ کا کہ بجانب شام تجارت کو گیا تھا حال بیان کیا کہ وہ پھرے ہیں بدھ کے روز مکہ میں داخل ہوں گے۔ اس دن قافلہ قریب شام تک نہ آیا اللہ تعالیٰ نے دن کو اتنا بڑھا دیا[1] کہ قافلہ مکہ میں داخل ہو گیا بالجملہ خدائے تعالیٰ نے ہر طرح اس عطیہ عظمیٰ کی صورت تصدیق نمایاں کی۔

باب دوم

احوال ہجرت کے بیان میں تا وفات

فصل اوّل مقدماتِ[1] ہجرت اور رحلت اراہ کے بیان میں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبائل عرب کو جو موسم حج میں واسطے حج کے آتے دعوت اسلام کی فرماتے اور اپنی رفاقت کے لیے کہتے سو یہ سعادت نصیب انصار مدینہ کے تھی۔ ایک سال میں کہ گیارھواں سال نبوت کا تھا کچھ لوگ قوم انصار کے آئے تھے آپ نے اُن کو دعوت اسلام کی دی انہوں نے مدینہ کے یہود سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عنقریب پیدا ہوں گے اور وہ انصار مغلوب تھے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے ہم اُن کے ساتھ ہو کے تمہیں قتل کریں گے۔ انصار نے آپ کی دعوت سُن کر کہا کہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر یہود کرتے ہیں لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے اُن سے آملیں اور چھ آدمی اُن سے مشرف باسلام ہوئے اور اقرار کیا کہ سال آئندہ میں ہم پھر آویں گے۔ مدینہ میں جاکر انہوں نے آپ کا ذکر کیا اور ہر گھر میں آپ کا ذکر پہنچا۔ بارہویں سال انصار میں سے بارہ آدمی نے آکے آپ سے ملاقات کی پانچ پہلوں میں کے اور سات اور اُنہوں نے احکام اسلام اور اطاعت پر بیعت کی آپ نے حسب درخواست اُن کے مصعب بن عمیر کو واسطے تعلیم قرآن مجید اور شرائع اسلام کے مدینہ کو بھیج دیا مصعب نے تعلیم قرآن و شرائع اور دعوت اسلام کی شائع کی اور اکثر آدمی انصار میں کے مسلمان ہو گئے تھوڑے اُن میں باقی رہے۔ تیرہویں سال

[1] مقدمات سے وہ امور مراد ہیں جو ہجرت سے پہلے ہوئے اور بسبب ہجرت کا ہوئے ۱۲

میں ستر آدمی شرفائے انصار میں سے آئے اور مشرف باسلام ہوئے اور عہد و پیمان آپ کے ساتھ کیا کہ آپ جو مدینہ کو تشریف لے جاویں گے ہم خدمت گزاری میں کوتاہی نہ کریں گے اور جو کوئی دشمن آپ کا مدینہ پر چڑھ آوے گا ہم اس سے لڑیں گے اور جاں نثاری میں قصور نہ کریں گے یہ دونوں بیعتیں بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہیں۔ عقبہ کے معنی ہیں گھاٹی کے ایک گھاٹی پر یہ بیعتیں ہوئی تھیں لہٰذا بیعۃ العقبہ کہلاتی ہیں پہلی اولیٰ اور دوسری ثانیہ بعد بیعت عقبہ ثانیہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو اجازت ہجرت مدینہ طیبہ کی فرمائی اور اصحاب نے روانہ ہونا شروع کیا خفیہ روانہ ہوئے مگر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ذکر ہجرت حضرت عمر رضی اللہ عنہ

شمشیر حمائل کر کے مسلح ہو کر خانہ کعبہ پر آئے اور طواف کیا بعد اس کے جماعت کفار کو خطاب کر کے کہا خراب ہوں وہ لوگ جو پتھروں کو پوجتے ہیں۔ پھر کہا جس کو اپنی جورو کا بیوہ کرنا اور اپنی اولاد کا یتیم کرنا منظور ہو میرا سامنا کرے۔ یہ کہہ کر روانہ ہوئے طرف مدینہ۔ کسی کو قریش میں سے طاقت اس بات کی نہ ہوئی کہ ان کا مقابلہ کرے۔ سب صحابہ ہجرت کر گئے سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کوئی باقی نہ رہا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ نے انھیں بشارت دی کہ تم میری رفاقت میں چلو گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔

حال ایک دن سرداران کفار قریش مثل ابوجہل وغیرہ دار الندوہ میں کہ متصل خانہ کعبہ کے ایک مکان تھا اور مشورت کے لیے قریش وہاں جمع ہوا کرتے تھے واسطے مشورے کے امر میں مجتمع[1] ہوئے ابلیس لعین بصورت ایک پیر مرد کے وہاں آموجود ہوا کفار قریش اس کے آنے کو مخل سمجھے اس واسطے کہ مشورہ تنہائی میں کرنا چاہتے تھے۔ شیطان نے کہا کہ میں ساکن نجد ہوں اور مجھے معلوم

[1] مجتمع ہونا کفار قریش کا دار الندوہ میں واسطے مشورت کے آپ کے امر میں۔ ۱۲۔

ہے جس باب میں تم مشورہ کیا چاہتے ہو میں مرد تجربہ کار ہوں اس امر میں صلاح نیک دوں گا۔ کفار یہ بات سُن کر خوش ہوئے اور اس کے آنے کو غنیمت سمجھے اصطلاح میں شیطان[1] کو شیخ نجدی جو کہتے ہیں منشاء اُس کا یہی قصہ ہے بعد ازیں کفار نے مشورہ پیش کیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں بہت عاجز اور تنگ کیا ہے ہمیں کافر کہتے ہیں ہمارا ٹھکانا دوزخ بتاتے ہیں ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں ہماری جماعت میں تفرقہ ڈال دیا بعید نہیں کہ اپنے تابعین اور رفقاء کے زور سے ہم سے لڑنے کا قصد کریں اُن کے لیے ایسی تدبیر سوچو کہ بالکل دفع ہو جائیں ایک شخص[2] نے ان میں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک کوٹھڑی میں قید کر دو ایک علیحدہ جگہ کہ کوئی اُن سے ملنے نہ پاوے فتنہ ان کا تو یہی ہے کہ لوگ اُن کا کلام سن کر فریفتہ ہو جاتے ہیں جب اُن سے کوئی ملنے نہ پاوے گا یہ فتنہ موقوف ہو جاوے گا۔ شیخ نجدی نے کہا یہ رائے پسندیدہ نہیں بنی ہاشم اور سب تابعین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس باب میں مزاحم ہوں گے اور نوبت جدال اور قتال کی پہنچے گی۔ بعد ازاں ایک[3] شخص نے کہا کہ میری رائے میں یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہاں سے نکال دو یہاں نہ رہیں گے تو ہم اُن کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے بھی ناصواب ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان آوری اور سحر بیانی معلوم ہے جہاں جائیں گے لوگوں کو مسخر کر لیں گے اور تابعین اُن کے اُن سے جا ملیں گے زور پیدا کر کے ہم پر چڑھ آئیں گے اور ہنگامہ آرائے اور جدال و قتال ہوں گے بعد ازاں ابوجہل نے یہ رائے نکالی کہ ہر قبیلہ قریش میں سے ایک ایک آدمی منتخب ہو اور رات کو سب مجتمع ہو کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکان پر جا کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کریں۔ بنی ہاشم سارے قبائل قریش سے طاقت مقاومت کی نہیں رکھتے بالضرور دیت یعنی خون بہا پر راضی ہو جائیں گے۔

---

[1] وجہ تسمیہ شیطان شیخ نجدی [2] وہ ہشام بن عمر تھا [3] وہ ابوالبختری تھا۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

اور ہم لوگ دیت بے تکلف ادا کر دیں گے۔ ابلیس لعین نے اس امر کو نہایت پسند کیا اور اس بات پر مشورہ ختم کر کے عزم بالجزم اس امر کا کر کے وہاں سے اٹھے اللہ جل جلالہٗ نے اس سب مشورہ کی خبر آنحضرت کو پہنچائی۔ آیہ

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (پ ۹ ع ۱۸)

(ترجمہ) "اور جب مکر کرتے تھے کافر لوگ کہ تجھے قید کریں یا نکال دیں اور داؤں کرتے ہیں وہ اور داؤں[2] کرتا ہے اللہ اور اللہ بہتر داؤں کرنے والا ہے۔"

میں اسی بات کا ذکر ہے اور حکم نازل ہوا کہ تم مدینے کو ہجرت کر جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ابوبکر صدیق کے گھر تشریف لے گئے اور اُن سے تنہائی میں حال بیان کیا اور کہا کہ تم رفیق ہو ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہٗ) نے عرض کیا کہ میں نے دو اونٹنیاں اسی سفر کے لیے خریدی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان میں ایک مجھے اس قیمت کو دو جس قیمت کو تم نے لی ہے۔ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہٗ) نے کہا آپ کے ویسے نذر ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ تو بقیمت ہی لیں گے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہٗ) نے کہا بہت خوب۔ **ف** باآنکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مال ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہٗ) کو بے تکلف خرچ کرتے تھے اپنا ہی مال سمجھتے تھے۔ اس[1] اونٹنی کی قیمت میں کیوں اصرار کیا۔ سبب اس کا محدثین نے یہ لکھا ہے کہ آپ نے چاہا کہ اس عبادت عظمیٰ میں صرف مال اپنی ذات ہی کا ہو۔

حال رات کو آپ دولت خانے میں تھے کہ جماعت کفار نے آکے دروازہ مبارک کو گھیر لیا اور وہاں مجتمع ہوئے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ

---

[1] نکتہ اس بات کا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوقت ہجرت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اونٹنی بقیمت کیوں لی جبکہ ان کا مال تو آپ بے تکلف خرچ کرتے تھے۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ [2] (خفیہ تدبیر کرنے والا)

کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور ردائے مبارک کو انہوں نے اوڑھ لیا اور اُن سے
آپ نے فرمایا کہ کفار تمہیں کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے اور آپ کے پاس جو
لوگوں کی امانتیں تھیں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو دے دیں اور اُن سے کہا
کہ یہ مالکوں کو پہنچا کے مدینہ میں آئیو اور آپ دروازے سے نکلے اور اول سورۂ
یٰسین کو فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (پ ۲۲: ع ۱۸) تک پڑھ کے ایک
مٹھی خاک جماعت کفار پر پھینک ماری وہ ہر کافر کے سر اور منہ پر اور آنکھوں میں
پہنچی اور آپ صاف نکل گئے کسی کو نظر نہ آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص
کہ وہ شیطان تھا وہاں موجود ہوا اور پوچھا کہ کس فکر میں کھڑے ہو انہوں نے کہا کہ
بقصد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہیں۔ شیطان نے کہا کہ وہ تمہاری آنکھوں میں
اور سروں پر خاک ڈال کر چلے گئے۔ ہر ایک نے جو اپنے چہرے اور منہ پر ہاتھ
پھیرا اثر خاک کا پایا۔ ف۔ لکھا ہے کہ جو کفار اس وقت مجتمع تھے اور خاک
اُن پر پہنچی سب بحالت کفر بروز بدر مقتول ہوئے سوائے حکیم بن حزامؓ[1] کے کہ
وہ مشرف باسلام ہوئے اور روز بدر مقتول نہیں ہوئے بلکہ اُن کی عمر ایک
سو بیس برس کی ہوئی، ساٹھ برس بحالت کفر گزرے تھے اور ساٹھ برس
زندہ رہے پھر کفار نے دروازے کی درزوں سے جو دیکھا تو
حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو آپ کے بستر پر چادر اوڑھے لیٹا دیکھا سمجھے کہ
آپ لیٹے ہیں۔ بالآخر مکان کے اندر گھسے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھٹکا سن کر
بستر سے اٹھ کھڑے ہوئے اُن سے پوچھا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہاں
ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔ پھر وہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے
متعرض نہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں مشغول ہوئے

۱؎ حزام بکسر حائے مہملہ و زائے معجمہ قاموس میں لکھا ہے کہ حکیم بن حزام خود بھی صحابی
ہیں اور ان کے باپ بھی صحابی ہیں اور ان کے بیٹے کا نام بھی حزام تھا وہ تابعی ہے ۱۲۔

حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دولت خانہ سے نکل کے ابوبکر صدیق
(رضی اللہ عنہ) کے گھر تشریف لے گئے اور اُن کو ساتھ لے کے پیادہ روانہ ہوئے
آپ نے جوتا پاؤں سے نکال ڈالا تھا اور انگلیوں سے چلتے بایں خیال کہ
نشان قدم معلوم نہ ہوں آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے آپ کو کندھے پر سوار کیا اور غار ثور تک پہنچا دیا۔

آپ کا غار ثور میں تشریف لے جانا اور وہاں کے معجزات کا بیان

ثور ایک پہاڑ ہے متصل مکہ کے جب
متصل غار کے پہنچے ابوبکر صدیق
(رضی اللہ عنہ) نے آپ سے کہا کہ آپ باہر ٹھہریں میں جا کے غار کو صاف کر
ڈالوں کہ پہاڑوں کے غار اکثر حشرات[1] سے خالی نہیں ہوتے۔ پھر ابوبکر صدیق
(رضی اللہ عنہ) غار میں گھسے اور اپنی چادر کو پھاڑ کے سب سوراخ بند کیے۔ ایک
سوراخ باقی رہا اس میں حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے اپنے پاؤں کی
ایڑی رکھ دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غار میں بلایا۔ آپ اندر تشریف
لے گئے اور ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو رہے،
سانپ نے حضرت صدیق کے پاؤں میں کاٹا، انہوں نے جنبش نہ کی بایں خیال
کہ آپ کی نیند میں خلل نہ پڑے لیکن بسبب شدت تکلیف کے حضرت صدیق
(رضی اللہ عنہ) کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور رخسار مبارک پر گرے، آپ
جاگ اٹھے۔ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ مجھے سانپ نے کاٹا آپ
نے آب دہن[2] کاٹنے کی جگہ پر لگا دیا فوراً حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) اچھے ہو گئے۔

حال بعد آپ کے غار میں داخل ہونے کے مکڑی نے جالا غار کے
منہ پر پور دیا اور ایک کبوتر کے جوڑے نے آ کے غار میں انڈے دے کے
سینا شروع کیا[3] صبح کو کفار تلاش کرتے ہوئے لب غار تک پہنچے اور اس

۱؎ یعنی سانپ بچھو وغیرہ۔ ۲؎ معجزہ ۱۳۔ ۳؎ معجزہ ۱۴۔

طرح جا کھڑے ہوئے کہ حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) کو ان کے پاؤں نظر پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمال حزن و قلق ہوا اور عرض کی کہ اگر یہ لوگ اپنے پاؤں کی طرف دیکھیں گے تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ آپ نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (پ ۱۰ - ع : ۱۲)	(یعنی) رنج مت کرو بیشک اللہ ہمارے اور تمہارے دونوں کے ساتھ ہے

کفار نے جب مکڑی کے جالے اور کبوتروں کے جوڑے کو دیکھا تو انھوں نے کہا کہ اگر کوئی آدمی اس غار میں گھسا ہوتا تو یہ مکڑی کا جالا ٹوٹ گیا ہوتا اور کبوتر جنگلی وحشی جانور ہے اس غار میں نہ ٹھہرتا۔ بعضوں نے کہا کہ یہ جالا تو ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) کی پیدائش سے پہلے دیکھا تھا ویسا ہی ہے اور یہ کہہ کر کفار پھر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی محافظت کے لیے تار عنکبوت اور جانور وحشی سے ایسا کام لیا کہ صدہا زرہ آہنی اور جوانان جنگی سے نہ نکلتا۔

فضیلت حضرت ابوبکر صدیق و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قصۂ ہجرت میں

ف - قصۂ ہجرت میں اللہ جل جلالہٗ نے حضرت علی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کو بہت فضیلت عطا فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو یہ کہ محل خوف جان میں بجائے آپ کے لیٹے اور داد جان نثاری کی دی۔ بعضے علماء نے لکھا ہے کہ یہ آیہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (پ ۲ : ع ۲ : ۵)	(یعنی) اور بعضے آدمی بیچتے ہیں جان اپنی خدا کی رضامندی کی تلاش میں اور اللہ بہت مہربان ہے بندوں پر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اس قصۂ ہجرت میں نازل ہوئی ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت تو ظاہر ہے کہ سارے سفر ہجرت میں حق خدمت گزاری اور جان نثاری جیسا کہ چاہیے بجا لائے اور آیہ اِذْ

یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا بالاتفاق ابوبکر صدیق کی ہی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو بہ تنصیص صاحب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا اور بزبان اپنے حبیب کے معیت خاصۂ الٰہیہ کی بشارت دی۔

ف اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون نے ان کا تعاقب کیا تھا اور اصحاب موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ یعنی ہم پکڑے جائیں گے۔ فرمایا:

کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَہْدِیْنِ (پ ۱۹ - ع : ۸)	(یعنی) کوئی نہیں بتحقیق میرے ساتھ رب میرا ہے عنقریب مجھے ہدایت کرے گا۔

اس مقولہ میں اور مقولۂ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا میں بڑا فرق ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو زجر کیا کہ حرف کلّا محاورۂ عرب میں واسطے زجر کے ہے اور معیت الٰہی اپنے ہی ساتھ بیان کی مَعِیَ بصیغۂ واحد فرمایا اصحاب کو اس سے نصیبہ نہ دیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام کو کلمۂ تسلی و محبت سے شروع کیا کہ لَا تَحْزَنْ مت کڑھو اور معیت خاصۂ الٰہی سے اپنے صاحب کو بھی مشرف کیا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (بیشک اللہ ہمارے تمہارے دونوں کے ساتھ ہے) اور اس سے علوشان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نسبت اصحاب موسیٰ علیہ السلام کے پایا جاتا ہے۔

ف - مشکوٰۃ شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میری ساری عمر کے اعمال حسنہ لے لیں اور بدلے ان کے ایک رات اور ایک دن کے اپنے اعمال دے دیں تو میں راضی ہوں۔ رات ہجرت کی اور سب قصۂ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کی رفاقت اور جان نثاری کا اور اوس رات میں سانپ کے کاٹنے کا بیان کیا اور دن وہ دن کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف مدینے کے اکثر لوگ مرتد ہو

گئے اور کچھ لوگ زکوٰۃ دینا نہیں مانتے تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت کوشش کی اور از سر نو دین کو قائم کیا۔ اس سے بھی کمال مقبولیت عمل شب ہجرت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معلوم ہوتی ہے تین دن تک آپ نے غار ثور میں تشریف رکھا۔ عامر بن فہیرہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ کے غلام آزاد تھے متصل غار کے بکریاں چراتے تھے وہ دودھ بکریوں کا آپ کو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پلا جاتے تھے اور عبداللہ بیٹے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہ جوان تھے۔ مکے میں قریش کی مجالس میں جا کے خبریں دریافت کر کے رات کو آپ کے حضور میں آ کے بیان کر دیتے تھے بعد تین دن کے آپ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ اونٹنیوں پر سوار ہو کے براہ ساحل روانہ ہوئے۔ عبداللہ بن اریقط[1] دئلی[2] کو راہبری کے لیے ساتھ لیا۔ اونٹنیاں اُسی کے سپرد تھیں اور اس روز حسب الحکم در غار پر حاضر لایا تھا۔ کفار مکہ نے اشتہار دیا تھا کہ جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لائے یا قتل کرے اس کو ہم سو اونٹ اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو پکڑ لاوے یا قتل کرے اسے بھی سو اونٹ دیں گے اور جو دونوں کو پکڑ لاوے دو سو اونٹ پاوے۔

حال۔ ام معبد کے خیمہ سے گزرنا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع رفقاء ایک دن خیمہ ام معبد[3] پر پہنچے۔ ام معبد ایک عورت تھی شرفائے عرب میں۔ خیمہ اس کا راہ مدینے میں واقع تھا۔ آپ نے ام معبد سے گوشت اور چھوہارے طلب کیے اس کے پاس نہ ملے۔ ایک بکری آپ نے گوشۂ خیمے میں دیکھی۔ آپ نے ام معبد سے کہا اجازت دو تو اس بکری کا دودھ دوہ لیں۔ ام معبد نے کہا کہ اس بکری کے دودھ مطلق نہیں، مدت گزری کہ یہ جنی نہیں اور

---

[1] اُرَیْقِط بضم ہمزہ و فتح رای مہملہ و یای ساکنہ و کسر قاف۔ ۱۲ منہ

[2] دُئلی بضم دال مہملہ و ہمزہ مکسورہ و لام۔ ۱۲ منہ

[3] معبد بفتح میم و سکون عین و فتح با ۔ ۱۲ منہ

بسبب لاغری کے جنگل کو چرنے کے لیے بھی نہیں جا سکتی۔ آپ نے فرمایا کہ کیسی ہی ہو تم دوہنے کی اجازت تو دو۔ ام معبد نے اجازت دی۔ آپ نے اس کے تھن کو ہاتھ لگایا اور بسم اللہ کہی فوراً تھن اس کے دودھ سے بھر گئے اور آپ نے دوہنا شروع کیا۔ ایک بڑا برتن جس میں آٹھ نو آدمی سیر ہو کے پی لیویں بھر دیا اور پہلے آپ نے ام معبد کو پلایا۔ اس نے خوب سیر ہو کر پیا پھر آپ کے ساتھ کے آدمیوں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر آپ نے پیا۔ پھر دودھ کے اس برتن کو بھر دیا اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ شام کو ابو معبد شوہر ام معبد جو آئے وہ دودھ دیکھ کے نہایت متعجب ہوئے ام معبد نے کہا کہ یہ برکت ایک مہمان عزیز کی ہے اور آپ کا حال بیان کیا۔ ابو معبد اور ام معبد بعد ازیں مشرف باسلام ہوئے اور صحابہ میں داخل ہوئے۔

ف۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ وہ بکری جسے ام معبد کے گھر میں آپ نے دوہا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک جیتی رہی اور دودھ دیتی رہی یہاں تک کہ زمانۂ رمادہ میں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک بڑا قحط ہوا تھا صبح و شام دودھ دیتی تھی اور پردۂ زمین میں ذرا بھی دودھ نہ تھا۔

حال

مکہ معظمہ میں بروز مرور (گزرنا) آپ کے خیمۂ ام معبد پر اشعار عربی سنے گئے۔ ان میں مضمون آپ کے گزر جانے کا خیمۂ ام معبد پر اور خائب[1] اور خاسر رہنا کفار قریش کا مذکور تھا۔

حال۔ سراقہ بن مالک کے تعاقب کا۔

سراقہ بن مالک بن جعشم کہ ایک شخص سرداران عرب میں سے تھا اور جھیل کے کنارے پر اس کا گھر تھا اس نے مضمون شہرۂ کفار قریش سنا تھا کسی نے اُس سے جا کے کہا کہ ابھی چند شخص اونٹوں پر سوار ادھر سے گئے ہیں شاید وہی ہوں جن کی قریش کو تلاش

---

[1] خائب و خاسر خرابی پانے والے اور نقصان پانے والے۔ ۱۲ منہ

ہے۔ سراقہ نے بطمع انعام قریش ارادہ اُن کے تعاقب کا کیا اور باین خیال کہ کوئی
اور پیش قدمی نہ کرے دھوکا دینے کو کہا کہ یہ لوگ وہ نہیں بلکہ فلانے قبیلے
میں کے لوگ ہیں۔ بعدازیں گھوڑے پر سوار کمان اور ترکش لے کے مسلح ہو کے
روانہ ہوا اور گھوڑا جھپٹا کے قریب آپ کے پہنچا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
نے کہ ہر طرف محافظت کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھتے چلتے تھے
سراقہ کو دیکھ کر کہا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک سوار آپہنچا۔ آپ نے
دیکھا اور سراقہ کے لیے بد دعا کی اور یکبارگی زمین نے سراقہ کے گھوڑے کو
پیٹ تک نگل لیا۔ پاؤں گھوڑے کے زمین میں غائب ہو گئے۔ سراقہ نے معجزہ ۱۶
حضور میں عرض کیا کہ میں جانتا ہوں کہ تم دونوں صاحبوں کی بد دعا سے میرے
گھوڑے کا یہ حال ہوا۔ آپ مجھے اس بلا سے بچاویں میں عہد کرتا ہوں کہ اب
پھرتے ہوئے جو کوئی تمہاری تلاش کو آتا ہوا ملے گا اس کو میں پھیر دوں گا۔
آپ نے دعا کی، زمین نے سراقہ کے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ سراقہ کہتا ہے کہ مجھے
اُسی وقت خیال ہوا کہ خدائے تعالیٰ آپ کو غلبہ دے گا اور میں آپ کے متصل
گیا اور میں نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے آپ امان نامہ لکھ دیجیے کہ جب
اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کرے تو میں محفوظ رہوں۔ آپ نے حضرت عامر
بن فہیرہ کے ہاتھ سے امان نامہ لکھوا دیا اور سراقہ اُس وقت مسلمان نہ ہوئے
لیکن بعد اس کے مشرف باسلام ہوئے اور صحابہ میں داخل ہوئے۔ سراقہ نے
پھرتے ہوئے حسب عہد ہر شخص کو جو آپ کی تلاش کے لیے جاتا تھا پھیر دیا
کہ تمہارے جانے کی حاجت نہیں ہے میں دیکھ آیا ہوں۔

ف قصۂ خسف قارون یہ معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ زمین نے
آپ کے دشمن کے گھوڑے کو دھنسا لیا مثل معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
دھنسا لیا مختصر قصہ اس کا جیسا کہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں مذکور ہے یہ ہے کہ جب
موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو حکم ادائے زکوٰۃ کا دیا قارون کو یہ حکم بہت

ناگوار ہوا۔ مال کی اُسے بہت محبت تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہزار درہم میں
سے ایک درہم زکوٰۃ دینے کو کہا اس میں بھی بہت مال صرف ہوتا تھا۔ قارون
کو موسیٰ علیہ السلام سے عداوت ہوئی اور اس نے ایک عورت کو کہ زنا سے حاملہ
ہوئی تھی بہت روپیہ دے کے اس بات پر آمادہ کیا کہ مجمع بنی اسرائیل میں کہہ
دے کہ مجھ سے موسیٰ (علیہ السلام) نے زنا کیا اور یہ حمل زنا انھیں کا ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام عید کے دن وعظ کہہ رہے تھے اور احکام حدود و
قصاص بیان کرتے تھے اُس میں انھوں نے کہا کہ جو کوئی زنا کرے اور اس کا
نکاح نہ ہوا ہو ہم اس کے سو دُرّے ماریں گے اور جو زنا کرے اور نکاح
اس کا ہوا ہو اُسے ہم سنگسار کریں گے۔ قارون نے کہا کہ اے موسیٰ
جو تمھیں نے ایسی بات کی ہو۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ میں ایسی
بات کروں تو مجھ پر بھی حد اسی طرح جاری ہو۔ قارون نے کہا کہ فلانی عورت
یہ کہتی ہے کہ تم نے اس سے زنا کیا ہے اور اس عورت کو پیش کیا۔ حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے اس عورت سے کہا کہ سچ سچ بیان کر۔ اس نے کہا کہ
قارون نے مجھے روپیہ دے کر تم پر تہمت لگانے کو سکھایا اور تم پاک اور
مبرا ہو۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام کا جلال جوش میں آیا اور زمین سے حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے کہا خُذِیْہِ یعنی لے لے۔ قارون کو اُسی وقت قارون
کو زمین نے ٹخنوں تک دھنسا لیا۔ قارون نے عاجزی کرنی شروع کی اور کہا کہ
اے موسیٰ (علیہ السلام) مجھے بچاؤ، مگر حضرت موسیٰ کا جلال ایسا زور میں تھا کہ ہرگز
نہ مانا اور پھر فرمایا خُذِیْہِ۔ زمین نے گھٹنوں تک قارون کو دھنسا لیا۔ قارون گڑگڑایا
کیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام خُذِیْہِ فرماتے رہے اور زمین قارون کو
دھنساتی رہی یہاں تک کہ بالکل اُسے دھنسا لیا۔ پھر خدائے تعالیٰ نے حکم
کیا کہ گھر قارون کا اور سارا خزانہ اس کا قارون کے سر پر رکھ کے بھی دھنسا دیا۔
ف۔ ان دونوں معجزوں کی کیفیت وقوع میں بھی افضلیت جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ظہور شان رحمۃ اللعالمین کا آپ کے معجزے میں عیاں ہے کہ آپ نے سراقہ کے التجا کرتے ہی اُسے خسف زمین سے نجات دی بلکہ اسے ہمیشہ کے لیے امان نامہ لکھوا دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کی تضرع و زاری پر کچھ التفات نہ کیا۔ اللہ جل جلالہ نے بھی حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو وحی بھیجی کہ اگر مجھے قارون ایک بار بھی پکارتا میں اُسے نجات دیتا تمہیں پکارتا رہا تم نے کچھ نہ سنا۔

ف ۔ افضلیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یا کسی اور پیغمبر پر جو بیان کی جاوے اس میں ضرور ہے کہ اس بات کا لحاظ رہے کہ کسی طرح تحقیر اس پیغمبر کی نہ نکلے۔ تحقیر ہر پیغمبر کی کفر ہے۔ شاعر لوگ اکثر اس بات کا لحاظ نہیں رکھتے اور اکثر اس بلا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور صرف افضلیت کے بیان سے تحقیر لازم نہیں آتی۔ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ (پ۳۔ ع۱۰)	"وہ رسول لوگ فضیلت دی ہم نے بعضوں کو اُن میں سے بعضوں پر۔"

حال جب آپ متصل مدینے کے پہنچے بریدہ بن الحصیب اسلمی مع ستر سواروں کے آپ کو ملے۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا بریدہ بن الحصیب۔ آپ نے بطور تفاول کے فرمایا بَرَدَ اَمْرُنَا (خنک اور ٹھنڈا ہوا کام ہمارا) اور قبیلے کا نام اسلم سن کے آپ نے تفاولاً فرمایا سَلِمْنَا (سلامت رہے ہم) پھر آپ نے پوچھا قبیلہ اسلم میں سے کس قوم کے ہو انھوں نے کہا کہ بنی سہم کے آپ نے فرمایا کہ خَرَجَ سَهْمُكَ (حاصل ہوا حصہ تیرا یعنی اسلام سے تجھے نصیب ملا) بریدہ آئے تو بارادۂ بد تھے جب شہرۂ کفار قریش آپ سے تعرض پہنچانے کی نیت کی لیکن جمال مبارک دیکھ کے اور کلام پاک سن کے مسخر ہو گئے اور مع سب ہمراہیوں کے ایمان لائے۔ پھر انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بوقت داخل ہونے آپ کے مدینے

میں آپ کے ساتھ نشان ہو اور اپنی پگڑی کو ایک لکڑی میں لپیٹ کے نشان بنایا۔ آپ نے انھیں کو نشان بردار کیا کہ آپ کی جلو میں نشان لے کے چلے۔ سبحان اللہ کیا قدرت خدا ہے کس سرکشی سے آئے اور کیسے تابعدار ہو کے ساتھ چلے۔

حال مدینے کے لوگ بخیال تشریف آوری آپ کے ہر روز واسطے استقبال کے مکے کی راہ پر آتے اور قریب دوپہر کے پھر جاتے۔ بروز داخل ہونے آپ کے بھی حسب عادت واسطے استقبال کے آئے تھے اور بسبب ہو جانے دیر کے پھر چلے تھے کہ یکبارگی ایک یہودی نے ایک ٹیلے پر سے آپ کی سواری دیکھی اور چلا کے پھرنے والوں سے کہا یَا مَعَاشِرَ الْعَرَبِ هٰذَا جَدُّكُمْ (اے گروہ عرب یہ مطلب تمہارا ہے) وہ لوگ پھرے اور آپ کے ساتھ ہو کے مدینۂ طیبہ میں داخل ہوئے۔ کمال خوشی اہل مدینہ کو حاصل ہوئی۔ لڑکیاں انصار کی گاتی تھیں۔ شعر

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ	طلوع کیا بدر نے ہم پر ثنیات الوداع سے واجب
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ	ہوا شکر ہم پر جب تک دعا کرے اللہ سے کوئی دعا کرنے والا

تحقیق لفظ ثنیات الوداع

ف ۔ ثنیات الوداع کے معنی ہیں گھاٹیاں رخصت کی۔ اہل مدینہ رخصت کرنے کے لیے مسافر کو جو بجانب مکہ جاتا تھا اُن گھاٹیوں تک جایا کرتے تھے لہٰذا وہ ثنیات الوداع کہلائیں۔ قاموس میں اسی طرح ہے اور بعضے اہل لغت اور محدثین نے لکھا ہے کہ ثنیات الوداع مدینے سے شام کی جانب ہے نہ مکے کی جانب اور شعر مذکور مدینے کی لڑکیوں نے بوقت معاودت آپ کے غزوۂ تبوک سے گایا تھا اور صحیح بخاری سے ہونا ثنیات الوداع بجانب شام ثابت ہوتا ہے۔

فصل دوسری۔ بیان حال رونق افروزی مدینۂ طیبہ میں سے تا غزوۂ بدر

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں پہنچ کر محلۂ قبا میں منازل بنی عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور وہ دن دوشنبہ تاریخ بارھویں ربیع الاول کی تھی چودہ دن آپ وہاں رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بعد ادا کرنے امانتوں کے۔ آپ کے تیسرے دن محلۂ قبا میں حضور سے جا ملے۔ قبا ر محلہ تھا کنارۂ شہر مدینہ پر مسجد قبا جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ (پ ۱۱۔ ع ۲:)	(یعنی) بیشک وہ مسجد جس کی بنیاد ہوئی تقوی پر پہلے ہی دن سے لائق ہے اس بات کے کہ تم اس میں نماز پڑھو۔

وہیں بنی اور جب تک آپ وہاں رہے اُسی مسجد میں نماز پڑھتے رہے۔

حال پھر آپ نے اندر شہر مدینے کے تشریف رکھنے کا ارادہ کیا لوگ شہر کے کمال متمنی اس بات کے تھے اور ہر ایک کی آرزو تھی کہ آپ ہمارے محلے میں تشریف رکھیں۔ جب آپ سوار ہوئے ہر قبیلے کے لوگ ساتھ ہوئے اور وہی درخواست برزبان تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اونٹنی میری مامور ہے جہاں یہ بیٹھ جاوے گی وہیں میں مقیم ہوں گا۔ اونٹنی چلتے چلتے وہاں آ بیٹھی جہاں منبر مسجد شریف ہے متصل اُس جگہ کے گھر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا تھا وہاں اسباب آپ کا اتار کے رکھا گیا اور آپ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے۔ وہ شامول کی اولاد میں سے تھے۔ شامول سردار اُن چار سو عالموں کا تھا جو مصاحب تبع[1] حمیری[2] بادشاہ یمن کے تھے۔ اہل سیر نے لکھا کہ بادشاہ

لہ تبع [illegible] لقب بادشاہان یمن [illegible]

[2] حمیر بکسرہ حای مہملہ وسکون میم وفتح یائے تحتانیہ و رای مہملہ ایک قبیلہ ہے یمن میں۔ ۱۲ منہ

موصوف کا گزر زمین پاک مدینہ پر اُس زمانے میں ہوا کہ مدینہ منورہ آباد نہ تھا وہاں ایک چشمہ جاری تھا۔ ان عالموں کو معلوم ہوا کہ یہ جگہ ہجرت گاہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی۔ وہیں وہ لوگ رہ گئے اور بستی آباد کی۔ انصار انھیں کی اولاد میں ہیں۔ بادشاہ نے یہ حال دریافت کر کے چاہا کہ خود بھی وہاں رہ جاوے مگر بسبب بکھیڑے سلطنت کے نہ رہ سکا۔ ان لوگوں کو رہنے دیا

اور ایک ایمان نامہ بنام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ کر شامول کو دیا کہ تم اپنی اولاد کو وصیت کیجیو کہ جو اُن میں سے جناب پیغمبر آخر الزماں کو پاوے میرا اسلام اور یہ نامہ پہنچا دے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر میں وہ نامہ چلا آتا تھا انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے شامول تک اکیسویں پشت تھی اور جس جگہ میں آپ ٹھہرے یہ گھر بھی اُسی بادشاہ نے بنوا دیا تھا کہ جب آپ تشریف لاویں وہاں ٹھہریں۔ آپ تلے کے مکان میں ٹھہرے اور ابو ایوب کے عیال و اطفال بالاخانے پر رہے۔ پھر ابو ایوب اور اُن کی زوجہ اُم ایوب رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ یہ بات بے ادبی کی ہے اور رات بھر اس خیال سے نہ سوئے۔ صبح اصرار کر کے آپ کو بالاخانے پر مقیم کیا اور خود تلے رہنے لگے۔

حال جس زمانے میں اونٹنی بیٹھی تھی وہ دو یتیموں کی تھی کہ اسعد بن ضرارہ کی پرورش میں تھے۔ دس دینار کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال سے وہ زمین آپ نے خریدی۔ حجرات شریفہ اور مسجد شریف اُسی زمین میں بنے۔ کتب حدیث میں وارد ہے کہ مسجد شریف کی تعمیر میں آپ نے ایک پتھر رکھ کر ارشاد کیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ تم ایک پتھر اس پتھر سے ملا کر رکھو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متصل پتھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے

متصل پتھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پتھر رکھوا کے فرمایا: ھٰٓؤُلَآءِ الْخُلَفَآءُ مِنْ بَعْدِیْ (یہ لوگ خلیفہ ہونگے میرے بعد) سو مطابق اس پیشین گوئی کے واقع ہوا اور آپ ساتھ اصحاب کے تعمیر مسجد کے کام میں برابر شریک رہتے تھے۔

حال عبداللہ بن سلام کے اسلام کا بیان

بعد تشریف آوری آپ کے مدینے میں عبداللہ بن سلام کہ ایک بڑے عالم یہود میں تھے۔ آپ کی ملاقات کے لیے آئے اور آپ سے سوال کیا کہ پہلی علامت قیامت کی کیا ہوگی اور غذا پہلی اہل جنت کی کیا ہوگی اور لڑکا کس سبب سے ماں کی جانب نسبت پیدا کرتا ہے اور کس سبب سے باپ کی جانب۔ آپ نے فرمایا پہلی نشانی قیامت کی ایک آگ ہوگی کہ لوگوں کو مشرق سے مغرب کی جانب ہانک لے جائے گی اور پہلی غذا اہل جنت کی جگر گوشہ مچھلی کا ہوگا کہ اس کے کباب بہشتیوں کو کھلائے جائیں گے اور جب نطفہ ماں کا غالب ہوتا ہے لڑکا مشابہ ہوتا ہے ماں یا اس کے اقارب کے اور جو نطفہ باپ کا غالب ہوتا ہے لڑکا مشابہ باپ یا اس کے اقارب کے ہوتا ہے۔ عبداللہ بن سلام نے سوالوں کا جواب سُن کے کہا کہ کتب سالقہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور ایمان لائے۔ پھر انھوں نے عرض کیا کہ یہود بڑے مفتری اور جھوٹے ہیں۔ اگر میرے اسلام پر مطلع ہوں گے مجھے بُرا کہیں گے میں چھپ کر بیٹھتا ہوں آپ قبل اسلام سے میرا حال اُن سے پوچھیں اور وہ الگ چھپ کے جا بیٹھے اور یہود حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن سے پوچھا کہ تم میں عبداللہ بن سلام کیسا آدمی ہے۔ انھوں نے کہا خَیْرُنَا وَابْنُ خَیْرِنَا وَسَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ خود مسلمان ہو جاوے۔ انھوں نے کہا خدا کی پناہ ایسی بات کبھی نہ ہوگی۔ پھر آپ نے عبداللہ بن سلام (رضی اللہ عنہ) کو بلایا۔ انھوں نے نکل کے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تب یہود بہت ناخوش

ہوئے اور کہنے لگے شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا اور بہت بُرا انھیں کہا۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا مجھے اسی بات کا خوف تھا۔

حال: اسلام سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہ اصل میں مجوسیان فارسی میں سے تھے اور بہت عمر ان کی ہوئی اور دین مجوسی چھوڑ کر دین نصاریٰ انھوں نے اختیار کیا تھا اور زبانی علمائے یہود اور نصاریٰ کے خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور یہ بات کہ آپ مدینے میں ہجرت کر کے آویں گے سُن کے مدینے میں آ رہے تھے کئی جگہ بکے تھے۔ اُن دنوں ایک یہود کے غلام تھے حضور میں حاضر ہوئے اور کچھ چیز پیش کی اور کہا کہ یہ صدقہ ہے۔ آپ نے فرمایا میں صدقہ نہیں کھاتا مجھ پر حرام ہے۔ پھر دوسرے دن آئے اور کچھ چیز پیش کر کے کہا کہ یہ ہدیہ ہے۔ آپ نے لے لی۔ اور ایک دن جا کے پشت شریف پر مہر نبوت کو بھی دیکھ لیا اور فوراً مسلمان ہو گئے کہ انھوں نے منجملہ علامات نبی آخرالزمان یہ بات معلوم کی تھی کہ وہ صدقہ نہ کھاویں گے ہدیہ قبول کریں گے اور اُن کی پشت پر مہر نبوت ہوگی۔ پھر آپ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنی آزادی کی فکر کرو۔ انھوں نے مالک سے اپنے آزادی کے لیے بکتابت کہا اس نے چالیس اوقیہ[1] سونے پر مکاتب کیا اور یہ شرط کی کہ تین سو درخت چھوہارے کے لگا دیں اور جب وہ بارآور ہوں تب آزاد ہوں۔ آپ نے دست مبارک سے چھوہارے کے درخت لگائے وہ سب اُسی سال میں بارآور ہوئے۔ ایک درخت فقط حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا وہ بارآور نہ ہوا آپ نے اُسے اُکھیڑ کر اپنے ہاتھ سے لگا دیا وہ بھی بارآور ہوا اور بقدر ایک بیضے کے سونا کہ غنیمت میں آیا تھا آپ نے سلمان رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا کہ اسے دے کے

---

[1] اوقیہ عربی میں سات مثقال کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قاموس میں ہے اور مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے۔ پس سات مثقال کے ساڑھے اکتیس ماشے ہوئے یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشے۔ پس چالیس اوقیہ سونا ۱۰۵ تولے ہوا کہ ہندوستان کی مروج تول سے قریب ڈیڑھ سیر کے ہوتا ہے ۱۲ منہ

آزاد ہو جاؤ۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ چالیس اوقیہ چاہئیں یہ کیا کفایت کریگا۔ آپ نے زبان مبارک اس سونے پر پھیر دی اور دعائے برکت کی۔ سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جو اُسے تولا چالیس اوقیہ تھا نہ کم نہ زیادہ اور سلمان رضی اللہ عنہ ادا کرکے آزاد ہو گئے اور حضور اقدس کی خدمت میں رہے۔

حال مدینے کے باہر دو طرف دو محلے تھے۔ یہود کے ایک بنی قریظہ دوسرے بنی نضیر کا۔ اُن میں کے لوگ بھی آپ کی ملاقات کو اور حال دریافت کرنے کو آئے حیی بن اخطب یہود میں ایک سردار تھا اس کی بیٹی صفیہ ہے کہ وہ بعد فتح خیبر کے ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں۔ روایت ہے کہ باپ اور چچا میرا بوقت آنے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے میں آپ کی ملاقات کو گئے جب پھر کے آئے اس طرح لیٹ گئے جیسے کوئی بہت تھکا ہوتا ہے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ یہ وہی پیغمبر ہے جن کا ذکر توریت وغیرہ کتب سابق میں ہے۔ اس نے کہا کہ واللہ یہ وہی ہیں پوچھا کہ تیرا کیا ارادہ ہے کہا جب تک نتھنوں میں دم ہے مخالفت میں کوتاہی نہ کروں گا۔ سبحان اللہ کیا قدرت ہے خدا کی سب علمائے یہود و نصاریٰ کو آپ کی پیغمبری کا یقین تھا لیکن بہتیروں کو بسبب شامت حسد کے اور تکبر اور حُب جاہ کے کہ بنی اسمٰعیل میں اور ناخواندوں (ان پڑھوں) میں پیغمبر کیوں ہوئے۔ اور اگر ہم ان پر ایمان لادیں ہماری شیخی جاتی رہے ایمان نہ لائے اور جن کی قسمت میں سعادت ابدی تھی جیسے حضرت عبداللہ بن سلام ایمان لائے اور نصاریٰ میں سے کئی نامی بادشاہ ایمان لائے جیسے نجاشی بادشاہ حبشہ اور اکیدر بادشاہ دومۃ الجندل۔

حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیر رومہ خریدنا

مدینہ طیبہ میں بیر رومہ کا پانی بہت شیریں تھا اور کنوؤں کا پانی کھاری تھا اور بیر رومہ کا مالک ایک یہودی تھا وہ پانی بیچا کرتا تھا اس سبب سے مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص

بیر رومہ[1] کو خرید کر کے ڈول مسلمانوں کے اس میں جاری کر دے اس کے لیے جنت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنوئیں کو اپنے خالص مال سے خریدا اور وقف کر دیا اور تدبیر خرید نے کی یہ کی کہ پہلے نصف بارہ ہزار درہم کو خرید لیا اور وقف کر دیا سو جس دن باری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہوتی یہ مفت پانی دیتے اور دوسرا اپنی باری کے دن بیچتا۔ لوگوں نے اس کی باری کے دن پانی بھرنا موقوف کر دیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری میں سب بقدر حاجت بھر لیتے ناچار ہو کے اس نے بھی اپنا حصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچ دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ بھی حصہ وقف کر دیا اور کنوئیں میں بے تکلف ڈول مسلمانوں کے جاری ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسب وعدہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مستحق جنت ہوئے۔

فصل تیسری غزوہ بدر کے بیان میں

بعد ہجرت کے جہاد کا حکم نازل ہوا اور آپ نے قتال کفار سے شروع کیا اور ان کے قتل و غارت کے لیے سپاہ بھیجنے لگے جس جہاد میں آپ بنفس نفیس تشریف لے گئے اس کو اہل سیر غزوہ کہتے ہیں اور جو لشکر آپ نے بھیج دیا اور آپ تشریف فرما نہ ہوئے اُسے سَریہ[2] کہتے ہیں بتفصیل ہر غزوہ و سَریہ کا حال لکھنا دشوار ہے۔ مشہور غزوات کا حال لکھا جاتا ہے۔ اشرف و عمدہ ترین غزوات غزوۂ بدر ہے کہ باعث ترقی عظیم اسلام کا ہوا۔ شرح اس غزوہ کی یہ ہے کہ حضور اقدس میں خبر پہنچی کہ ابو سفیان مع قافلہ تجارت

[1] رومہ بضم رائے مہملہ و سکون واؤ در آخر مدینہ میں ایک کنواں ہے۔ ۱۲ منہ۔

[2] سریہ بفتح سین و تخفیف را صراح ۱۲ منہ۔

شام سے معاودت (واپسی) کرنا چاہتا ہے۔ آپ بہ نفس نفیس مع جماعت مہاجرین و انصار کے کہ تین سو تیرہ تھے بقصد اس قافلہ کے نکلے۔ ابوسفیان نے خبر پا کے ضمضم[1] غفاری کو اجیر کر کے مکہ کو بھیجا اور ابوجہل وغیرہ سرداران قریش کو کہلا بھیجا کہ اگر قافلہ کی خیر چاہیں تو مدد کے لیے آویں اور قافلہ کو بچا لے جاویں۔ یہ خبر سن کر ابوجہل بہت طیش میں آیا اور لشکر مع سامان جنگ اس نے جمع کیا سواران اسپ و شتر اور پیادے کر و فر (شان و شوکت) تمام سے روانہ ہوا اور جمیع قبائل قریش میں سے اعیان و اشراف حتیٰ کہ عباس بن عبدالمطلب بنی ہاشم میں سے کہ ہنوز مسلمان نہ ہوئے تھے حسب قاعدہ حمیت برادری ساتھ ہو لیے اگرچہ ابوسفیان نے قافلہ کو دوسری راہ سے نکال کر آدمی مکہ کو بھیج کر ابوجہل وغیرہ کو کہلا بھیجا تھا کہ اب حاجت مدد لانے کی نہیں لیکن اللہ جل جلالہٗ کو منظور ہوا کہ سرداران کفار کو فی النار کرے اور شوکت اسلام علی وجہ الکمال ظاہر کرے لہٰذا ابوجہل لعین نے لشکر لے جانے پر اصرار کیا اور کہا محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہایت شورش کی ہے ان کی شورش کو بالکل دفع کرنا ضروری ہے اور ابوسفیان کہ بہت اصرار کفر پر ان دنوں رکھتا تھا باآنکہ خود ممانعت کہلا بھیجی تھی مکہ میں قافلہ کو پہنچا کے خود جھپٹ کے شریک ابوجہل واسطے حاصل کرنے عار شکست و نکبت کے ہوا اور چند زخم لڑائی میں کھائے اور اللہ جل جلالہٗ نے وحی بھیجی کہ خدائے تعالےٰ تم کو ظفر دے گا یا قافلہ پر یا لشکر پر اور آپ کے اصحاب لشکر والوں کا یہ جی چاہتا تھا کہ قافلہ سے مقابلہ ہو اس لیے کہ لشکر جماعت کثیرہ باسامان وسلاح تھا اور مسلمان بے سامان تھے اور قافلہ جماعت قلیلہ بے سلاح (ہتھیار) تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت کاملہ دکھانی اور اسلام کی نصرت عظیمہ کرنی منظور تھی لہٰذا قافلہ نکل گیا لشکر سے ہی مقابلے

---

[1] ضمضم بہ ضاد معجمہ بر وزن جعفر نام ایک شخص کا ہے۔ غفاری بکسرہ غین معجمہ و فائے و رائے مہملہ نسبت ہے طرف غفار کے ایک قبیلہ کا نام ہے حضرت ابوذر غفاری اسی قبیلہ کے تھے ۱۲ منہ

کی ٹھہری لشکر کفار مسلمانوں کے لشکر سے سہ چند تھا بلکہ زیادہ مسلمان تین سو تیرہ تھے اور کفار ایک ہزار لیکن کفار کو مسلمان دو گنے ہی نظر پڑے اور مسلمانوں کا رعب کافروں کے دل میں سما گیا

حال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں پہنچے آپ نے اصحاب کو ہر کافر کی جائے قتل کا نشان دیا تھا کہ یہاں فلاں مارا جاوے گا اور یہاں فلاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ راوی حدیث کہتے ہیں کہ قسم ہے خدا کی کسی نے اُن میں سے ایک بالشت بھی تجاوز نہیں کیا۔

حال آپ نے لشکر بے سامان دیکھ کر دعا فرمائی کہ الٰہی یہ ننگے ہیں انہیں کپڑا دے۔ الٰہی یہ بھوکے ہیں انھیں کھانا دے۔ الٰہی یہ پیادے ہیں انہیں سواری دے۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ کوئی ہم میں سے بعد فتح کے ایسا نہ رہا جس کے پاس سواری اور کپڑا اور نقد و جنس وافر نہ ہو۔

حال | صحابہ کی تقاریر جاں نثاری | قبل پہنچنے لشکر کفار کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے بطور مشورہ کے لڑائی کے باب میں تذکرہ کیا۔ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے باتیں مناسب عرض کیں آپ بہت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ ہم ایسا نہ کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ۞ (پ ٦ : ع ٨)	(یعنی) جا کر تو اور تیرا رب لڑے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

بلکہ ہم یہ[1] عرض کرتے ہیں ہم آپ کے ساتھ آگے پیچھے داہنے بائیں ہر طرف سے لڑیں گے اور جہاں تک آپ ہمیں لے جاویں گے ساتھ جاویں گے۔ چونکہ انصار نے بوقت

---

[1] یہ روایت بخاری شریف میں ہے۔ ۱۲ منہ

بیعت عقبہ یہ عہد کیا تھا کہ جو کوئی آپ پر مدینے میں چڑھ آوے گا اس سے لڑیں گے اور یہ نہیں کہا تھا کہ ہم آپ کے ساتھ نکل کر لڑیں گے آپ نے ایسی تقریر کی جس سے انصار سمجھے کہ آپ کو موافق اس معاہدہ کے یہ خیال ہے کہ شاید ہم باہر مدینے کے آپ کے شریک نہ ہوں گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہر چند ہمارا معاہدہ مرافقت کا بوقت چڑھ آنے دشمن کے مدینے پر تھا لیکن جب ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کو نبی برحق جانتے ہیں اب ہماری جان آپ کی جان پر فدا ہے۔ اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم سمندر میں گھس جاویں اور کسی طرح دشمن سے لڑائی میں ہمیں غدر نہیں اور بوقت جنگ انشاء اللہ تعالیٰ آپ ہماری جان نثاری سے راضی ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقریرات جاں نثاری سُن کے آپ بہت راضی ہوئے۔

حال کتب حدیث میں وارد ہے کہ بوقت مقابلہ لشکر کفار اور ملاحظہ کرّوفر (شان وشوکت) ان کے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سجدے میں گرے اور بکمال زاری اللہ جل جلالہٗ کی جناب میں عرض معروض کرنے لگے یہاں تک کہ آپ نے کہا کہ یا اللہ اگر تو چاہے تو بعد آج کے دن کے عبادت تیری موقوف ہو جائے گی یعنی بروئے زمین پر ہم ہی لوگ تیری عبادت کرنے والے ہیں۔ اگر تیری مشیت مقتضی اس بات کو ہوگی کہ کفار غالب آویں اور ہم لوگ فنا ہو جاویں تو تیری پرستش بالکل موقوف ہو جاوے گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) بس کیجیے اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا ہے فتح کا اللہ تعالیٰ بے شک آپ کو فتح دے گا۔"

تب آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ آیت پڑھی سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (قریب ہے کہ بھاگ جائے گی یہ جماعت اور پشت پھیرے گی) اور مطابق پیشین گوئی آیت موصوفہ کے ہوا۔ **ف** بحسب ظاہر اس مقام پر یہ شبہ

ہوتا ہے کہ جب خدائے تعالےٰ نے آپ سے وعدۂ فتح وظفر کیا تھا پھر آپ کے اتنے اضطراب وتضرع وزاری کی کیا وجہ تھی اور بھی بحسب ظاہر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا توکل قوی معلوم ہوتا ہے۔ **جواب** اس شبہ کا یہ ہے کہ نظر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اللہ جل جلالہٗ پر تھی کہ قادر مطلق ہے اور غنی بے پرواہ جو چاہے سو کر ڈالے اور نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صفات پر کہ وعدہ و وعید از قبیل صفات ہیں پس مقام آپ ہی کا ارفع ہے یعنی بہت بلند اور مقام عبدیت حضرات صوفیہ کے نزدیک سب مقامات سے اعلیٰ ہے اور قرآن مجید میں علو مقام عبدیت کی طرف اشارہ واضح ہے۔ اس واسطے کہ مواقع کمال قرب وعظمت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلفظ عبد ہی تعبیر کیا ہے مثلاً بیان حال معراج میں سورۂ اسریٰ میں فرمایا

(ف: بیان علو مقام عبدیت)

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا (پ ۱۵: ع ۱)	(یعنی) پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو مسجد حرام یعنی مسجد کعبہ سے طرف مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ دکھا دیں اُسے ہم آیتیں اور نشانیاں اپنی عظمت و قدرت کی۔

یعنی آسمان پر لے جاویں اور مقام قرب عظیم پر پہنچا دیں، اور سورہ نجم میں فرمایا:

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ٥ (پ ۲۷: ع ۵)	(یعنی) پس وحی بھیجی اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے کی طرف جو کچھ کہ وحی بھیجی۔

ظاہر ہے کہ مقام معراج سب مقامات سے اشرف واعلیٰ ہے۔ ایسے مقام پر بلفظ عبد تعبیر کرنا صاف اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ مقام عبدیت سب مقاموں سے اعلیٰ ہے اور سِرّ (بھید) اس میں یہ ہے کہ عبد کو ایسا علاقہ مولیٰ

سے ہوتا ہے کہ کسی کو کسی سے نہیں ہوتا۔ جان و مال عبد کا سب مولیٰ کا ہوتا ہے اور خود کسی تصرف کا مالک نہیں ہوتا۔ مولیٰ ہی کا اس میں ہر طرح کا تصرف نافذ ہوتا ہے۔ یہ بات نہ پسر کو پدر سے حاصل ہے نہ نوکر کو آقا سے اور عبدیت مقتضی اس بات کو ہے کہ عبد ہر آن میں مولیٰ سے خائف رہے اور اپنا کچھ حق اس پر نہ سمجھے کیسا ہی تقرب رکھتا ہو اور ہمیشہ اپنی حاجت مندی اور عاجزی ظاہر کرتا رہے اور اس کی مہربانی اور وعدہ ہائے انعام پر مغرور نہ ہو اور اس کی عظمت و جلال کو بھول نہ جاوے سو دعا فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کمال تضرع اور زاری کرنا ناشی (پیدا) اس مقام عبدیت سے تھا کہ ارفع مقامات ہے اور یہی سر ہے درخواست نزول رحمت کاملہ کا صیغہائے درود میں آپ پر حالانکہ یقیناً آپ پر رحمت کاملہ نازل تھی اور ہمیشہ نازل رہے گی اور دعا منگوانا واسطے حصول مقام محمود کے کہ دعاء مابعد اذان میں وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ یعنی اور قائم کر ان کو مقام محمود میں جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ نے صاف وعدہ حصول مقام محمود کا آپ کے لیے فرمایا ہے:

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۹ رپ ۱۵ : ع ۹)	(یعنی) قریب ہے کہ قائم کرے گا تجھے رب تیرا مقام محمود میں۔

اور خود اس دعا میں بھی اس مقام کے موعود ہونے کا ذکر ہے سو دعا منگوانا اس کے لیے محض بمقتضائے عبدیت ہے۔

حال | جس جگہ لشکر اسلام جا کے رات کو مقیم ہوا وہاں زمین ریت کی تھی اور پاؤں جمتے نہ تھے اور پانی نہ تھا اور پیاس غالب ہوئی اور وضو کی حاجت تھی اور رات کو بعضے اہل لشکر کو احتلام ہو گیا اس جہت سے لشکر اسلام کے لوگ پریشان خاطر تھے آپ نے مینہ کے لیے دعا فرمائی خوب مینہ برسا کہ زمین جم کر سخت ہو گئی پاؤں ٹھہرنے لگا اور لوگ نہا لیے اور ظروف (برتن) اپنے

پانی سے بھر لیے۔

حال | زمانہ سابق میں دستور تھا کہ بہ وقت جنگ میدان میں ایک ایک دو دو آدمی طرفین سے نکل کر لڑتے تھے سو سب سے پہلے عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ اور ولید پسر عتبہ کفار کی جانب سے میدان جنگ میں آئے۔ ان کے مقابلے میں تین آدمی پہلے شجاعان انصار میں سے نکلے۔ کفار نے کہا کہ ہم کو اپنے اخوان قریش سے مبارزت منظور ہے۔ تب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ ان کے مقابلے میں گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مقابل شیبہ کے ہوئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مقابل عتبہ کے اور ان دونوں صاحبوں نے تو جاتے ہی اپنے مقابل کو مار لیا اور عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے حریف کو کہ ولید تھا زخمی کیا اور آپ بھی زخمی ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حریف سے فارغ ہو کر ولید کو بھی قتل کیا اور تینوں صاحب مظفر و منصور لشکر اسلام میں پھر آئے۔ ف عتبہ اور شیبہ کی سبقت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ بوقت روانہ ہونے لشکر کے مکہ سے یہ دونوں ہمراہی سے جی چراتے تھے اور ہرگز نہیں چاہتے کہ لڑائی کے لیے جاویں اور سبب اس کا یہ تھا کہ ایک بار عداس ان کا غلام نصرانی جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جب آپ طائف سے پھرے تھے باغ میں مسلمان ہو گیا تھا انہیں اس لڑائی میں جانے سے مانع تھا اور کہتا تھا کہ ان سب لوگوں کو واسطے قتل کے خدا لیے جاتا ہے۔ اس سبب سے عتبہ اور شیبہ اس لڑائی میں شامل ہونے سے کارہ یعنی ناخوش تھے اور نفرت کی باتیں اس لڑائی اور سفر سے کرتے تھے ابوجہل نے انہیں تہمت نامردی کی لگائی اور ہر بار ایسے طعنے کیے اسی سبب سے ان دونوں نے لڑائی میں پیشقدمی کی۔

حال | امیہ ابن خلف بھی اس لڑائی میں شریک ہونا نہیں چاہتا تھا سبب

اس کا یہ تھا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بعد ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں وارد ہوئے اور اُمیہ کی اُن سے دوستی تھی اُس کے گھر ٹھہرے۔ اُمیہ کے ساتھ وہ طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھے کہ ابوجہل لعین وہاں آیا۔ اُس نے چلا کر اُمیہ سے کہا کہ تم اِن سے اخلاص و محبت کیوں کرتے ہو ان لوگوں نے تو دین بدلنے والوں کو اپنے پاس جگہ دی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے چلا کے بطور رجز کے کہا کہ اگر تم ہمارا یہاں کا آنا بند کردگے تو ہم تمہیں روکیں گے ایسی جگہ سے کہ تمہیں بڑی مشکل پڑے گی یعنی شام کے سفر سے کہ قریش واسطے تجارت کے وہاں براہ مدینہ جایا کرتے تھے۔ اُمیہ نے کہا کہ چلا کے اس سے بات مت کرو کہ یہ یہاں کا سردار ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آنحضرت[1] صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ابوجہل تیرا قاتل ہے یعنی باعث قتل سو جب ابوجہل نے ترغیب و تحریض واسطے قتال آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے سُنا ہے کہ ابوجہل تیرا قاتل ہے یعنی باعث قتل سو جب ابوجہل نے ترغیب و تحریض واسطے قتال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قضیۂ بدر میں شروع کی مقولہ حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) کا اُمیہ کو یاد آیا اور ڈرا کہ کہیں مطابق اس کے اس سفر میں ظہور میں نہ آوے اور جانے میں اس نے عذر کیا حتیٰ کہ ابوجہل اُس کے پاس سرمہ دانی لے گیا اور کہا کہ تم مرد نہیں عورتوں کی طرح سنگار کر کے گھر میں بیٹھو اور بہت طعن و تشنیع کی باتیں کہیں یہاں تک کہ اس کو ساتھ لے گیا مگر ہر روز اس کا ارادہ سفر میں یہ رہا کہ لشکر سے الگ ہو کے مکے کو پھر جاوے۔ اس کی جورو (عورت) نے بوقت سامان سفر اسے مقولہ حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) کا یاد دلایا تھا اس نے کہا تھا کہ میں دو تین دن میں پھر آؤں گا لیکن اتفاق نہ ہوا اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی تھی ظہور میں آئی۔

(اخبار الغیب)

---

[1] یہ قصہ صحیح بخاری میں ہے اور موافق شرح کرمانی کے کہ مناسب مقام وہی ہے جو مطلب لکھا گیا۔ ۱۲ منہ رح۔

حال ابوجہل کے قتل ہونے کا | مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبدالرحمان بن عوف سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ میں نے بروز بدر اپنی داہنی اور بائیں طرف دو نوجوانوں کو دیکھا۔ میں دل میں خوش نہ ہوا کہ ناتجربہ کاروں کا ساتھ ہے۔ اتنے میں ایک نے اُن میں سے مجھ سے پوچھا کہ اے چچا تم ابوجہل کو پہچانتے ہو میں نے کہا پہچانتا ہوں تمہارا کیا مطلب ہے۔ اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ وہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہتا ہے اگر میں اسے دیکھ پاؤں تو اس سے جدا نہ ہوں جب تک ہم دونوں میں ایک مر نہ لیوے بعد اس کے دوسرے نے بھی اسی طرح پوچھا اور وہی بات بیان کی۔ وہ دونوں جوان انصاری تھے معاذ[1] اور مُعوّذ بیٹے عفراء کے۔ عفراء اُن کی ماں کا نام ہے۔ اسی نسبت سے مشتہر ہیں حضرت عبدالرحمان کو اُنہوں نے چچا بسبب بڑے ہونے کے براہِ تعظیم کہا حقیقت میں اُن کے بھتیجے نہ تھے۔ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اُن کی باتیں سن کر خوش ہوا۔ اتنے میں میں نے ابوجہل کو گھوڑا میدان میں کوداتے دیکھا۔ میں نے اُن جوانوں سے کہا کہ وہ یہ ہے جسے تم پوچھتے ہو یہ سنتے ہی وہ دونوں تلواریں میان سے نکال کے مانند باز کے جھپٹے اور ابوجہل سے بھڑ گئے یہاں تک کہ اس کو گرا دیا۔ حدیث میں وارد ہے کہ بعد فتح جب اُن دونوں نے دعویٰ قتل ابوجہل کا کیا آپ نے دونوں کی تلواریں دیکھ کے فرمایا کہ تم دونوں نے قتل کیا اور سَلَب ابوجہل کا معاذ کو دلایا۔ بعد ازیں مُعوّذ پھر

---

[1] یہ جو جناب استاد نے تحریر فرمایا ہے قاتل ابوجہل کے معاذ اور معوذ تھے مدارج سے نقل فرمایا ہے اور صحیح یہ ہے کہ معوذ شریک قتل نہ تھا بلکہ اس کے قاتل دونوں معاذ تھے۔ ایک معاذ بن عمرو اور دوسرا معاذ بن حارث اُن دونوں کی ماں ایک تھی جس کا نام عفراء تھا اور معوذ بھی اسی عفراء کا بیٹا اور معاذ بن حارث کا بھائی ہے مگر شریک قتل نہیں۔ مشکوٰۃ میں صحیحین کی حدیث متفق علیہ یوں ہے: وَالرَّجُلانِ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ وَمُعَاذُ بْنُ عَفْراءَ اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں یوں ہے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لڑائی کو گئے اور شہید ہوئے۔ ف سَلَب بفتحتین کہتے ہیں سلاح وغیرہ کے اسباب
کو جو مقتول کے پاس ہو امام شافعی کے نزدیک مستحق سَلَب کا ہمیشہ قاتل ہی ہوتا ہے
اور غنیمت سَلَب کو ساتھ ملا کے تقسیم نہیں ہوتی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک جب امام لڑائی میں کہدے کہ جو جس کو مارے سَلَب اُس کا پاوے
تب سَلَب قاتل ہی کا ہوتا ہے ورنہ مثل غنیمت کے تقسیم ہو جاتا ہے اور جنگِ
بدر میں آپ نے یہ بات فرمائی تھی اور اکثر لڑائیوں میں فرمایا کرتے تھے۔

حال اللہ تعالےٰ نے لشکر اسلام کی مدد کے لیے فرشتوں کو بھیجا پہلے
ایک ہزار پھر تین ہزار بعد ازاں پانچہزار[1] قرآن مجید میں مذکور ہیں اور کتب احادیث
میں مذکور ہے کہ بعضوں نے لشکر فرشتوں کا پہاڑ سے دیکھا۔ مشکوٰہ شریف
میں روایت ہے کہ ایک صحابی ایک کافر کے پیچھے بقصد قتل جاتے تھے۔ انہوں
نے آواز سُنی اُقْدُمْ یَا حَیْزُوْمُ[2] (بڑھ اے حیزوم) اور ایک کوڑا مارنے کی آواز
سُنی۔ اس کافر کو اپنے آگے مرا پایا۔ ناک اُس کی پھٹ گئی تھی کوڑے کے اثر
سے وہ جگہ نیلی ہو گئی تھی۔ حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس بات کا ذکر ہوا
آپ نے فرمایا کہ وہ فرشتہ آسمان سوم کا تھا اور حیزوم فرشتے کے گھوڑے کا نام ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وَہُمَا اَخَوَانِ اُمُّہُمَا وَاحِدَۃٌ وَاَبُوْہُمَا مُخْتَلِفٌ
اور آخر مشکوٰۃ میں اصحاب بدر کے شمار میں صاحب مرقاۃ نے شرح میں لکھا ہے کہ شریک قتل
ابوجہل ایک تو معاذ بن عمرو ہے دوسرا معاذ بن حارث برادر حقیقی معوذ بن عفراء کا۔ ۱۲ صفدر حسین۔

[1] اس مقام میں شاید خیال دل میں آوے کہ کفار تو فقط ایک ہزار آدمی تھے تو پانچہزار فرشتوں
کی مدد کس سبب سے ہوئی تو سر اس کا یہ ہے کہ کفار کی مدد کے واسطے بھی بہت سے شیاطین حاضر
ہوئے سو اللہ تعالےٰ نے شیاطین اور کفار کے مغلوب کرنے کو اس قدر مدد بھیجا۔ ۱۲ سید حسین

[2] حیزدم بفتح حای مہملہ ویای ساکنہ تحتیہ وزائی معجمہ مضمومہ و واو ساکنہ و میم در آخر
کذا فی القاموس ۱۲ منہ

حضرت عباسؓ[1] کو جس شخص نے اسیر کیا تھا وہ بہت حقیر تھا ہرگز طاقت مقاومت
(مقابلہ) حضرت عبّاس کی نہیں رکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا اس سے کہ تو نے
عباس کو کیسے اسیر کیا۔ اس نے کہا کہ ایک شخص نے میری مدد کر کے انہیں
اسیر کرا دیا اور اس شخص کو نہ میں نے پہلے دیکھا تھا نہ پھر دیکھا۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرشتہ تھا اور اکثر صحابہ نے دیکھا کہ
کفار کے سر اُن کے سامنے گرتے تھے اور سر کاٹنے والا نظر نہیں آتا تھا۔

حال عین گرمی ہنگامہ جنگ میں آپ نے ایک مُٹھی خاک اور کنکریوں کی
لے کے کافروں کی طرف پھینک ماری فرمایا شَاہَتِ الْوُجُوْہُ یعنی بُرے
ہوئے یہ منہ۔ خاک اور کنکریاں کافروں کے مونہوں پر جا لگیں اور اس کے
وہاں پہنچتے ہی تیزیِ کفار کی کند ہو گئی اور ذرا دیر نہ گزری تھی کہ وہ بھاگ
گئے۔ ایسی تاثیر نمایاں جو پھینک مارنے مشتِ خاک اور کنکریوں میں ہوئی اس
کے حال میں اللہ جل جلالہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ
وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی
(پ ۹: ۱۶ع)

(یعنی) نہیں پھینک مارا تم نے
جب وقت کہ پھینک مارا لیکن اللہ نے
پھینک مارا۔

یعنی ایسی تاثیر قوی کہ ایک مشتِ خاک اور کنکریوں نے لشکر جرار کا منہ پھیر دیا
طاقت بشری سے باہر ہے لہٰذا یہ تاثیر تمہاری قوت سے کہ بشری ہے نہیں
ہوئی بلکہ قدرت و قوت ایزدی سے ہوئی کہ اس نے تمہارے ہاتھ پر ظہور
پکڑا بالجملہ شکست عظیم نصیب کافروں کے ہوئی۔ ستر آدمی کہ بڑے بڑے سردار
مثل ابوجہل کے تھے قتل ہوئے اور ستر اسیر ہوئے۔

---

[1] اسیر کرنا فرشتہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ ۱۲ منہ ف پھینک مارنا آپ کا مشت
خاک اور کنکریاں کافروں پر اور بسبب اس کے شکست کھانا کافروں کا۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ۔

حال بعد فتح ابوجہل کے حال کی آپ نے تفتیش فرمائی تب تک حال اس کے مقتول ہونے کا آپ کو معلوم نہ ہوا تھا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کا حال دریافت کرنے کو بھیجا۔ انہوں نے میدان جنگ میں جا کے دیکھا کہ وہ لعین پڑا تھا اور ایک رمق جان اس میں باقی تھی۔ حضرت ابن مسعود اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اس کافر نے اُنہیں دیکھ کر کہا کہ اے بکری چرانے والے بہت اونچی جگہ تو بیٹھا ہے پھر اُس نے کہا کہ میرا حال تو جو ہوا سو ہوا مگر یہ بتاؤ کہ فتح کس کی ہوئی۔ حضرت ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو فتح دی اور کفار کو شکست دی اور ذلیل اور خوار کیا بعد ازیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارادہ اُس کے سر کاٹنے کا کیا اُس لعین نے کہا کہ میرا سر کندھوں کے اتصال سے کاٹیو تاکہ سروں میں جو رکھا جاوے بڑا معلوم ہو لوگ جانیں کہ سردار کا سر ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس لعین کا سر کاٹ لیا اور حضور میں لا کے ڈال دیا آپ بہت خوش ہوئے اور سجدۂ شکر بجا لائے اور آپ نے فرمایا کہ یہ فرعون اس اُمت کا تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو آپ نے تلوار ابوجہل کی عنایت فرمائی۔ فـ ۱ جس طرح کہ نبی اس اُمت کے بلند رتبہ تھے بہ نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون بھی آپ کی اُمت کا شقاوت میں بلند رتبہ تھا بہ نسبت فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فرعون نے مرتے وقت کلمہ اسلام و ایمان کہا گو قبول نہیں ہوا اور اس اُمت کے فرعون نے مرتے وقت بھی کلمات کفر اور تکبر کے کہے۔

حال بروز بدر بعد فتح کے اُمیہ بن خلف کو کہ سرداران قریش میں تھا اور وہی پہلے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کا مالک تھا جو واسطے ترک دین اسلام کے تکلیف دیتا تھا۔ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے بسبب دوستی سابق کے اُس کو اور علی اُس کے بیٹے کو اپنے ساتھ لے لیا۔ دو زرہیں جو انہیں اس لڑائی میں ملی تھیں دونوں ہاتھ میں لیے تھے۔ اُمیہ نے کہا کہ ان زرہوں کو ڈال دو

ہمیں بچالو تمہیں زیادہ فائدہ ہوگا۔ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے وہ زرہیں ڈال دیں اور ایک ہاتھ سے اُمیہ کا ہاتھ اور دوسرے ہاتھ سے علی بن اُمیہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُن دونوں کو ساتھ لیے جاتے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھا وہ چلائے کہ اے مسلمانو یہ دشمن خدا ہے اُمیہ بن خلف ایسا نہ ہو کہ یہ بچ جاوے۔ مسلمانوں نے جھپٹ کے اُسے اور اُس کے بیٹے کو قتل کیا حضرت عبدالرحمان کہا کرتے تھے خدا رحمت کرے بلال (رضی اللہ عنہ) کو میری زرہیں تو انہوں نے کھو دیں اور میرے اسیروں کو قتل کروا دیا۔

حال بعد فتح کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھڑ کفار مقتولین کے چاہ بدر میں ڈلوا دیئے بعد ازیں متصل اُس کنوئیں کے آپ نے کھڑے ہو کے ایک ایک کا نام لے لے پکارا اور فرمایا ہم نے تو جو خدائے تعالیٰ نے ہم سے وعدہ کیا تھا ٹھیک پایا تم نے بھی جو کچھ خدائے تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا تھا پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایسے جسموں سے کلام کرتے ہیں جن میں روح نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں۔[1]

حال بعد فتح کے آپ رونق افروز مدینہ ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آپ واسطے تیمارداری حضرت رقیہ صاحبزادی کے کہ منکوحہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تھیں اور بیمار تھیں مدینہ میں چھوڑ گئے تھے اور اُن سے فرمایا تھا کہ تمہیں ثواب کامل حاضر ہونے اس غزوے کا ملے گا لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر میں محسوب (شمار) ہوئے اور ایک حصہ پورا غنیمت بدر کا آپ نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو دیا۔ جب آپ مدینہ میں پہنچے اُس سے ایک دن پہلے بی بی رقیہ فـ کا انتقال ہوا لوگ اُن کی تجہیز و تکفین کر کے دفن میں مشغول تھے کہ زید بن حارثہ

---

[1] یہ سماع موتیٰ یعنی مُردوں کے سُننے کی روشن دلیل ہے۔ ۱۲ (محمد رفیق)

فـ ۱ - وفات بی بی رقیہ بنت رسول اللہ کی اور نکاح میں حضرت عثمانؓ کے آنا بی بی حضرت ام کلثوم کا۔ ۱۲

(رضی اللہ عنہ) نے مدینہ میں پہنچ کے بشارت فتح بدر کی پہنچائی اور آپ نے بعد ازیں ام کلثوم صاحبزادی کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا۔ اسی سبب سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ "ذو النورین" کہلاتے ہیں۔ قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ یہ فٹ[1] شرف کہ کسی پیغمبر کی دو بیٹیاں ایک امتی کے نکاح میں آئی ہوں سوائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے امم ماضیہ میں بھی کسی کو حاصل نہیں ہوا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اتنا راضی تھے کہ آپ نے بعد وفات حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے فرمایا اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں عثمان (رضی اللہ عنہ) سے نکاح کر دیتا۔

حال ستر آدمی جو اسیر ہو آئے تھے ان میں حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ آپ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا کہ عباس بکراہت لشکر کفار کے ساتھ آئے ہیں۔ جو کوئی انہیں پاوے قتل نہ کرے سو فرشتوں نے بھی اس حکم کو مانا کہ انہیں اسیر کر دا دیا قتل نہ کیا۔ جیسا کہ اوپر گزرا حضرت عباس اس وقت تک اگرچہ مسلمان نہ ہوئے تھے لیکن بسبب محبت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسلمانوں کے خیر خواہ تھے سب اسیروں کے ہاتھ بندھے تھے حضرت عباس کے ہاتھ بہت سخت بندھے تھے۔ رات کو وہ کراہتے تھے آپ ان کی آواز سن کے بیقرار ہوئے حتیٰ کہ آپ کو نیند نہ آئی۔ ایک صحابی نے یہ حال دریافت کر کے حضرت عباس کے ہاتھ کے بند کو ڈھیلا کر دیا وہ خاموش ہوئے آپ نے یہ بات سن کے اور سب اسیروں کے ہاتھوں کو ڈھیلا کر دیا۔

حال اسیران بدر[2] کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے

ف[1] بیان اس بات کا کہ پیغمبر کی دو بیٹیوں کا ایک امتی کے نکاح میں آنا ایسا شرف ہے کہ سوائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کسی کو حاصل نہیں ۱۲۔ (سید عیسیٰ شاگرد مصنف کتاب سلمہ اللہ تعالیٰ) [2] مشورت کرنا آپ کا اصحاب سے معاملہ اسیران بدر میں اور بموجب رائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب کو فدیہ لے کے چھوڑ دینا اور نازل ہونا آیات قرانی کا باستحسان رائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ مقتضی قتل اسیران تھی۔ ۱۲ منہ

مشورہ کیا حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا یہ لوگ ائمۃ الکفر ہیں یعنی کافروں کے سردار ہیں سب کو قتل کیجئے کہ ہیبت اسلام کی خوب ظاہر ہو اور جن کے اقارب اہل اسلام میں ہیں ان کو ان ہی کے اقارب کو واسطے قتل کے دیجئے عقیل کو ان کے بھائی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیجئے اور عباس کو ان کے بھائی حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو دیجئے اور میرے فلانے قریب کو مجھے دیجئے کہ ہم سب قتل کریں۔ اور تحقیق ہو جائے کہ محبت خدا اور رسول کی ہم پر اقارب کی محبت سے غالب ہے اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ یہ لوگ فدیہ لے کے سب چھوڑ دیئے جاویں شاید کہ آئندہ یہ لوگ مسلمان ہو جاویں اور اب مسلمانوں کی بسبب مال فدیہ کے تقویت ہو گی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل آدمیوں کے اللہ تعالیٰ نے بعضے نرم بنائے ہیں اور بعضے سخت اور مثال عمر کی۔ انبیا میں سے نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام ہیں کہ نوح علیہ السلام نے دعا مانگی:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ (پ ۲۹ : ع ۱۰)	"اے پروردگار میرے چھوڑ مت زمین پر کافروں سے کوئی گھر بسانے والا۔"

اور موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ (پ ۱۱ : ع ۱۴)	(یعنی) "اے رب ہمارے مٹا دے ان کے مالوں کو اور سخت کر ان کے دلوں کو کہ وہ ایمان نہ لاویں جب تک نہ دیکھیں عذاب دردناک کو۔"

اور مثال ابوبکر کی انبیاء سے ابراہیم علیہ السلام اور عیسٰے علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پ ۱۳ : ع ۱۸)	(یعنی) "جو میرا تابع ہو وہ میرا ہے میرا کہا جس نے نہ مانا پس بیشک تو بڑا گناہ بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔"

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ اپنی اُمت کے حق میں یہ ہے :

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ ۷ : ع ۶)

(یعنی " اگر تو اُن کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو زبردست ہے حکمت والا ۔"

چونکہ آپ کے مزاج میں بہت حلم تھا کہ آپ رحمۃ للعالمین تھے آپ کو رائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پسند ہوئی اور آپ نے فدیہ لے کے اسیروں کو چھوڑ دیا ۔ اس پر عتاب الٰہی نازل ہوا اور یہ آیت آئی :

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (پ ۱۰ : ع ۵)

(یعنی " اگر نہ ہوتا ایک حکم لکھا ہوا خدائے تعالیٰ کی جانب سے کہ پہلے ہو چکا بیشک پہنچتا تمہیں اس میں جو لیا تم نے عذاب بڑا ۔"

یعنی خدائے تعالیٰ نے پہلے سے یہ حکم لکھ رکھا ہے کہ خطائے اجتہادی میں مواخذہ نہیں ہوتا اور حکم فدیہ لینے کا تم نے باجتہاد دیا کہ اُس میں خطا ہوئی لہٰذا تم سے مواخذہ نہ ہوا ۔ آپ بعد نزول اس آیت کے رونے لگے اور آپ نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سوائے عمر اور سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے کہ اُن کی بھی رائے مثل حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے تھی کوئی نہ بچتا ۔

ف ۔ اس مقام پر علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ انبیائے کرام حکم باجتہاد بھی دیتے ہیں اور اُس میں خطا بھی ہوتی ہے لیکن خدائے تعالیٰ انبیاء کو خطا پر قائم نہیں رکھتا فوراً اس پر مطلع کر دیتا ہے ۔ **ف** ۔ اگرچہ اس وقت اس حکم پر عتاب ہوا اس واسطے کہ اس زمانہ میں واسطے جمانے رعب اور ہیبت کے حکم قتل مناسب تھا لیکن بعد ازیں اس شریعت میں حکم فدیہ لینے کا آ گیا اور آیت مذکور الصدر سے پہلے خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تک نبی خوب خونریزی کفار کی نہ کر لے تب تک اسیروں سے فدیہ لینا نہ چاہیے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد خونریزی کفار اور راسخ ہو جانے ہیبت و رعب اسلام

کے فدیہ لینا نامناسب نہیں ۔

حال حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فدیہ میں اپنی بے مائگی کا عذر کیا اور کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) شرم کی بات ہے کہ تمہارا چچا قریش میں مال فدیہ کے لیے ہاتھ پھیلائے ۔ آپ نے فرمایا کہ بوقت پیش آنے اس سفر کے تم جو سونا ام الفضل اپنی زوجہ کے پاس رکھ آئے ہو وہ کیا ہوا ۔ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے کہا بیشک تم نبی برحق ہو اس سونے کی خبر کسی کو نہ تھی بیشک خدائے تعالیٰ نے تمہیں اس کی خبر دی اور اُسی وقت حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) ایمان لے آئے ۔ لیکن رہنا حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کا مکہ میں مصلحت تھا اس لیے حضرت نے وہیں اُن کو پھر جانے کی اجازت فرمائی ۔

حال منجملہ اسیران بدر حضرت ابوالعاص داماد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے کہ بی بی زینب ایک دختر آپ کی اُن کے نکاح میں تھیں اُن کے فدیہ میں بی بی زینب نے ایک زیور بھیجا اس میں ایک حمائل (ہار) تھی حضرت بی بی خدیجہ رض کی انہوں نے اپنی بیٹی کے جہیز میں دی تھی آپ کو وہ حمائل دیکھ کے خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو یاد کر کے رقت آئی اور اصحاب سے آپ نے کہا اگر تمہاری مرضی ہو تو یہ زیور واپس کیا جائے ۔ اصحاب نے یہ بات بدل و جان قبول کی ۔ آپ نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ مکہ پہنچتے ہی حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کو مدینہ میں پہنچا دیں اور انہیں رخصت کیا ۔

(فضیلت اصحاب اہل بدر)

ف ۔ جمیع حاضرین بدر کا بہت بڑا رتبہ ہے اور باقی صحابہ سے افضل ہیں اور سب جنتی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اہل بدر کی بہت توقیر کرتے تھے ۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ جس طرح تمہارے اصحاب میں اہل بدر عالی رتبہ ہیں نسبت باقی اصحاب کے اسی طرح جو کہ ملائکہ جنگ بدر میں حاضر ہوئے وہ اشرف و اعلیٰ ہیں بہ نسبت اور ملائکہ کے ۔

نکتہ ۔ اہل بدر کی وجہ فضیلت یہی ہے کہ اُن سے تائید دین متین کی ہوئی ایسے
موقع پر کہ بیخ (جڑ) دین کی قائم ہوگئی ہمراہی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے اور اس سے معلوم ہوا کہ تائید دین متین افضل عبادت ہے ۔

فصل چوتھی نکاح حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیان میں

منجملہ احوال سنین ہجرت کے نکاح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا
ہے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹیوں میں
حضرت فاطمہ کو بہت چاہتے تھے اور خدائے تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ
زیادہ مقبول تھیں۔ آپ نے ارشاد کیا کہ فاطمہ بہشت کی سب عورتوں کی سردار
ہیں۔ جب وہ جوان ہوئیں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ)
نے بھی اُن کے نکاح کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا وہ چھوٹی ہے اور حضرت
عثمان (رضی اللہ عنہ) بسبب ہونے ایک بہن حضرت فاطمہ کی اُن کے نکاح کی درخواست
نہیں کر سکتے تھے اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو بسبب بے مقدوری کے جرأت اس
درخواست کی نہ تھی۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے
واسطے درخواست کے کہا۔ انہوں نے اپنی بے مقدوری کا عذر کیا اور یہ بھی فرمایا
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میری درخواست منظور فرماویں یا نہ فرماویں حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری درخواست منظور ہو گی ۔ جناب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قرائن مزاج سے یہ بات انہوں نے پائی
ہو گی ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ واسطے درخواست نکاح بی بی فاطمہ کے
حضور اقدس میں گئے اور حضرت فاطمہ کی خواستگاری کی ۔ آپ نے مرحبا

کہا اور خوش ہوئے بعد ازیں حکم خدا تعالیٰ کا پہنچا کہ نکاح فاطمہ کا علی سے کر دو۔ آپ نے
حضرت علی کی درخواست پذیرا (قبول) فرمائی اور حضرت علی نے کہا کہ مہر کے قابل
میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا کیا اسباب ہے انہوں
نے بیان کیا کہ ایک زرہ اور ایک گھوڑا ہے۔ آپ نے زرہ کے بیچنے کا حکم دیا
اور گھوڑے کے لیے ارشاد کیا کہ تمہیں جہاد کی ضرورت ہو گی اسے مت جدا کرو۔
زرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار سو اسی درم کو خرید لی اور زر قیمت ادا کر
کے وہ زرہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پھیر دی کہ اسے بھی آپ رکھیے حضرت
علی رضی اللہ عنہ سب درہم زرہ کی قیمت حضور میں لائے۔ آپ نے ایک مٹھی
حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کو دی کہ ان درموں کی خوشبو فاطمہ کے لیے لے آؤ اور
باقی آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کو دے کر فرمایا کہ اس سے جہیز
یعنی خانہ داری کا سامان بی بی فاطمہ کا کر دو۔ ایک پلنگ، دو نہالی کتان کی، دو
چادر بُردکی اور ایک تکیہ اور دو بازو بند چاندی کے اور ایک مشک پانی بھرنے
کی اور دو گھڑے مٹی کے اور چند چیزیں اسی قسم کی تیار ہوئیں پھر آپ نے شرفا
و اعیان مہاجرین و انصار کو ایک دن جمع کر کے خطبہ پڑھ کے نکاح حضرت
فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کر دیا۔ اور مہر چار سو دینار چاندی
کے باندھے جو حساب سے ڈیڑھ سو تولہ ہوتے ہیں اور نکاح سے پہلے خود حضور
نے حضرت بی بی فاطمہ سے استیذان کیا تھا یعنی پوچھا کہ تمہارا نکاح علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
سے کر دیں وہ خاموش رہی تھیں اور خاموشی اُن کی اذن قرار پائی جیسا کہ حکم ہے سکوت
بکر (کنواری) کا بوقت استیذان ولی اقرب کے اذن ہے۔ حصن حصین میں ہے
کہ بعد نکاح بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے رخصت کر دیا آپ
ان کے گھر تشریف لے گئے اور پہلے حضرت فاطمہ سے پانی منگوایا وہ ایک
قعب (بڑا پیالہ) میں پانی بھر لائیں آپ نے اُس پانی میں کلی ڈالی پھر حضرت
فاطمہ سے کہا کہ آگے آؤ وہ آگے آئیں آپ نے وہ پانی اُن کے سر و سینہ پر چھڑکا

اور پھر حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے کہا کہ پیٹھ پھیرد۔ انھوں نے پیٹھ پھیری آپ نے پانی اُن کی پیٹھ پر چھڑکا اور دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔	"الٰہی تیری پناہ میں کرتا ہوں فاطمہ کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے۔"

پھر آپ نے فرمایا پانی لاؤ۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں میں سمجھا مجھے حکم ہے میں قعب (بڑا پیالہ) میں پانی لایا آپ نے پانی میں کلی ڈال کے حضرت علی کے اول سر و سینے پر پھر درمیان دونوں شانوں کے چھڑکا اور مثل حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے اُن کے لیے بھی دُعا کی اور بوقت نکاح آپ نے دونوں صاحبوں کے لیے خیر و برکت کی دُعا کی اور پیدا ہونے بکثرت طیبین اور طاہرین کے اُن کی اولاد میں سے دعا فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَكُمَا وَ اَسْعَدَ جَدَّكُمَا وَ بَارَكَ عَلَیْكُمَا وَ اَخْرَجَ مِنْكُمَا كَثِیْرًا اَطْیَبًا۔	(یعنی) خدائے تعالیٰ تم دونوں کو بخوبی اکٹھا رکھے اور تمہارا بخت بڑا کرے اور تم پر برکت کرے اور تم میں سے بہت طیب پاکیزہ (اولاد) پیدا کرے۔

اور بعد نکاح کے ایک طبق چھوہاروں کا منگوا کے حکم دیا کہ لوٹ لو۔ **ف۔** دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدائے تعالیٰ نے قبول فرمائی اور بنی فاطمہ میں ایسے طیبین طاہرین پیدا ہوئے کہ اور کسی کی اولاد میں نہیں ہوئے۔ ائمہ اطہار و کبار اولیاء اللہ مثل حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے کہ قدم ان کا سب اولیاء اللہ کی گردن پر ہے اور یہ بات کہ میرا قدم سب اولیاء اللہ کی گردن پر ہے حضرت ممدوح نے بحکم الٰہی کہی تھی اور سب اولیاء اللہ ان کی علو شان کے معترف تھے۔ شیخ محی الدین العربی نے فتوحات مکیہ میں بیان مقامات و مراتب تصرفات اولیاء میں حضرت کو بہت بلند رتبہ اور قوی التصرف لکھا ہے۔ امام مہدی خاتم الخلفاء الراشدین و الائمۃ المجتہدین بھی بنی فاطمہ سے ہوں گے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں۔

فائدہ: ذکر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

ف ہونا[1] امام مہدی کا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اس میں دو نکتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے اسمٰعیل (علیہ السلام) تھے اور اُن سے چھوٹے اسحاق (علیہ السلام)، سو جس طرح حضرت اسحٰق (علیہ السلام) کی اولاد میں سب انبیاء ہوئے اور اشرف الانبیاء خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل خلف اکبر کی اولاد میں ہوئے اسی طرح سبط اصغر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اور ائمہ اطہار ہوئے اور خاتم الائمہ و الخلفاء الراشدین امام مہدی سبط اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہوئے۔ دوسرا یہ ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے حسبۃً للہ واسطے محفوظی اُمت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقتولی اور خون ریزی سے خلافت کو چھوڑ دیا تھا۔ اُس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی اولاد میں خاتم الخلفاء کو پیدا کیا جو ساری زمین کے بادشاہ ہوں گے اور امور دینیہ اور رفاہِ اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ان کے عہد میں علیٰ وجہ الکمال ظہور میں آوے گی جس طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اپنی جان و حیات سے خدا کے لیے درگزرے تھے اور ذبح ہونے کے لیے اپنے آپ کو دے دیا تھا اللہ جل جلالہٗ نے ان کی اولاد میں خاتم النبیین ایسے پیدا کیے کہ جانِ جہاں ہوئے اور بسبب اُن کے حیات طیبہ اور حیات ابدی کروڑوں اشخاص نے حاصل کی اور تا بقائے عالم فیض ان کا رہے گا۔

فصل پانچویں غزوۂ احد کے بیان میں

منجملہ غزوات مشہورہ غزوہ اُحد ہے۔ شرح اس کی یہ ہے کہ کفار قریش نے کہ بڑا رنج بسبب شکست کھانے اپنے بدر میں اور قتل مقتولین کے رکھتے

---

[1] ذکر ہونے امام مہدی کا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بیان نکتوں کا اس باب میں ۱۲

تھے ایک لشکر بھاری مرتب کر کے بقصد انتقام مدینہ پر فوج کشی کی۔ مرضی مبارک
مدینہ سے باہر جانے کی نہ تھی قصد یہ تھا کہ شہر میں قائم رہ کے فوج اعداء کو
بوقت آنے اُن کے دفع کریں۔ اکثر صحابہ مثل حضرت حمزہ، سعد بن عبادہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہما و دیگر مردم اوس و خزرج کا یہ مشورہ ہوا کہ باہر نکل کے لڑیں۔ ہر چند کہ
بعض اصحاب انصار نے یہ بات بھی کہی کہ ہم نے پہلے سے یہ بات تجربہ کی
ہے کہ جب کوئی لشکر مدینہ میں چڑھ آیا ہے اور مدینہ ہی میں قائم رہ کے
مدافعت کی ہے۔ خواہی نخواہی فتح اہل مدینہ کی ہوئی ہے۔ اور باہر نکل کے لڑائی
میں اہل مدینہ کی فتح نہیں ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہرگز باہر
تشریف لے جانے کی نہ تھی لیکن اصحاب موصوف نے کمال مبالغہ اس بات
میں کیا کہ باہر نکل کے ہی لڑنا چاہیے حتیٰ کہ آپ برخلاف مرضی دولت خانے
میں جا کے سلاح جنگ پہن کے باہر تشریف لائے اس وقت اصحاب یہ
سوچے کہ برخلاف مرضی مبارک اصرار مناسب نہیں ہے لہٰذا حضور میں عرض
کیا کہ اگر آپ کا دل باہر جانے کو نہیں چاہتا ہے تو بہتر ہے مدینہ میں ہی ٹھہر
کے لڑائی کی جاوے۔ آپ نے فرمایا کہ جب پیغمبر سلاح جنگ بدن پر لگائے
تب روا نہیں کہ قبل جنگ بے حکم الٰہی سلاح کھولے اب میں ہتھیار نہیں کھولوں
گا اور آپ باہر کو روانہ ہوئے۔ اور فرمایا اگر تم ثابت قدم رہو گے خدای تعالیٰ
تمہیں فتح دے گا اور متصل جبل اُحد کے دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ لشکر
اسلام کی پشت پر ایک شگاف دو پہاڑوں میں تھا۔ اُدھر سے اندیشہ اس
بات کا تھا کہ دشمن پشت پر سے آکے حملہ کریں۔ لہٰذا آپ نے حضرت عبداللہ
بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ساتھ پچاس تیر اندازوں کے وہاں متعین کیا اور کہا
کہ اس درے کی تم خبر رکھو۔ اگر کفّار ادھر سے قصد کریں تم تیر باراں کر کے دفع
کیجیو اور کسی حال میں خواہ ہماری فتح ہو یا شکست تم اس جگہ سے مت ہٹیو
اور لڑائی شروع ہوئی، شجاعانِ لشکر اسلام نے داد مردانگی کی دی اور خون کفّار

سے اُس میدان کو لالہ زار کر دیا اور کئی مرتبہ جانب درّے سے کفّار نے حملہ کرنا چاہا مگر
بسبب تیر اندازی ہمراہیان عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے قابو نہ پایا۔ بالآخر کفّار کو
ہزیمت ہوئی یہاں تک کہ ہندہ وغیرہ عورتیں جو جانب کفّار تھیں ایسی پریشان ہوئیں
اور بھاگیں کہ ان کی پنڈلیاں کھل گئیں خلخال نظر پڑے۔ لشکر اسلام آگے بڑھا اور
لوگ غنیمت میں مشغول ہوئے تب ہمراہیان عبداللہ بن جبیر بھی آگے بڑھے بہتیرا
عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے منع کیا نہ مانا کل دس آدمی ان کے ساتھ رہ گئے
تب خالد بن ولید نے کہ اس زمانہ میں کافر تھے درّے کی جانب سے مع انبوہ کفّار
فراریوں کے حملہ کیا۔ سعیدؓ بن جبیر رضی اللہ عنہ مع اپنے ہمراہیوں کے شہید ہوئے
اور پشت لشکر اسلام سے یکبارگی فوج کفّار نے ایسا غلبہ کیا کہ اہل اسلام حیران
ہو گئے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی صدمہ زخموں کا پہنچا۔ چہرہ
مبارک خون آلودہ ہوا دندان مبارک سامنے کا پتھر لگنے سے شہید ہوا اور ابن
قمیہ ایک کافر آپ تک پہنچ گیا اور اس نے آکر تلوار ماری آپ بسبب صدمہ زخم
کے اور بھی اس سبب سے کہ آپ دو زرہیں پہنے تھے بہت بوجھ آپ پر تھا ایک
غار میں گر پڑے اور ابن قمیہ نے پکار کے کہا کہ میں نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو
قتل کر دیا ہے اور شیطان نے بھی جعال بن سراقہ کی صورت بن کر سارے لشکر
میں اس خبر کو مشہور کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مقتول ہوئے۔ تب اکثر مسلمانوں
کے پاؤں اُکھڑ گئے اور صورت ہزیمت کی واقع ہوئی۔ چند اصحاب مہاجرین و انصار
مثل حضرت ابوبکر و عمر و علی و طلحہ و اسید بن حضیر وغیرہ رضی اللہ عنہم قائم رہے۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اس روز دو زرہیں پہنے تھے نیچی جگہ سے اوپر آپ نے چڑھنا چاہا
وہاں ایک پتھر تھا بسبب ضعف کے کہ زخموں سے آپ کو ہو گیا تھا اور بسبب
بوجھ زرہوں کے آپ اس پتھر پر نہ چڑھ سکے۔ حضرت طلحہ تلے بیٹھ گئے اور
کہا کہ آپ میرے کندھوں پر پاؤں رکھ کر چڑھ جاویں۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور
آپ حضرت طلحہ سے بہت راضی ہوئے اور فرمایا اَوْجَبَ طَلْحَۃ یعنی طلحہ نے

اپنے لیے جنت واجب کر لی۔ حضرت بی بی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی وہاں جا پہنچیں انھوں نے بوریئے کا ٹکڑا جلا کے زخم میں بھرا تب خون بند ہوا۔ حلقے خود کے رخسار مبارک میں گھس گئے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دانتوں سے زور کر کے ان حلقوں کو نکالا۔ پہلے ایک حلقہ پر دانتوں کو جما کے نکالا بسبب شدت زور کے ایک دانت ان کا ٹوٹ گیا۔ پھر دوسرے حلقے پر دانتوں کا زور کر کے نکالا دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ اُن سے بھی حضرت بہت راضی ہو گئے۔

حال، شہادت امیر حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ | اس ہنگامے میں ستر آدمی اصحاب میں سے شہید ہوئے۔ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ عم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی شہید ہوئے۔ شرح ان کے قصۂ شہادت کی یہ ہے کہ جنگ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کے ہاتھ سے کہ شجاع صفدر تھے۔ خوب شجاعت و کافر کشی ظہور میں آئی تھی طعیمہ بن عدی اور عتبہ باپ ہندہ زوجہ ابوسفیان ان ہی کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ اسی سبب سے جبیر بن مطعم نے کہ بھتیجا طعیمہ کا اور مالک وحشی کا تھا وعدہ آزادی کا درصورت قتل کرنے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کے اور ہندہ نے وعدہ انعام کا وحشی حبشی سے کیا تھا اور وہ وحشی بھی حربہ لگانے میں خوب ماہر تھا سو وحشی سے صحیح بخاری میں روایت ہے کہ بروز اُحد معرکہ میں میں نے دیکھا حضرت حمزہ کو کہ مانند شیر کے حملہ آور ہیں اور میری طرف کو آتے ہیں۔ میں بھاگا اور کترا کے ایک پتھر کی آڑ میں چھپ رہا۔ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ جب میرے برابر پہنچے میں نے اسی کمین سے حربہ اپنا پھینک کر مارا۔ اُن کے زیر ناف لگا وہ میری طرف جھپٹے۔ دو چار قدم چل کے گر پڑے میں سمجھا کہ زخم کام کر گیا۔ پھر میں نے پاس جا کے اپنا حربہ نکال لیا۔ ہندہ خبر قتل حمزہ (رضی اللہ عنہ) پا کے بہت خوش ہوئی اور نعش کے پاس پہنچ کے مثلہ کیا یعنی ناک کان کاٹے اور اعضائے تناسل بھی کاٹ ڈالے اور پیٹ چیر کے

جگر حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہٗ) کا نکال کے دانتوں سے چبایا۔

حال حضرت یمان والد حذیفہ رضی اللہ عنہٗ کے بھی جنگ اُحد میں شہید ہوئے گھبراہٹ میں مسلمانوں کی تلواریں ان پر پڑیں حذیفہ رضی اللہ عنہٗ بہتیرا کہتے رہے میرا باپ ہے میرا باپ ہے کسی کے دھیان میں نہ آیا۔

حال مقتول ہونا ابی بن خلف کا حضور اقدس کے ہاتھ سے | ابی بن خلف کہ کفار قریش میں ایک سردار تھا اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت عناد رکھتا تھا ایک گھوڑا اُس نے پالا تھا اور کہتا تھا آپ سے جب آپ مکے میں تھے کہ میں نے یہ گھوڑا تمہارے قتل کے لیے پالا ہے میں اس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کروں گا۔ آپ نے اس سے فرمایا تھا کہ میں ہی تجھے انشاء اللہ تعالےٰ قتل کروں گا۔ بروز اُحد وہ گھوڑا کداتا ہوا آپ کے قصد پر آیا۔ صحابہ نے چاہا کہ آپ تک پہنچنے سے پہلے اُسے دفع کریں۔ آپ نے فرمایا کہ آنے دو۔ جب وہ متصل (قریب) آیا آپ نے ایک صحابی سے نیزہ لے کر اُس کے گلے میں آہستہ سے مار دیا۔ ایک زخم خفیف پوست خراش لگا وہ چلاتا بھاگا۔ جب لشکر میں پہنچا لوگوں نے کہا کہ نیزے کا کچھ ایسا زخم نہیں لگا ہے کیوں چلاتا ہے۔ اس نے کہا تم نہیں جانتے کس کے ہاتھ کا زخم ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ کا زخم ہے۔ اگر وہ مجھ پر تھوک بھی مارتے بیشک میں مرجاتا بعد ازیں وہ راہ میں موضع سرف میں واصل جہنم ہوا۔ بیہقی نے روایت کی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک بار میں رات کو بطن رابغ[1] میں جہاں ابی بن خلف مرا تھا چلا جاتا تھا دیکھا کہ ایک شخص آگ کی زنجیروں میں بندھا ہوا چلاتا ہے کہ پانی مجھے دو اور نگہبان اس کے ساتھ ہے وہ کہتا ہے خبردار اُسے پانی دینا یہ قتل کیا ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا ابی بن خلف کافر ہے۔

---

[1] ظاہراً البطن رابغ موضع سرف میں کوئی جگہ خاص کا نام ہے اس واسطے کہ مرنا ابی کا سرف میں بھی بروایت بیہقی ثابت ہے۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالےٰ۔

حال حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معرکہ جنگ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا، مجھے گمان ہوا کہ اللہ جل جلالہٗ نے بسبب ناخوشی کے ہم سے اپنے پیغمبر کو آسمان پر اٹھا لیا اور میں نے کہا کہ اب زندگی میں کیا لطف ہے اور تلوار لے کے کفار کے غول میں بہ نیت حصول شہادت گھس گیا اور تلوار مارتے مارتے غول کو پریشان کر دیا اور یکبارگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑی حضور میں پہنچ کے حیات تازہ حاصل کی۔

حال جو صحابہ کہ غزوۂ احد میں بھاگے اُن کا قصور اللہ جل جلالہٗ نے معاف فرمایا اس لیے کہ وہ لوگ مخلص جان نثار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ یہ قصور اُن سے بمقتضائے بشریت ہو گیا تھا۔ قرآن مجید میں آیت عفو کی موجود ہے

حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور جو اصحاب وہاں موجود تھے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ کافروں نے بھی چڑھنا چاہا آپ نے دعا مانگی کہ الٰہی یہ چڑھ نہ سکیں۔ خدائے تعالےٰ نے انھیں روک دیا کہ وہ چڑھ نہ سکے بعد ازیں ابوسفیان نے کہ افسر لشکر کفار وہی تھا پکار کے پوچھا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں آپ نے فرمایا کہ جواب نہ دو۔ پھر اس نے پوچھا کہ تم میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جواب نہ دو۔ پھر اُس نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو پوچھا آپ نے تب بھی جواب دینے سے منع کیا۔ تب ابوسفیان نے چلا کے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں شخص مارے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تاب نہ رہی اور انہوں نے چلا کے کہا کہ بفضلہ تعالیٰ یہ تینوں شخص زندہ ہیں تیرے اوپر رنج اور بلا ڈالنے کو پھر کہا کہ سال آئندہ بمقام بدر ہمارے اور تمہارے لڑائی ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہہ دو بہت اچھا۔ پھر ابوسفیان نے کہا اُعْلُ ھُبَل (بلند ہو تو اے ہبل) آپ نے اصحاب سے کہا جواب دو۔ عرض کیا کہ کیا جواب دیں۔ فرمایا کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلّ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہی کہا۔ پھر ابوسفیان نے کہا عُزّٰی لَنَا وَلَا عُزّٰی لَکُمْ (عزیٰ ہماری ہے تمہاری عزیٰ نہیں) آپ نے فرمایا جواب دو!

ؔلہ بضم عین مہملہ و فتح زائے معجمہ مشددہ الف مقصورہ در آخر نام ایک بت کا ہے مکّہ کے بتوں میں ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ

صحابہ نے پوچھا کہ کیا جواب دیں۔ آپ نے فرمایا اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ (اللہ ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں) پھر ابوسفیان نے کہا کہ مقتولین میں تم مُثلہ پاؤ گے یعنی ناک اور کان اور اعضا کٹے ہوئے سو میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا اور میں اس بات سے ناخوش بھی نہیں ہوا۔ پھر ابوسفیان مع اپنے لشکر کے مکّہ کو پھر گیا۔

حال بعد مراجعت کفار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اوپر سے اترے اور مقتولین میں حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو اس حالت میں دیکھ کے بہت ملول ہوئے اور مقتولین کو بے غسل و کفن اُن ہی خون آلودہ کپڑوں سے دفن کر دیا اور ایک ایک قبر میں دو دو شہیدوں کو دفن کیا اور جس کو قرآن شریف زیادہ یاد تھا اُسے آگے کیا۔ بعد ازیں مدینہ کو معاودت (واپسی) فرمائی۔ مدینہ میں احوال جنگ سن کر بہت غم ہو رہا تھا اور نسبت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جو خبر مشہور ہوئی اس کا صدمہ تمام مدینہ پر کہ عاشق زار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے زیادہ از حد تھا اور سب کو تفتیش آپ ہی کی صحت و سلامتی کی تھی۔ اپنے عزیز و قریب کا کسی کو ایسا خیال نہ تھا۔ حتےٰ کہ ایک بی بی انصاری کہ نام ان کا کبشہ بنت رافع تھا، سعد بن معاذ کی ماں اور اُن کا بیٹا عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ اس لڑائی میں شہید ہوا تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دریافت حال کے لیے بے تاب تھیں۔ جب خبر آپ کے عود فرمانے کی سُنی کہا مجھے قرار نہ ہوگا جب تک میں جمال مبارک اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لوں گی۔ اور جھپٹ کر راہ میں پہنچیں اور جمال دیکھ کے کہا کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ جَلَلٌ ہر مصیبت بعد آپ کی سلامتی کے اے پیغمبر خدا بے حقیقت ہے۔ آپ نے ان سے تعزیت اُن کے بیٹے عمرو بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کی کی اور فرمایا کہ تجھے بشارت ہو کہ تیرا بیٹا بہشت میں ہے اور سب شہیدوں کے اقارب کو یہ خوش خبری سُنا دو کہ اُن کے اقارب جو شہید ہوئے بہشت میں ہیں۔ کبشہ نے کہا کہ جب

والے آپ کو دیکھ کے اور بھی تقاضے میں گرم ہوئے۔ آپ نے یہ حال ملاحظہ فرمایا اور گرد بڑے خرمن کے تین بار پھرے پھر اُس خرمن کے پاس بیٹھ گئے اور قرض والوں کو پیمانے سے ناپ کر دینا شروع کیا۔ ایک ہی خرمن سے سب قرض ادا ہو گیا۔ ایک حبہ باقی نہ رہا اور وہ خرمن بھی ویسا ہی تھا جیسے پہلے سے تھا سبحان اللہ کیا عظمت اور برکت تھی جناب سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی جابر رضی اللہ عنہ سب خرمنوں سے ادا ہو جانا قرض کا دشوار سمجھتے تھے بسبب برکت آپ کے ایک ہی خرمن سے سب قرض ادا ہو گیا اور اس خرمن میں سے بھی کچھ کم نہ ہوا۔

معجزہ

ف یہ عوام میں مشہور ہے کہ چہار دہم[1] شعبان کو جس کی شام کو شب برات ہوتی ہے۔ غزوۂ اُحد واقع ہوا اور بسبب ٹوٹنے دانت کے اُس دن حلوا کھایا تھا محض غلط ہے۔ کسی مؤرخ نے یہ بات نہیں لکھی ہے بلکہ وقوع اس غزوے کا ساتویں یا گیارہویں شوال میں ہے البتہ شب برات میں آپ نے واسطے شہدائے اُحد کے استغفار کیا ہے جیسا کہ اہل بقیع کے لیے بھی استغفار کیا ہے۔ پس شب برات میں شہدائے اُحد اور اموات کے لیے استغفار کرنا اور اُن کو ثواب پہنچانا مطابق سنت کے ہے۔

حال | بعد رونق افروزی آپ کی مدینہ طیبہ میں خبر پہنچی کہ ابو سفیان[2] بعد پھرنے کے پشیمان ہوا اور کہنے لگا کہ غلبہ ہم نے پایا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام کیوں تمام نہیں کیا۔ اب وہ معہ لشکر پھر آتا ہے۔ آپ نے یہ خبر سنتے ہی حکم دیا کہ لشکر بہ تعاقب ابو سفیان روانہ ہو اور خود بہ نفس نفیس مع لشکر روانہ ہوئے۔ اور اُن ہی لوگوں کو ہمراہ کیا جو شریک غزوۂ اُحد تھے باآنکہ وہ لوگ خستہ اور زخمی تھے

---

[1] ذکر اس بات کا کہ شب برأت کے دن ہونا غزوہ احد کا جو مشہور ہے غلط ہے۔

[2] غزوہ حمراء الاسد یعنی آپ کے تشریف لے جانے کا تعاقب میں ابو سفیان کے یہ سن کے کہ وہ پھر آتا ہے اور چلا جانا ابی سفیان کا۔

یہ حال ہے تو جائے خوشی ہے۔ آپ پسماندوں کے لیے دُعا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ حُزْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَجْرُ مُصِیْبَتِھِمْ۔ | "یا اللہ کھو دے رنج ان کے دلوں کا بدلہ دے ان کی مصیبت کا۔"

حال | بیان فضیلت شہدائے | اللہ جل جلالہٗ نے شہدائے اُحد کے لیے آیتیں بھیجیں۔ اس مضمون کی کہ وہ زندہ ہیں خدا کے نزدیک اُنہیں مردہ مت سمجھو خدائے تعالیٰ کے پاس سے وہ رزق پاتے ہیں اور بسبب اُن نعمتوں کے جو اللہ تعالےٰ نے اُنہیں دی ہیں خوش ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے شہداء کی ارواح کو سبز طائر کے قالب میں رکھ کر اجازت دی ہے کہ بہشت میں جہاں چاہیں سیر کریں جو چاہیں کھائیں اور رات کو سونے کی قندیلوں میں کہ سایۂ عرش میں جا رہتے ہیں اور بھی صحیح حدیث وارد ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے شہدا کو حضور میں بلا کے ان سے کلام کیا عبداللہ والد جابر رضی اللہ عنہ سے بالمشافہ کلام کیا اور پوچھا کہ اگر تمہیں کسی چیز کی خواہش ہو تو بیان کرو تمہیں دی جاوے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں سب عمدہ نعمتیں بہشت کی ملتی ہیں ہمیں اب کس چیز کی خواہش ہو۔ ایک بات کی البتہ خواہش ہے کہ ہم پھر دنیا میں بھیجے جائیں اور تیرے لیے پھر شہید ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں دوسری بار جانا نہیں ہو سکتا لہٰذا یہ آرزو تمہاری حاصل نہ ہوگی تب اُنہوں نے کہا کہ ہمارا حال ہمارے بھائیوں کو پہنچا دیا جاوے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا آخر تک۔

حال | اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا والد میرے بہت مقروض تھے اور چھوہارے باغ میں جو پیدا ہوئے اُن میں سے میں نے چاہا کہ قرض ادا ہو جاوے لیکن میری دانست میں وہ واسطے ادا سے قرض کے کافی نہ تھے لہٰذا میں نے حضور میں عرض کیا کہ اگر آپ تشریف لے چلیں تو غالباً بلحاظ آپ کے قرض والے کچھ رعایت کریں آپ تشریف لائے قرض

حسب الحکم ہمراہی روانہ ہوئے۔ آیہ

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ط (پ ۴ ع ۹)

"جن لوگوں نے حکم مانا اللہ تعالیٰ اور رسول کا بعد پہنچنے زخموں اور تکلیف کے سو ان نیکو کاروں اور پرہیزگاروں کے لیے بڑا ثواب ہے"

ان کی شان میں ہے۔ ابوسفیان نے جب یہ حال سنا ڈر گیا اور ہمراہیوں نے اس سے کہا کہ نام فتح کا ہوگیا ہے پھرنے میں کہیں ایسا نہ ہو کہ بات الٹ جاوے۔ ابوسفیان نے مدینہ کی طرف رخ نہ کیا اور بعجلت مکہ کو روانہ ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چند منزل تعاقب کر کے باشوکت و عظمت مدینہ طیبہ کو واپس تشریف لائے۔ منزل حمراء الاسد تک تشریف لے گئے تھے لہٰذا یہ سفر غزوہ حمراء الاسد کہلاتا ہے۔

فصل چھٹی غزوہ بدر ثانی کے بیان میں

ابوسفیان اُحد سے پھرتے وقت کہہ گیا تھا کہ سال آئندہ میں بدر پر پھر لڑائی ہوگی۔ جب وہ زمانہ قریب ہوا اور ابوسفیان لڑائی کے لیے بدر تک نہ آسکا اس نے یہ چاہا کہ ایسی صورت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی بدر پر نہ جاویں تاکہ اُن سے خجالت نہ ہو۔ اس نے ایک شخص کو کہ نعیم بن مسعود نام تھا مدینہ کی طرف بھیجا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچا دے کہ ابوسفیان نے بہت لشکر جمع کیا ہے اور بدر پر آیا چاہتا ہے۔ اس شخص نے مدینہ میں آکے اہل اسلام سے وہ بات کہی۔ انہوں نے سن کے کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کام بنانے والا ہے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع لشکر کہ ڈیڑھ ہزار آدمی تھے بدر کو تشریف لے گئے۔ ابوسفیان مارے ڈر کے نہ آیا اور آپ نے مع لشکر وہاں چند روز مقام کیا اور وہاں اصحاب نے بہ تجارت اموال

بہت نفع حاصل کیا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہر دینار پر مجھے ایک دینار نفع ہوا۔ پھر وہاں سے خوش و خرم بے جنگ و رنج پھر آئے۔ یہ آیتیں

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ط (پ ۴ ع ۹) فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ (پ ۴ ع ۹)

"وہ لوگ جنہیں کہا لوگوں نے کہ آدمیوں یعنی ابوسفیان وغیرہ نے لشکر جمع کیا ہے تمہارے لیے سو تم ان سے ڈرو ان کا ایمان زیادہ ہوا اور انہوں نے کہا اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔ پھر لوٹ آئے وہ اللہ کی نعمت اور فضل لے کر نہ پہنچی انہیں کچھ تکلیف اور تابع ہوئے وہ اللہ کی مرضی کے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔"

اسی حال کے بیان میں ہیں۔

فصل ساتویں سریہ رجیع کے بیان میں

جب مشرکین غزوہ اُحد سے پھر کے مکہ میں پہنچے سفیان بن خالد ہذلی لحیانی نے کچھ لوگ قبیلہ عضل[1] اور قارہ ساتھ لے کے واسطے تہنیت فتح کے پاس قریش کے مکہ میں آیا وہاں اُس نے سنا کہ سلافہ بنت سعد طلحہ بن ابی طلحہ کی زوجہ نے کہ اُس کے چار بیٹے اور شوہر اُحد میں مارے گئے تھے یہ شہرت دی ہے کہ جو کوئی عاصم بن ثابت کا سر لادے میں اُسے سو اونٹ بہت اچھے دوں۔ عاصم کے ہاتھ سے اس کے دو بیٹے مارے گئے تھے اس لیے سلافہ نے نذر کی تھی کہ میں عاصم کے کاسہ سر میں شراب پیوں گی۔ سفیان بن خالد کو سو اونٹوں کی طمع ہوئی اس نے

[1] عضل بعین مہملہ مفتوحہ وضاد معجمہ و قارہ بقاف و رائی مہملہ بے تشدید یہ دونوں قبیلے کے نام ہیں۔

اپنے گھر بھر کے سات آدمی عضل اور قارہ کے مدینہ میں بھیجے۔ انہوں نے بموجب کہنے سفیان کے یہ فریب کیا کہ ظاہر میں مسلمان ہو گئے اور حضور اقدس میں عرض کیا کہ ہمارے ساتھ اپنے اصحاب میں سے چند آدمی کر دیجئے کہ ہماری قوم کو قرآن مجید سکھا دیں اور کوشش اس بات میں کی کہ عاصم کو آپ ساتھ کر دیں۔ اور ثابت بن ابی الافلح عاصم کے باپ کے گھر جا کر ٹھہرے اور عاصم سے بہت محبت کا اظہار کیا کہ اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمہیں ہمارے ساتھ کر دیں تو بہت خوب ہے، آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی ان کے ساتھ کر دیئے اور عاصم کو ان کا سردار کر دیا۔ وہ دسوں آدمی ساتھ ان ساتوں کے روانہ ہوئے۔ جب درمیان عسفان اور مکہ کے آئے ایک ان ساتوں میں سے جا کے سفیان بن خالد کو خبر دی۔ وہ دو سو آدمی لے کر چڑھ آیا۔ عاصم معہ اپنے ساتھیوں کے فدفد پر کہ ایک اونچا ٹیلہ تھا چڑھ گئے۔ جب دشمن اُن کے قریب پہنچے عاصم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ حصول شہادت کو غنیمت سمجھو اور سب لڑائی کے لیے مستعد ہوئے کافروں نے کہا کہ ہم سے لڑنے کا قصد نہ کرو تم ہم سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ عاصم نے کہا کہ نہیں مارے جانے کا ڈر نہیں دین کے لیے سر دینا ہمارا کام ہے۔ کفار نے عاصم سے کہا کہ جلدی نہ کرو اور اپنی جان کو ہلاک نہ کرو ہم تمہیں امان دیں گے۔ عاصم نے کہا کہ میں مشرک کی امان لینا نہیں چاہتا اور میں نے سنا ہے سلافہ نے قسم کھائی ہے کہ میرے کاسۂ سر میں شراب پیئے۔ یا اللہ تو ہمارے حال کی خبر اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو دے سو اللہ جل جلالہ نے یہ دعا ان کی قبول کی اور ان کے حال کی آپ کو خبر دی اور عاصم (رضی اللہ عنہ) نے پہلے تیر لگا کے مارے جب تیر ختم ہو گئے نیزے سے لڑے جب نیزہ ٹوٹ گیا تب تلوار لی اور یہاں تک لڑے کہ شہید ہوئے اور دعا کی کہ الٰہی میں نے تیرے دین کی حمایت کے لیے جان دی تو میرے بدن کو بچا کہ کفار کے ہاتھ نہ لگے۔ لبعد ازیں کفار نے

چاہا کہ ان کا سر کاٹ لیں تا کہ سلافہ کے پاس لے جاویں۔ خدائے تعالیٰ نے شہد کی مکھی کا لشکر بھیجا پاس بدن مبارک حضرت عاصم (رضی اللہ عنہ) کے انہوں نے جھرمٹ باندھا کسی کافر کو پاس پھٹکنے نہ دیا۔ جب رات ہوئی خدائے تعالےٰ نے ایک سیلاب ایسا بھیجا کہ بدن حضرت عاصم کا بہا لے گیا۔ کافر خائب خاسر رہے جب سلافہ کے پاس سفیان ابن خالد نے آدمی بھیجا کہ سو اونٹ بھیج دے ہم نے عاصم کو قتل کیا سلافہ نے کہلا بھیجا کہ میری شرط یہ تھی کہ عاصم کا سر یا عاصم کو جیتا لے آؤ سو تم نے دونوں میں سے ایک بھی نہ کی میں اونٹ ہرگز نہ دوں گی۔

حال باقی عاصم (رضی اللہ عنہ) کے ساتھیوں کا یہ حال ہوا کہ چھ شخص اور لڑ کر شہید ہو گئے اور خُبیب[1] بن عدی اور عبداللہ بن طارق اور زید بن دثنہ[2] یہ تین صاحب کافروں کے سمجھانے سے اُن کی امان میں آکے پہاڑ پر سے اترے۔ کفار نے بدعہدی کر کے ان کے ہاتھ کمان کے چلے سے باندھے۔ عبداللہ بن طارق نے جب غدر اُن کا دیکھا حیلے سے ہاتھ اپنے کھول کے تلوار کھینچی اور کفار سے قتال شروع کیا۔ کافران کے حملۂ شیرانہ سے حیران ہو گئے اور پتھر برسا کے انہیں شہید کیا اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ کو کفار اسیر کر کے لے گئے۔ خبیب (رضی اللہ عنہ) کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے سو اونٹ دے کے مول لیا تھا کہ عوض اپنے باپ کے کہ خبیب (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ سے مارا گیا تھا قتل کریں اور حضرت زید (رضی اللہ عنہ) کو صفوان بن اُمیّہ نے بعوض پچاس اونٹ کے لے لیا اس لیے کہ عتبہ اپنے باپ کے عوض کہ زید نے اُسے قتل کیا تھا مار ڈالے۔ دونوں صاحب مکہ میں بماہ ذیقعدہ پہنچے تھے بانتظار گزر جانے اشہر حرام کے انہیں قید کر کے رکھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ خبیب نے ایک بار اُسترا

---

[1] خبیب بخائے معجمہ و دو بائے موحدہ صیغہ تصغیر

[2] دثنہ بدال مہملہ و ثائے مثلثہ مکسورہ وزن نام والد زید صحابی رضی اللہ عنہ کذا فی القاموس۔ ۱۲ منہ

واسطے پاکی لینے کے حارث کے ایک بیٹے سے مانگ لیا تھا۔ اسی حالت میں ایک لڑکا اس کا خبیب (رضی اللہ عنہ) کے پاس جا پہنچا خبیب (رضی اللہ عنہ) نے اُسے اپنے زانو پر بٹھا لیا۔ اس عورت کو ڈر ہوا کہ یہ قیدی ہے کہیں میرے بیٹے کو مار نہ ڈالے۔ خبیب نے کہا مت ڈرو میں ایسا نہ کروں گا بچے کو قتل نہ کروں گا۔ وہ عورت کہتی ہے کہ میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے خبیب کو حالتِ قید میں انگور کھاتے دیکھا اور ان دنوں مکہ میں کوئی میوہ نہ تھا اور خبیب زنجیروں میں قید تھے وہ انگور رزقِ الٰہی غیبی تھا کہ خدائے تعالےٰ نے خبیب (رضی اللہ عنہ) کو بھیجا تھا۔ بعد گزر جانے ماہِ حرام کے موضع تنعیم میں کہ خارج حرم ہے خبیب اور زید دونوں کو سولی دی۔ خبیب (رضی اللہ عنہ) نے کفار سے کہا [1] اتنی مہلت دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ کفار نے مہلت دی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھ لی۔ مقتولان بے گناہ کے لیے یہ نماز انہوں نے سنت قائم کر دی بعد ازاں انہوں نے یہ شعر پڑھے:

اشعار

وَلَسْتُ اُبَالِی حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ وَذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَاْءُ یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِیْ	(ترجمہ) مجھے کچھ پرواہ نہیں جبکہ میں مارا جاتا ہوں مسلمان۔ کسی کروٹ پر ہو خدا کے لیے میرا مارا جانا اور یہ قتل میرا خدا کے لیے ہے اور اگر خدا تعالےٰ چاہے برکت کرے۔

عضو پارہ پارہ کر کے ٹکڑوں میں خبیب کو سولی پر چڑھایا اور قبلہ سے منہ پھیر دیا۔ خبیب (رضی اللہ عنہ) نے کہا کچھ مضائقہ نہیں فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ پھر خبیب (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ اگر تم دین اسلام چھوڑ دو تو ہم تمہیں چھوڑ دیں۔ خبیب (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ اگر تمام روئے زمین مجھے دیں تو بھی اسلام سے نہ پھروں۔ ایک جان کیا سو جان اسلام کے قربان۔ کافروں نے کہا تمہارا جی چاہتا ہے کہ تمہارے بدلے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو سولی ہو اور تم اپنے گھر سلامت چلے جاؤ۔ خبیب (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میرا دل ہرگز نہیں چاہتا کہ میں گھر میں

ہوں اور جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں ایک کانٹا چبھے۔ پھر مقتولان بدر کی اولاد و اقارب چالیس آدمیوں نے نیزے ہر طرف سے حضرت خبیب کے مارنے شروع کیے اُس وقت منہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا قبلہ کی طرف ہو گیا۔ انہوں نے کہا شکر خدا کا جس نے میرا منہ قبلہ کی طرف کر دیا جو اس نے اپنے رسول کے لیے پسند کیا ہے اور حضرت خبیب (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ الٰہی یہاں سب دشمن ہیں کوئی دوست نہیں کہ میرا اسلام تیرے دوست کو پہنچا دے تو ہی میرا سلام اپنے حبیب کو پہنچا دے۔

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں مجلس شریف میں ساتھ ایک جماعت اصحاب حاضر ہوا تھا آپ پر آثار وحی ظاہر ہوئے بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ خبیب کو کافروں نے قتل کیا اور یہ جبرئیل امین اس کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں پھر آپ نے فرمایا علیہ السلام ورحمۃ اللہ۔ پھر حضرت زید کو سولی دی انہوں نے بھی پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور جیسی گفتگو کفار نے حضرت خبیب سے کی تھی ویسی ہی اُن سے بھی کی اور ویسا ہی جواب [1] پایا۔ حضرت خبیب کی نعش کو سولی پر لٹکا رکھا۔

حال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کہ کوئی ہے جو خبیب (رضی اللہ عنہ) کی نعش کو سولی پر سے اتار لائے۔ حضرت زبیر اور مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کام کا اقرار کیا اور روانہ ہوئے۔ دن کو چھپ رہتے اور رات کو چلتے یہاں تک کہ پاس نعش کے پہنچے۔ چالیس آدمی محافظت کے لیے اطراف دار میں سوتے تھے۔ انہوں نے آہستہ سے خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر سے اتارا اور گھوڑے پر رکھ کر لے چلے۔ چالیس دن اُن کے قتل سے گزرے تھے

[1] یعنی حضرت زید سے بھی کفار نے ترک اسلام کو کہا اور جان کا خوف دلایا مگر حضرت زید نے بھی مثل حضرت خبیب کے نہایت دلیرانہ طریقہ سے اُن کی باتوں کی تردید کر کے جام شہادت نوش کیا۔

مگر بدن اُن کا ویسا ہی تازہ تھا اور زخموں سے خون ٹپکتا تھا اور مشک کی خوشبو آتی تھی۔ صبح کو قریش نے خبر پائی شتر سوار دوڑائے جب پاس اُن دونوں صاحبوں کے پہنچے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نعش خبیب رضی اللہ عنہ کی زمین میں رکھدی فوراً زمین اُسے نگل گئی۔ حضرت خبیب کو "بلیع الارض" اسی لیے کہتے ہیں۔ حضرت زبیر نے کفار کی طرف منہ کر کے کہا کہ میں زبیر بن العوام ہوں اور ماں میری صفیہ بنت عبدالمطلب ہے اور یہ میرے رفیق مقداد بن الاسود ہیں۔ تمہارا جی چاہے تو تیروں سے لڑو اور کہو تو اتر کر تلوار نیزے سے لڑلیں اور چاہو پھر جاؤ کفار پھر گئے۔ حضرت زبیر اور مقداد نے حضور اقدس میں جا کے حال عرض کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجلس شریف میں آ کے بیان کیا کہ تمہارے ان دونوں یاروں کی فرشتوں میں تعریف ہو رہی ہے۔

حال ذکر قتل سفیان بن خالد لعین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو عاصم (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ہمراہیوں کے قتل کا بڑا رنج ہوا اور عبداللہ بن انیس[1] انصاری کو واسطے قتل سفیان بن خالد ملعون کے مامور کیا۔ وہ سفیان کو پہچانتے نہ تھے آپ نے اس کی شکل بیان فرمائی اور ارشاد کیا کہ اس کے دیکھتے ہی تمہارے دل میں خوف آوے گا۔ عبداللہ بن انیس نے اجازت لی کہ جو جی میں آئے اس کے سامنے کہیں اور تلوار لے کے روانہ ہوئے بعد قطع منازل بطن عرنہ[2] میں پہنچے اور وہاں اس کافر کو دیکھا اور موافق نشان دہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہچانا اور اس کے پاس گئے۔ اس نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ عبداللہ نے کہا کہ میں قوم خزاعہ میں سے ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ لشکر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑنے کو تیاری کرتے ہیں میں بھی حاضر ہوا ہوں کہ شریک ہوں اور بہت خوشامد کی باتیں کیں کہ سفیان بہت راضی ہوا۔ عبداللہ اس کے خیمے میں داخل ہوئے اور موقع پاکر سر اس کا کاٹ کے مدینہ کو روانہ ہوئے اور راہ میں ایک غار میں چھپ

[1] انیس بصیغہ تصغیر ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ [2] قاموس میں ہے بطن عرنہ کہمزہ بعرفات یعنی بطن عرنہ بضم عین مہملہ و فتح رای مہملہ ایک مقام عرفات میں ہے۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

رہے۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے اُس غار میں مثل غار ثور کے مکڑی نے جالا پور دیا جب سفیان کی قوم کو خبر ہوئی عبداللہ کی تلاش میں جھپٹے بہتیرا تلاش کیا نہ پایا پھر گئے۔ عبداللہ غار سے نکل کر روانہ ہوئے اور منازل قطع کر کے حضور اقدس میں پہنچے۔ سر اس لعین کا زیر پائے مبارک ڈال دیا۔ آپ اور اصحاب بہت خوش ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے ایک عصا عبداللہ بن انیس کو دیا اور فرمایا کہ یہ عصا بہشت میں ہاتھ میں رکھیو۔ اس طرح اُن کو خوشخبری جنت کی دی۔ وہ عصا عبداللہ کے ہر وقت ساتھ رہتا تھا یہاں تک کہ بوقت مرگ انہوں نے اپنے ساتھ کفن میں رکھوایا۔

فصل آٹھویں، قصہ بیر معونہ[1] کے بیان میں

ابو براء عامر بن جعفر کہ مشہور بملاعب الاسنۃ تھا۔ نجد کا رہنے والا قوم بنی عامر میں سے وہ حضور اقدس میں حاضر ہوا آپ نے اسے اسلام لانے کو ارشاد کیا۔ وہ مسلمان تو نہ ہوا مگر دین اسلام کی اُس نے تعریف بہت کی اور کہا میں مسلمان ہو جاتا مگر مجھے قوم کا خیال ہے۔ آپ کچھ لوگ میرے ساتھ کر دیں کہ وہ میری قوم کو دعوت اسلام کریں اگر وہ مسلمان ہو جاویں گے تو مجھے کچھ تامل نہ ہووے گا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد کا ڈر ہے۔ اس نے کہا کچھ ڈر نہیں میں اپنی پناہ میں لے لوں گا۔ آپ نے ستر آدمی اپنے اصحاب میں سے کہ قراء کہلاتے تھے یعنی قرآن مجید پڑھنے والے اُن کے ساتھ کر دیئے۔ اکثر وہ انصار میں سے تھے اور بعضے مہاجرین وہ لوگ بہت بزرگ اور مقبول اصحاب میں تھے۔ دن کو لکڑی اور پانی ازواج مطہرات کے حجروں میں پہنچاتے اور رات کو

[1] بیر معونہ بفتح میم وضم عین مہملہ و نون ایک جگہ بلاد ہذیل میں درمیان مکے اور عسفان کے۔ ۱۲

نماز اور ذکر اور تلاوت قرآن میں مشغول رہتے۔ منذر بن عمرو کو اُن پر امیر کیا اور ایک نامہ رُوسائے نجد اور بنی عامر کو لکھ کے اُسے دے دیا۔ عامر بن مالک کا ایک بھتیجا تھا عامر بن طفیل بن مالک۔ اس کو اہل اسلام سے کمال عداوت تھی۔ جب یہ اصحاب بیر معونہ میں پہنچے اونٹ عمرو بن اُمیہ ضمری[1] اور حارث بن صمۃ[2] کو دیئے کہ چراگاہ کو لے جاویں اور خط حرام بن ملحان[3] کو دیا کہ بنی عامر کو پہنچا دیں۔ حرام دو آدمی اور ساتھ لے کے خط پہنچانے کو عامر بن طفیل کے پاس گئے۔ حرام جب متصل اس قوم کے پہنچے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں پہلے جاتا ہوں اگر مجھے امان ہو تو تم بھی آئیو۔ اور وہاں جا کر حرام نے کہا کہ میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کے آیا ہوں مجھے ادائے رسالت کے لیے امان دیتے ہو۔ ایک کافر نے حرام کے پشت سے آ کے ایسا نیزہ مارا کہ دوسری طرف سے نکل آیا۔ حرام نے کہا فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ یعنی میں مقصود کو پہنچ گیا قسم ہے مالک کعبہ کی۔ اور عامر بن طفیل نے بنی عامر سے واسطے لڑائی کے اصحاب موصوفین کے کہا۔ انہوں نے بخیال امان عامر بن مالک کے قبول نہ کیا۔ تب اس کافر نے قبائل سُلَیم[4] اور عُصَیہ اور رعل اور ذکوان کے پاس آدمی بھیج کے بلایا اور لشکر انبوہ لے کر بیر معونہ کو جا کے گھیر لیا۔ وہ اصحاب سب لڑے یہاں تک کہ سب شہید ہو گئے۔ حضرت عامر بن فہیرہ کہ غلام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ابتداء اسلام میں ان کو خرید کر کے آزاد کر دیا تھا اور ہجرت میں وہ بھی رفیق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تھے وہ بھی شہید ہو گئے اور اُن کی کرامت یہ اُس وقت نمایاں ہوئی جب فرشتے اُن کی نعش کو آسمان پر لے گئے۔ سب کافروں نے یہ بات دیکھی۔

---

[1] ضمری نسبت ہے طرف ضمرہ کے بفتح ضاد معجمہ وسکون میم وراء مہملہ کہ نام ایک کا ہے بنی ضمرہ اس کی اولاد میں۔ کذا فی القاموس ۱۲ منہ [2] صمہ بہ صاد مہملہ مکسورہ وتشدید میم ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ [3] بکسر میم وسکون لام وحائے مہملہ ۱۲ منہ [4] سلیم بسین مہملہ بصیغہ تصغیر وعصیہ بعین وصاد مہملتین ویائے مشددہ بصیغہ تصغیر ورعل بکسر رائے مہملہ وسکون عین مہملہ ذکوان بفتح ذال معجمہ وسکون کاف یہ سب قبیلہ کے نام ہیں۔

حال حارث بن صمۃ اور عمرو بن اُمیہ جب اونٹ چراگاہ سے پھیر کر لانے دُور سے غبار اپنے لشکر کی جگہ پر اور جانور اڑتے ہوئے اور کافروں کے سواروں کو کھڑا دیکھا۔ آپس میں مشورہ کیا۔ عمرو بن اُمیہ نے کہا کہ چل کے اس حال کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیں۔ حارث نے کہا نہیں شہادت مفت ملتی ہے کیوں چھوڑ دیں اور لڑے، یہاں تک کہ دو کافر حارث نے قتل کیے۔ بالآخر کافروں نے دونوں کو اسیر کیا اور جان کی پناہ دی۔ اس پر بھی حارث سے دو آدمی قتل کیے اور شہید ہوئے اور عمرو بن امیہ کو عامر بن طفیل نے پیشانی کے بال کاٹ کر چھوڑ دیا۔ اس کی ماں کے ذمہ ایک غلام کا آزاد کرنا تھا اس میں چھوڑنا عمرو بن اُمیہ کا شمار کیا۔ عامر بن طفیل نے عمرو بن امیہ سے ایک ایک مقتول کو اہل اسلام کے پوچھا۔ عمرو نے ہر ایک کا حال بیان کیا۔ کہا تمہارے یاروں میں کوئی گم تو نہیں ہے۔ عمرو نے کہا کہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نہیں ہیں، کہا وہ کون تھے۔ عمرو نے کہا کہ وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سابقین اصحاب میں تھے۔ عامر بن طفیل نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اُن کو بعد قتل کے آسمان پر لے گئے۔

حال قاتل حضرت عامر بن فہیرہ کا ایک شخص بنی کلاب میں سے جابر بن سلمی نام وہ کہتا ہے کہ جب میں نے نیزہ عامر کے مارا اور وہ پار ہو گیا عامر نے کہا۔ فُزْتُ وَاللّٰہِ یعنی پا لیا میں نے قسم خدا کی۔ اور میں نے دیکھا کہ عامر کو آسمان پر لے گئے میں نے عامر کے کلام میں تامل کیا کہ کس چیز کو پا لیا۔ ضحاک بن سفیان کلابی سے جا کے پوچھا۔ اُنہوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ جنت کو پا لیا میں نے۔ ضحاک سے کہا کہ اسلام مجھے تلقین کرو اور میں بسبب مشاہدہ احوال حضرت عامر کے مسلمان ہو گیا۔ ابو براء عامر بن مالک کو اس قصہ سے کہ اس کی امان میں اس کے بھتیجے نے فتور ڈالا بہت رنج ہوا۔ اور اُن ہی دنوں میں وہ مر گیا اور عامر بن طفیل کے سر مجلس ربیعہ بن ابی براء نے نیزہ مارا۔ اس سے تو وہ نہ مرا مگر طاعون سے کہ ایک پھوڑا بڑی قسم کا اُس کے نکلا تھا مر گیا۔ اس نے براہ حماقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ یا تو ملک سے مجھے

بانٹ دو کہ ملک زمین نرم یعنی دیہات کا اور جنگل تمہارے حصہ میں ہے اور شہر میرے حصے میں یا مجھے اپنا خلیفہ بعد وفات کے کر دو نہیں تو میں بڑا لشکر لا کے تم سے لڑوں گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ عَامِرًا (یا اللہ تو خود کام تمام کرے عامر کا مجھ تک نوبت نہ آئے) تب وہ طاعون سے مرگیا۔

حال عمرو بن اُمیہ ضمری وہاں سے پھرے۔ راہ میں دو شخص مشرک بنی عامر کے انہیں ملے۔ عمرو نے ان دونوں کو قتل کیا۔ دل میں سمجھے کہ یہی ایک طرح کا انتقام ہے۔ عامر بن طفیل سے جس نے سب اصحاب بیر معونہ کو قتل کرایا تھا اور وہ دونوں مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں تھے اس بات کی عمرو بن امیہ کو خبر نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قتل کی نسبت کہ بخطا واقعہ ہوا دیت تجویز کی اور بنی عامر اور یہود بنی نضیر ہم عہد تھے لہذا آپ کو منظور ہوا کہ بمشورت اُن کے اس معاملہ دیت کو طے کریں اور یہ امر سبب غزوہ بنی نضیر کا ہوا۔

فصل نویں غزوہ بنی نضیر کے بیان میں

بعد تشریف آوری آپ کے مدینہ میں یہودی بنی قریظہ و بنی نضیر نے کہ ہر واحد ان میں سے ایک ایک محلہ میں باہر مدینہ کے رہتے تھے آپ سے عہد باندھا تھا کہ ہم آپ کے ساتھ موافق رہیں گے کچھ بدخواہی نہ کریں گے اور آپ کے دشمن کی مدد نہ کریں گے۔ بعد قتل کرنے عمرو بن امیہ ضمری کے دو مشرک بنی عامر کو جیسا کہ اوپر ذکر ہوا آپ واسطے مشورت معاملہ دیت کے محلہ بنی نضیر میں تشریف لے گئے اور اُن سے اس معاملہ میں کہا۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائے ہیں ہم آپ کی ضیافت کریں گے۔ آپ تشریف رکھیں بعد فراغت کھانے سے اس امر میں عرض کریں گے اور آپ کو ایک دیوار کے تلے بٹھا دیا پھر ان

ملاعین (ملعونوں) نے یہ تجویز کی کہ دیوار سے ایک پتھر لڑھکا کر آپ کو قتل کریں۔ اللہ تعالےٰ نے بوساطت جبرئیل علیہ السلام کے آپ کو اس بات سے مطلع کر دیا۔ آپ وہاں سے اس طرح اُٹھے جیسے کوئی قضائے حاجت کے لیے اٹھتا ہے۔ اور مدینہ کو روانہ ہوئے۔ اصحاب ہمراہی بھی جب آپ کی معاودت (واپسی) میں دیر ہوئی اور معلوم کیا کہ آپ تشریف لے گئے مدینہ چلے گئے۔ آپ نے بنی نضیر کو کہلا بھیجا کہ تم نے ارادہ فاسد میرے لیے کیا تھا غدر اور نقض عہد تمہاری طرف سے تحقیق ہوا اس لیے تمہیں یہ حکم ہے کہ یہاں سے نکل جاؤ دس دن کی مہلت ہے بعد دس دن کے جو ملے گا اس کی گردن ماری جائے گی۔ یہود نے نہ مانا اور لڑائی کے لیے تیار ہوئے۔ تب آپ نے بنی نضیر پر لشکر کشی کی اور اُن کی گڑھی کو جا گھیرا اور محصور کر کے اُن کی عافیت تنگ کی۔

حال یہود کو درخت خرما کہ متصل ان کی گڑھی کے تھے بہت محبوب تھے مثل اولاد کے ۔ خیال یہ اگر یہ درخت کاٹ ڈالے جائیں تو اُن کی روح کو صدمہ ہوگا۔ آپ نے حکم درختوں کے کاٹنے کا دیا۔ اصحاب نے درخت کاٹنے شروع کیے بعضوں نے عمدہ قسم کے درخت کاٹے باین نیت کہ اُن کے کٹنے سے کافروں کو رنج ہوگا۔ اور بعضے اصحاب نے بُری قسم کے کاٹے باین نیت کہ اُن کو یقین کامل اس بات کا تھا کہ اہل اسلام کی فتح ہوگی اور سب اموال بنی نضیر کے اہل اسلام کے قبضہ میں آویں گے۔ عمدہ قسم مسلمانوں کے لیے بچ رہیں اللہ تعالےٰ کو دونوں فعل بمقتضائے حسن نیت پسند ہوئے اور دونوں کو خدائے تعالےٰ نے اپنا حکم فرمایا:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ ۝ (پ ۲۸ : ع ۴)	جو کاٹی تم نے ایک قسم درخت خرما کی یا چھوڑ دی قائم اپنی جڑوں پر سو بحکم خدا ہے اور اس لیے ہے کہ رسوا کرے نافرمانوں کو

اور صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے درختوں کے جلانے کا بھی حکم دیا تھا چنانچہ کچھ درخت وہاں جلائے بھی گئے۔ اسی باب میں حضرت حسان بن ثابت کا شعر ہے۔ شعر

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِيْ لُؤَيٍّ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ	(ترجمہ) آسان ہوا سرداران بنی لوی پر آگ لگا دینا بویرہ میں کہ شرارے اُس کے اڑتے تھے

بویرہ[1] اُس جگہ کا نام ہے جہاں درخت خرما بنی نضیر کے تھے اور لوئی ہمزہ سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک اجداد میں ہیں بنی لوئی اُن کی اولاد ہیں۔

حال انصار کے دو قبیلہ تھے اوس اور خزرج ان میں ہمیشہ باہم لڑائی رہتی تھی اور بنی قریظہ اوس سے ہم عہد تھے اور بنی نضیر خزرج سے اور ہر ایک اپنے معاہد کی مدد کیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق خزرج میں سے تھا اس لیے درپردہ اُس نے بنی نضیر سے وعدہ مدد کا کیا تھا اور حالت جنگ میں اور پہلے سے بہت تسلی کی باتیں کیا کرتا تھا مگر مدد نہ کر سکا۔ جب بنی نضیر بہت تنگ ہوئے انہوں نے درخواست کی کہ اب ہمیں نکل جانے دو۔ آپ نے فرمایا کہ اب یہ بات منظور نہیں مگر اس طرح کہ ہتھیار سب چھوڑ جاویں اور جس قدر اسباب اُن کے چارپایوں پر لد سکے لے کے مع عیال و اطفال جلاوطن ہو جاویں مطابق اُس کے یہود نامسعود وہاں سے نکل گئے۔ مکانوں میں سے کوئی کواڑ یا کڑی یا تیچھ اور چیز جو بہت اچھی جانی مکان توڑ کے نکال لے گئے اور بسبب عجلت جانے کے مسلمانوں سے بھی انہوں نے مدد لی۔ مسلمانوں نے بھی مکانات اُن کے توڑ کے ان کی چیزیں نکال دیں۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (پ ۲۸ ع ۴)	(ترجمہ) وہی ہے جس نے نکالا ہے ان کو جو کافر ہیں اہل کتاب میں سے اُن کے گھروں سے پہلے باری لشکر جمع کرتے تمہیں گمان نہ تھا کہ وہ نکل جاویں گے اور ان کا یہ گمان تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچا لیویں گے سو آیا ان پر اللہ اس جگہ سے جہاں انہیں خیال نہ تھا اور ڈالا اُن کے دلوں میں اللہ رعب اجاڑتے تھے اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے سو عبرت لو تم اے سوجھ والو ۱۲ فائدہ۔ آیا اللہ اُن پر یعنی عذاب اللہ کا ان پر

[1] بویرہ بضم بائے موحدہ زائے مہملہ بصیغۂ تصغیر ۱۲۔

فصل دسویں[1] غزوۂ خندق کے بیان میں

[illegible]

شرح غزوۂ خندق کی یہ ہے کہ حیی بن اخطب کہ بنی نضیر میں بڑا مفسد تھا مع چند اشرار یہود بعد جلائے وطنی کے خیبر میں جا رہا اور شب و روز اس فکر میں رہتا کہ اہل اسلام سے انتقام لے اس لیے وہ چند مفسد کہ سب قریب بیس آدمی کے تھے مکہ کو گئے اور قریش کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کے لیے بوعدہ اپنی مدد اور تدبیرات کے آمادہ کیا اور اس بات پر باہم ان کے عہد مستحکم ہوا۔ ابوسفیان نے چار ہزار آدمی مسلح جمع کیے اور مکے سے روانہ ہوئے اور حیی وغیرہ یہود قبیلۂ غطفان کو گئے اور اُن کو بھی بایں وعدہ کہ ایک سال چھوہارے خیبر کے تمہیں دیں گے آمادہ پیکار سید ابرار صلے اللہ علیہ وسلم کیا۔ عیینہ بن حصین فزاری کہ سردار غطفان کا تھا مع اپنے قبیلے اور چند قبائل کے کہ اُس کے ہم عہد تھے منزل مَرُّ الظہران میں ابوسفیان سے جا ملے۔ سب اشرار کہ دس ہزار ہو گئے تھے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ یہ خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ صحابہ سے آپ نے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ میں نے ملک فارس میں دیکھا ہے کہ جب کسی شہر پر بھاری لشکر چڑھ آتا ہے جس کے مقابلہ کی اُنہیں تاب نہیں ہوتی گرد شہر کے خندق[1] کھود لیتے ہیں اور اس کی پناہ میں لڑتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند ہوئی اور آپ نے خندق کھودنے کا پاس مدینہ بجانب کوہ سَلع[2] کے حکم دیا اور طرفین مدینہ کی شہر پناہ کی دیواروں اور عمارتوں سے مستحکم تھیں۔ اس غزوہ کو غزوۂ خندق اسی سبب سے کہتے ہیں اور بایں جہت کہ احزاب جمع حزب کی ہے بمعنی جماعت کے چونکہ کفار جماعتوں کو لے

[1] ذکر حفر خندق بمشورہ سلمان رضی اللہ عنہ۔ [2] سلع بفتح سین مہملہ و سکون لام و عین مہملہ مدینے کے متصل ایک پہاڑ ہے۔

کر چڑھ آئے تھے لہٰذا یہ غزوہ غزوۂ احزاب کہلایا۔

حال خندق کے کھودنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کے ساتھ شریک تھے اور سب اصحاب مہاجرین اور انصار خندق کھودنے میں بڑی محنت کرتے تھے اور آپ کا یہ حال تھا کہ بھوک کے سبب سے آپ نے پیٹ پر پتھر باندھے تھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ حال دیکھا اور اپنے گھر گئے اور اپنی زوجہ سے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوکا پایا کچھ تدبیر آپ کے کھانا کھلانے کی کرنی چاہیے۔ انہوں نے ایک صاع جو کا آٹا نکالا اور گوندھ کے خمیر کیا اور ایک بکری کا بچہ ذبح کرایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جا کے حضور میں عرض کیا کہ میں نے تھوڑا کھانا پکوایا ہے آپ تشریف لے چلیں۔ آپ نے چلا (زور سے) کے فرمایا کہ اے اہل خندق تمہارے لیے جابر نے دعوت کا کھانا پکوایا ہے جلدی چلو۔ اور آپ نے جابر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ جب تک میں نہ پہنچوں ہانڈی نہ اتاریں اور آٹا نہ پکاویں۔ حضرت جابر نے بڑھ کر اپنی زوجہ سے کہا کہ کھانا تھوڑا ہے اور آپ سب اہل خندق کو لیے آتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ بہتر سمجھتے ہیں۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حکم سنا دیا کہ ہانڈی قبل از تشریف آوری آپ کے نہ اتاریو اور آٹا نہ پکائیو۔ آپ تشریف لائے اور کھانا کے پاس جا کے آٹے اور ہانڈی میں آپ نے لعاب دہن مبارک ڈال دیا اور دعائے برکت کی۔[1] پھر آپ نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ایک روٹی پکانے والی اور بلا لو اور گوشت کی ہانڈی چولھے پر رہنے دو۔ اس میں سے گوشت نکال نکال کے پیالوں میں دو [illegible] آپ نے [illegible] شروع کیا سب نے کہ ہزار آدمی تھے خوب سیر ہو کے کھایا اور ہانڈی گوشت کی ویسی ہی جوش مارتی تھی جیسے پہلے سے تھی۔ اس میں گوشت [illegible] اور آٹا بھی اتنا ہی رہا جتنا تھا۔ سبحان اللہ

[1] اس سے معلوم ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر دعا مانگنا جائز و روا ہے۔ ۱۲ (رضوی)

کیا برکت تھی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کہ پونے چار سیر آٹے کی روٹی اور بکری کے بچے کے گوشت سے اتنے بہت آدمیوں نے سیر ہو کے کھایا اور کھانا اتنا ہی رہا۔

حال خندق کھودنے میں ایک پتھر[1] ایسا آیا کہ صحابہ اس کے توڑنے سے عاجز ہوئے حضور خود وہاں تشریف لے گئے اور پھاوڑا یا کدال آپ نے اس پتھر پر مارا وہ ایک تہائی ٹوٹ گیا اور اس میں سے ایک بجلی چمکی جس سے آپ کو عمارت ملک شام کی نظر پڑیں۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدائے تعالیٰ نے ملک شام مجھے دیا۔ پھر آپ نے دوسری بار پتھر پر کدال مارا پھر بجلی چمکی اور عمارات فارس کی اس میں آپ کو نظر پڑیں۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدائے تعالےٰ نے ملک فارس مجھے دیا پھر آپ نے کدال پتھر پر مارا پھر بجلی چمکی اور عمارات ملک یمن نظر پڑیں۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدائے تعالےٰ نے ملک یمن مجھے دیا اور وہ پتھر پاش پاش ہو گیا۔ ف۔ یہ پیشین گوئی جو آپ نے فرمائی مطابق اس کے واقع ہوا۔ ملک یمن تو آپ کی حیات میں ہی قبضہ میں آپ کے آیا تھا لیکن بسبب ارتداد مرتدین اور دعویٰ نبوت اسود عنسی کے اس میں خلل ہو گیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تعالےٰ عنہ کے عہد میں وہ خلل رفع ہو گیا اور ملک شام اور فارس میں جہاد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں شروع ہو گیا تھا اور کچھ کچھ ملک اہل اسلام کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کل ملک یمن اور ملک شام اور کل ملک فارس اہل اسلام کے قبضہ میں آیا۔

حال حیی بن اخطب یہودی واسطے موافق کرنے بنی قریظہ کے ساتھ ابو سفیان اور احزاب کے محلہ بنی قریظہ میں گیا۔ راہ میں سے ہی ابو سفیان نے حیی کو واسطے اس کام کے روانہ کیا تھا۔ کعب سردار بنی قریظہ نے پہلے تو بہت اظہار ناخوشی کا اس کے آنے سے کیا بلکہ اس کو اپنے مکان کے اندر آنے کا اذن نہیں دیتا تھا

[1] چمکنا برق کا پتھر سے اور پیشین گوئی آپ کی درباب فتح یمن و فارس و شام ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

اور دروازہ نہیں کھولتا تھا اور سنتے ہی اُس کی آواز کے کہا کہ یہ بڑا منحوس ہے اپنی قوم کا تو ستیاناس کیا اب ہمارے تباہ کرنے کو آیا ہے بلیکن اس کی مکر و فریب کی باتوں میں آکر پہلے تو دروازہ کھولا پھر نقض عہد پر ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور موافقت کفار پر مستحکم ہوا، اور کفار قریش اور احزاب کو کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور سب بنی قریظہ احزاب کے ساتھ متفق ہوئے۔

حال بعد مرتب ہونے خندق کے آپ نے لشکر اپنا قائم کیا اور لڑائی کا اہتمام کیا۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ وارد ہے کہ ایک نوجوان انصاری کہ حضرت ابو سعید خدری کے مکان کے سامنے اس کا مکان تھا باین سبب کہ اُس کا نیا بیاہ ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر خندق پر سے دوپہر کو آیا کرتا تھا۔ ایک دن آپ نے بوقت چلنے اُس کے فرمایا خالی مت جاؤ کچھ ہتھیار لے لو مجھے بنی قریظہ کا خوف ہے اُس جوان نے نیزہ اپنا لے لیا۔ جب گھر پہنچا کیا دیکھتا ہے کہ زوجہ اس کی دروازے پر کھڑی ہے جوان نے بمقتضائے غیرت چاہا کہ اپنی زوجہ کو نیزہ مارے اُس نے کہا کہ جلدی نہ کرو اندر جا کے دیکھو کہ مجھے کس چیز نے نکالا ہے۔ جوان اندر مکان کے گیا دیکھا کہ اُس کے بچھونے پر ایک بڑا سانپ بیٹھا ہے جوان نے اُس سانپ کو نیزہ مار کر نیزے میں پرو لیا اور سانپ نے تڑپ کے جوان کو کاٹ کھایا پھر نہ معلوم ہوا کہ وہ سانپ پہلے مرا یا وہ جوان پہلے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ یہ جوان زندہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ تجہیز و تکفین کر کے دفن کر دو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مکانوں میں ایک قسم کے سانپ ہوتے ہیں کہ عوام کہلاتے ہیں۔ جب سانپ مکان میں نمودار ہو تو دیکھتے ہی نہ مار ڈالو۔ تین دن اس سے کہہ دو کہ پھر نہ نکلیو پھر اگر وہ دکھائی دے تو اُسے مار ڈالو۔ **ف**۔ آپ نے جوان سے چلتے وقت ہتھیار لے لینے کو جو فرمایا اُس کا یہ بھی ایک نفع ہوا کہ جوان کو مکان پر پہنچتے ہی ہتھیار کی حاجت ہوئی۔

حال جب لشکر کفار کا آپہنچا خندق دیکھ کے بہت متحیر ہوا اس لیے کہ عرب نے یہ صورت کبھی نہ دیکھی تھی اور متصل خندق خیمہ زن ہو کے تیر و سنگ سے لڑتے رہے اور ہمیشہ خندق پر حملہ کرتے رہے۔ آنحضرت اور لشکر اصحاب اخیار بھی تیر و سنگ سے لڑتے رہے اور اُن کے حملوں کو دفع کرتے رہے۔ کتب حدیث میں ہے کہ ایک بار بسبب اُن کی یورش کے کہ آپ اُن کی مدافعت میں مشغول رہے چار[1] وقت کی نمازیں آپ کی قضا ہو گئیں کہ آپ نے بترتیب قضا کیں یعنی مقدم نماز کو پہلے اس کے بعد اس کے بعد والی مثلاً ظہر کی قضا کی پھر عصر کی پھر مغرب کی اور ایک بار عصر کی نماز آپ کی قضا ہو گئی آپ نے فرمایا:

مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ ؕ	یعنی خدائے تعالیٰ کافروں کے گھروں کو اور قبروں کو آگ سے بھرے جیسا انہوں نے ہمیں نماز وسطیٰ سے کہ نماز عصر ہے باز رکھا۔

ف۔ وسطےٰ کے معنے عربی میں بیچ والی کے بھی ہیں اور افضل کے بھی آیت حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى میں مفسرین نے لفظ وسطےٰ کو دونوں طرح سے تفسیر کیا ہے اور اس بات میں کہ نماز وسطےٰ کون ہے بڑا اختلاف ہے۔ ہر نماز کی طرف لوگ گئے ہیں مگر حنفیہ کے نزدیک ترجیح اسی بات کو ہے کہ نماز عصر ہے چنانچہ اشباہ النظائر میں لکھا ہے اور حدیث جو اوپر مذکور ہے صاف اس مطلب پر دلیل ہے اور بیچ والی ہونے نماز عصر کی یہ وجہ ہے کہ ایک طرف اس کے دو دن کی نمازیں ہیں یعنی فجر اور ظہر اور دوسری طرف اُس کے دو رات کی نمازیں ہیں یعنی مغرب و عشا اور فضیلت نماز عصر کی وجہ یہ ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جس کی نماز عصر کی فوت ہو تو گویا لڑکے بالے اس کے اور گھر بار اُس کا سب چھن گیا۔

---

[1] جامع ترمذی وغیرہ میں چار نمازوں کے قضا ہونا جو مذکور ہے اس کی شرح اس طرح لکھی ہے کہ ظہر و عصر و مغرب کی نمازیں تو قضا ہو گئی تھیں اور عشا کی نماز پڑھنے کا وقت معمول پر اتفاق نہ ہوا تھا لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے تینوں نمازوں کی قضا بالترتیب پڑھی بعد ازاں نماز عشا ادا کی۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حال | عمرو بن عبدودؔ[1] ایک بڑا پہلوان شجاع مشہور تھا حتیٰ کہ لوگ اُسے ہزار مرد کے مقابل کہتے تھے اور ایک قافلۂ قریش پر کہ تجارت کو گیا تھا قزاق آپڑے۔ کہتے ہیں کہ پچاس شخص تھے اور عمرو بن عبدود نے تنہا اُن کے مقابل ہو کے حملہ کیا سب بھاگ گئے۔ یہ جنگ بدر سے زخمی ہو کر بھاگ گیا تھا اور اس نے عہد کیا تھا کہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام نہ لے لوں گا تیل سر میں نہ ڈالوں گا۔ سو عمرو مذکور خندق پر یورش کر کے آیا اور ایک جگہ تنگ خندق پا کے اُدھر سے خندق کے اندر گھس آیا اور اُس نے مبارز یعنی مقابل واسطے لڑائی کے طلب کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حیدر کرار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اس کی مبارزت کے لیے بھیجا اور اُن کے لیے دُعائے محفوظی اور غالب آنے کی فرمائی اور ذوالفقار اُن کو عنایت فرمائی۔ جب حضرت علی عمرو بن عبدود کے مقابل ہوئے۔ اُنہیں دیکھ کے وہ بہت ہنسا۔ حضرت علی نوجوان و کم عمر تھے کہنے لگا تم لڑکے ہو تم پر کیا میں ہاتھ ڈالوں اور تمہارے باپ ابوطالب سے اور مجھ سے دوستی تھی تم میرے بھتیجے ہوتے ہو میں نہیں چاہتا کہ تمہیں قتل کروں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ میرا جی تو چاہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی رضا کے لیے تجھے قتل کروں۔ پھر جھپٹ کر حضرت علی اُس سے بھڑ گئے اور آپس میں ہتھیار چلنا شروع ہوا۔ اس کی تلوار حضرت علی نے سپر پر لی مگر اس زور سے اس نے ہاتھ مارا تھا کہ سپر کٹ گئی اور تھوڑا اثر اس کا سر مبارک حضرت علی میں پہنچا اور حضرت علی نے ایسی تلوار ماری کہ سر اس کا دُور جا کر گرا۔ حضرت علی نے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔ پہلے مکان مبارزت میں گرد اڑی تھی کہ لشکر اسلام کو حال نظر نہیں پڑتا تھا جب آواز تکبیر کی سُنی آپ خوش ہوئے اور کفار احزاب کو بڑا رنج ہوا گویا اُن کی کمر ٹوٹ گئی۔

حال | جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے واسطے تفرقہ ڈالنے کے احزاب میں یہ تدبیر سوچی کہ ایک ثلث پیداوار خرمائے مدینہ کا قبیلہ غطفان اور فزارہ کو دیں

[1] ذکر مقتولی عمرو بن عبدود پہلوان بدست حیدر کرار ۱۲۔

تاکہ وہ قریش سے الگ ہو کے اپنے گھروں کو پھر جاویں، وہ بھی اس بات پر راضی ہوئے۔ صحابہ سے آپ نے اس باب میں مشورہ کیا۔ انصار نے عرض کیا کہ ان کفار کی کیا حقیقت ہے کہ دندان طمع خرمائے مدینہ پر دراز کریں۔ جب ہم مشرک تھے تب تو اُن کا حوصلہ ایسا نہ تھا اب ہمیں خدائے تعالیٰ نے عزت اسلام کی دی اب ہم کیوں ایسی ذلت اختیار کریں۔ ہم کبھی ایک چھوارا انہیں نہ دیں گے۔ ہمارے پاس اُن کے لیے سوا تلوار کے نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ تجویز اس لیے کی کہ سارے عرب نے ایک کمان سے تم پر تیر مارنا شروع کیا میں نے چاہا کہ ان کی جماعت کو متفرق کر دوں لیکن تمہاری مصلحت نہیں ہے پس کچھ ضرورت نہیں۔

حال | ایک شخص کہ اعزۂ قبیلۂ غطفان میں سے تھے اور نعیم بن مسعود اُن کا نام تھا حضور کی خدمت میں آ کے مشرف باسلام ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں ایک تدبیر کرتا ہوں خلاف ڈالنے کی لشکر قریش اور بنی قریظہ میں۔ اگر حضور مجھے اجازت دیں کہ جو میرے جی میں آوے سو کہوں۔ میرے اسلام کی انہیں خبر نہیں اور میرا اُنہیں اعتبار ہے میری بات اُن میں اثر کر جاوے گی آپ نے اجازت فرمائی وہ پہلے بنی قریظہ میں گئے اور اُن سے بہت التیام (نرمی) اور نیک خواہی کی باتیں کیں وہ ان کی ملاقات سے بہت راضی ہوئے۔ پھر نعیم نے کہا کہ تم جو قریش سے اور غطفان سے موافق ہوا اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے تم نے نقض عہد کیا بے جا کیا اگر قریش محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا کام نہ کریں اور پھر جائیں تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تم پر فوج کشی کر کے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تمہیں تنہا اُن کے مقابلے کی طاقت نہیں۔ یہود نے کہا کہ اب اس کی کیا تدبیر ہے؟ نعیم نے کہا کہ اب میری صلاح ہے کہ تم قریش اور غطفان کو کہلا بھیجو کہ تمہیں دو چار سردار یا اولاد سرداروں کی بطور اول[1] کے دیویں کہ تمہارے پاس رہیں تاکہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا قصد

[1] اول اُسے کہتے ہیں کہ کسی سردار کی اولاد یا قریب کو کوئی بادشاہ یا امیر اپنے پاس رکھے اس خیال سے تاکہ وہ شخص بخیال اپنی اولاد یا قریب کے مخالفت نہ کرے۔ ۱۲ منہ رحمت اللہ علیہ۔

کریں بضرورت حفظ اپنے سرداروں یا اُن کی اولاد کے قریش وغطفان کو تمہاری مدد کے لیے آنا ضروری ہو اگر وہ اس بات کو مان لیں تو سمجھ لو کہ دل سے ان کو تمہاری خیال ہے نہیں تو وہ دل سے تمہارے دوست نہیں۔ یہود بنی قریظہ نے اس بات کو بہت پسند کیا اور کہا کہ ہم قریش سے اب یہی پیغام کریں گے۔ بعدازیں نعیم وہاں سے اٹھ کے قریش کے پاس آئے۔ اُن سے پہلے اپنا اخلاص اور نیک خواہ ہونا ظاہر کر کے کہا کہ بنی قریظہ کی ہم نے ایک خبر سنی ہے تم سے بنظر خیر خواہی بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ بنی قریظہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے درپردہ مل گئے ہیں اور انہوں نے اقرار کیا ہے کہ قریش کی اب مدد نہ کریں گے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے انہیں کہلا بھیجا ہے کہ تمہاری طرف سے دل ہمارا تب صاف ہوگا جب تم قریش میں سے کچھ عمدہ آدمی ہمارے ہاتھ گرفتار کرا دو گے۔ سو بنی قریظہ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وعدہ کیا ہے کہ کسی بہانے سے ہم سرداران قریش میں سے چند آدمی طلب کر کے تمہارے حوالے کردیں گے سو اگر وہ تم سے آدمی طلب کریں تم ہرگز نہ دیجیو۔ قریش نے یہ خبر سن کے نعیم کی خیر خواہی کا احسان مانا اور نعیم وہاں سے اُٹھ آئے۔ اور غطفان کے لوگوں سے بھی یہی امر بیان کر دیا بعدازاں قریش نے بنی قریظہ کو کہلا بھیجا کہ ہمیں یہاں بیٹھے ہوئے بہت دن گزر گئے اب تم ہماری مدد کے لیے آؤ تو ایک بارگی حملہ کریں گے اس کے جواب میں بنی قریظہ کی جانب سے اسی تقریر سے جو نعیم نے بتائی تھی پیغام آیا۔ قریش نے سنتے ہی کہا کہ نعیم نے سچ کہا تھا حقیقت میں بنی قریظہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے مل گئے ہیں۔ اور صاف اس بات سے انکار بنی قریظہ کو کہلا بھیجا۔ بنی قریظہ نے کہا نعیم سچ کہتا ہے حقیقت میں قریش دل سے ہمارے دوست نہیں اور قرار واقعی یہود بنی قریظہ اور قریش میں بگاڑ ہوگیا۔ **ف** حدیث میں آیا ہے اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ یعنی لڑائی فریب ہے۔ مطابق اس کے حضرت نعیم سے واقع ہوا۔ ایسا فریب اور جھوٹ گناہ نہیں بلکہ موجب ثواب ہے۔ ہاں غدر یعنی

خلاف عہد کرنا دشمن اور کافر سے بھی جائز نہیں۔

حال | جب قریش اور احزاب کو زیادہ دن گزر گئے۔ سردی شدت پکڑنے لگی اور بسبب ناموافقت بنی قریظہ کے ان کے دل بھی سرد ہو گئے۔ اللہ جل جلالہٗ نے ایک پوروائی ہوا نہایت تیز و تند بھیجی جس سے خیموں کی رسیاں لوٹ گئیں، میخیں اکھڑ گئیں۔ گھوڑوں نے لشکر میں چھوٹ کر دند مچایا۔ ہانڈیاں الٹ گئیں۔ شدت سردی اور صدمہ ہوا سے سب بہت گھبرائے۔ ارادہ پھر جانے کا مصمم ہوگیا۔ اُس رات کو جبکہ باد تند کا لشکر کفار پر بہت صدمہ تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کوئی جا کے احزاب کی خبر لائے پھر آپ نے بتعیین حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لیے مامور فرمایا اور سردی شدت کی پڑتی تھی، اس سے محفوظی کے لیے دعا فرمائی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ برکت آپ کی دعا کے مجھے جانے آنے میں مطلق سردی نہ معلوم ہوئی بلکہ ایسا حال تھا گویا حمام میں چلا جاتا ہوں اور آپ نے فرمایا تھا کہ کسی پر ہاتھ نہ ڈالیو۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ متصل خیمہ کے جا پہنچا۔ باہر خیمہ ابوسفیان کے آگ جلتی تھی اس سے ابوسفیان تنہا تاپ رہا تھا میرے جی میں آیا کہ ابوسفیان کے تیر ماروں مگر آنحضرت نے دست اندازی سے منع فرمایا تھا لہٰذا میں نے قصد نہ کیا۔ ابوسفیان نے لشکر کے لوگوں سے کہا کہ اس میدان میں پڑے پڑے تنگ آگئے ہیں، سردی کی یہ تکلیف ہے ہوائے تند نے یہ بلا نازل کی ہے یہود بنی قریظہ نے بے وفائی کی اب یہاں ٹھہرنا ہرگز صلاح (بہتر) نہیں پھر لشکر میں واسطے کوچ کے پکار دیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پھر کے یہ خبر حضور اقدس میں پہنچائی اور اسی رات کو لشکر کفار چلا گیا۔ سورہ احزاب میں اس غزوے کے حالات کا ذکر ہے اور اس آیت میں ہوا کا اور ملائکہ کا مامور ہونا واسطے دفع لشکر کفار کے مذکور ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا | (ترجمہ) اے ایمان والو یاد رکھو

نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (پ ۲۱ : ع ۱۸)

اللہ کا احسان جو کیا تم پر جب آئیں تم پر فوجیں پھر بھیجی ہم نے اُن پر ہوا اور ایسی فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں۔

حال صحیح بخاری میں ہے جب لشکر کفار پھر گیا آپ نے فرمایا اَلْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا (اب ہم ان پر چڑھ جاویں گے اور وہ ہم پر چڑھ کے نہ آسکیں گے) سو مطابق اس پیشین گوئی کے واقع ہوا کہ بعد غزوۂ خندق کے پھر کفار آپ پر لشکر نہ لا سکے آپ ہی ان پر غزوۂ فتح مکہ میں لشکر لے گئے۔

فصل گیارھویں غزوۂ بنی قریظہ کے بیان میں

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد فتح غزوۂ احزاب کے دولت خانہ میں تشریف لائے آپ نہا رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ سے کہا کہ تم نے ہتھیار کھول ڈالے اور ہم نے ابھی نہیں کھولے۔ خدائے تعالےٰ کا حکم ہے کہ فوراً بنی قریظہ پر چڑھائی کرو۔ آپ نے اُسی وقت روانگی لشکر کا حکم دیا[1] اور فرمایا کہ کوئی نمازِ عصر نہ پڑھے مگر بنی قریظہ کے محلہ میں۔ اصحاب روانہ ہوئے راہ میں آفتاب غروب ہونے لگا بعضوں نے نماز پڑھ لی اور کہا کہ مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جلد پہنچنا ہے نماز کا قضا کرنا مقصود نہیں اور بعضوں نے نہ پڑھی۔ بنی قریظہ میں پہنچ کر قضا پڑھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حال سُن کے کسی پر عتاب نہیں کیا ف۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطائے اجتہادی سے مواخذہ نہیں ہوتا۔ دونوں میں سے ایک بیشک خطا پر تھے اور آپ نے عتاب نہ فرمایا اور نماز پڑھنے والے حنفیہ کے مشابہ ہیں اور قضا کرنے والے شافعیہ کے۔

[1] یہ قصہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

حال آپ نے معہ لشکر بنی قریظہ کو گھیرا اور قافیہ اُن کا تنگ کیا یہاں تک کہ انہوں نے گڑھی سے اترنا چاہا۔ ابولبابۂ انصاری سے کہ قبیلۂ اوس سے تھے جو ساتھ بنی قریظہ کے ہم عہد تھا۔ اس باب میں مشورت کی اور کہا کہ ہم اس بات پر اُتر آویں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو ہمارے لیے حکم دیں ہمیں منظور ہے ابولبابہ نے کہا بہتر ہے مگر اس وقت اپنے گلے پر ہاتھ رکھا۔ اس اشارہ کو کہ قتل کا حکم دیں گے پھر اُسی وقت یہ سوچے کہ یہ مجھ سے بڑا قصور ہوا اور میں نے اللہ اور رسول کی خیانت کی وہاں سے روانہ ہو کے اپنے تئیں مسجد شریف کے ستون[1] میں باندھ دیا اور کہا جب خدائے تعالیٰ میری توبہ قبول کرے گا تب ہی کھلوں گا۔ پندرہ دن تک بندھے رہے۔ ایک لڑکی ان کی انہیں کھانا کھلا جاتی تھی اور حاجت ضروری کے لیے کھول دیتی تھی۔ آپ نے ابولبابہ کے بندھنے کی خبر سن کر فرمایا اگر وہ ویسے ہی میرے پاس چلے آتے تو میں اُن کے لیے استغفار کرتا لیکن جب وہ ستون مسجد میں جا بندھے جب تک خدائے تعالیٰ کا حکم نہ آوے گا میں نہ کھولوں گا۔ القصہ پندرہ دن بندھے تب اللہ جل جلالہٗ نے حکم ان کی معافی قصور کا بھیجا۔ آپ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے کہ سحر کے وقت یہ حکم نازل ہوا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ابولبابہ کو پکار کے خبر دی۔ لوگ دوڑے کہ اُنہیں کھول دیں۔ ابولبابہ نے کہا مجھے کوئی نہ کھولے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے کھلوں گا جب صبح کو آپ نکلے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو اپنے دستِ مبارک سے کھول دیا۔

حال ایام محاصرہ میں ایک یہودی کی زوجہ[2] نے کہ شوہر سے محبت رکھتی تھی کہا افسوس ہے اب تیری جان بچتی نظر نہیں آتی۔ تیری جدائی کا بہت قلق ہے یہودی نے کہا تجھے کیا رنج ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عورتوں کو نہیں مارتے ہیں، لونڈی کر لیتے ہیں۔ اس نے کہا کہ بغیر تیرے مجھے جینا پسند نہیں۔ یہودی نے کہا کہ اگر

[1] ستون میں بندھنا ابولبابہ کا واسطے توبہ کے ۱۲۔ [2] جان دینا ایک یہودیہ کا محبت شوہر میں

تو سچی ہے فلانے برج کے تلے کچھ مسلمان سوتے ہیں تو ادھر سے پتھر لڑھکا کے ایک مسلمان کو مار ڈال اُس کے قصاص میں البتہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تجھے قتل کریں گے۔ یہ صورت البتہ میری جان کے ساتھ تیری جان کے جانے کی ہے اس کافر نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب بنی قریظہ قتل ہوئے ایک یہودیہ میرے حجرے میں بیٹھی تھی ایک شخص نے اُسے باہر بُلایا وہ ہنستی ہوئی اُٹھی اور کہا مجھے قتل کو بلاتے ہیں۔ میں نے کہا ہماری شریعت میں عورت کو قتل نہیں کرتے اس نے اپنا قصہ بیان کیا۔ مجھے اس بات کا بڑا تعجب ہوا کہ قتل کے واسطے ہنستی اُٹھی۔

حال بنی قریظہ نے گھبرا کے درخواست کی کہ ہم اس طرح اترتے ہیں کہ سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) جو ہمارے لیے حکم دیں ہمیں منظور ہے۔ وہ صحابی انصاری قبیلہ اوس میں سے تھے جو بنی قریظہ کے حلیف تھے اور ان کے غزوۂ خندق میں تیر ہاتھ کی ایک رگ میں لگا تھا کہ خون بند نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ اگر قریش سے آپ کی لڑائی باقی ہے تو مجھے مہلت دے کہ میں خوب میدانِ جنگ میں اُن سے لڑوں، نہیں تو اس تیر سے میری شہادت ہو جاوے لیکن اتنی مہلت مجھے ہو کہ میں بنی قریظہ کی بدعہدی کی سزا دیکھ لوں۔ فوراً خون بند ہو گیا۔ جب بنی قریظہ اُن کے حکم پر راضی ہوئے بنی قریظہ کو یہ خیال تھا کہ جیسے عبد اللہ بن ابی نے اپنے ہم عہدوں یعنی بنی قینقاع کی رعایت کر کے جان بچائی یہ بھی رعایت کریں گے اور اس باب میں اور لوگوں نے بھی حضرت سعد سے کہا لیکن اُنہوں نے التفات نہ کیا اور حکم دیا کہ مرد اُن میں کے قتل کیے جائیں اور عورتیں اور لڑکے لونڈی غلام کر لیے جائیں اور مال و جائداد اُن کا سب ضبط ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے مطابق حکم فرشتے کے حکم دیا اور آپ نے چار سو یہودی بنی قریظہ کو جتنے مرد تھے قتل کروا دیا اور عورتوں و لڑکوں کو لونڈی غلام کر لیا اور

مال منقولہ و غیر منقولہ سب اہل اسلام میں حسب الحکم خدائے تعالیٰ تقسیم ہوا۔

فصل بارہویں قتل کعب بن اشرف کے بیان میں

کعب[1] بن اشرف ایک یہودی بڑا مالدار تھا اور وہ بھی نہایت دشمنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے رکھتا تھا اور محمد بن مسلمہ[2] صحابی انصاری (رضی اللہ عنہ) اس کے قتل کے لیے مامور ہوئے انہوں نے اجازت حاصل کی کہ جو کچھ جی میں آوے کہیں۔ پھر کعب بن اشرف کے پاس گئے اُس سے ان سے ایک رابطہ قدیم تھا۔ اُس نے پوچھا کہ کیسے آئے۔ انہوں نے کہا کہ ضرورت قرض لینے کی ہے جب سے یہ شخص آیا ہے اور اشارہ طرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا تب سے ہم لوگوں کی بڑی زیر باری ہے۔ ہمیشہ نئے نئے خرچ ہمارے ذمے پڑتے ہیں۔ کعب نے کہا کہ آئندہ زیادہ اس کے رکھنے سے پشیمانی حاصل کرو گے یعنی انہیں نکال کیوں نہیں دیتے۔ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ اپنے عہد اور بات کا خیال ہے اس لیے ابھی اُن کا چھوڑ دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا ابھی چند روز دیکھتے ہیں چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے شکایت کی کعب راضی ہوا بعد ازیں قرض کے باب میں اس نے کہا کہ کچھ رہن (گروی) کے لیے لے آؤ۔ آخر گفتگو میں یہ بات قرار پائی کہ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ کچھ ہتھیار رہن کے لیے شام کو لے آؤں گا۔ شام کو محمد بن مسلمہ مع ابو نائلہ کہ رضاعی بھائی کعب کے تھے کعب کے مکان پر گئے وہ اُس وقت اندر مکان کے زنانے میں تھا انہوں نے اُس کو بُلایا اس نے ارادہ باہر آنے کا کیا اُس کی زوجہ نے کہا کہ تم مت جاؤ اس

[1] یہ قصہ اگرچہ سنہ ۳ ھ میں واقع ہوا مگر اس مقام پر بمناسبت قصہ ابو رافع کے لکھا گیا اور غزوۂ اُحد سے تا غزوۂ بنی قریظہ فصلوں میں ایک کو دوسرے سے علاقہ ہے لہٰذا وہ سب متصل لکھے گئے ۱۲

[2] بفتح میم و لام ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

آواز سے خون ٹپکتا ہے۔ صحیح بخاری میں اسی قدر ہے اور بعض روایات میں ہے کہ بہت مبالغہ منع کرنے میں کیا اور لپٹ گئی مگر کعب نے نہ مانا اور کہا کہ کچھ اندیشہ نہیں، میرا دوست محمد بن مسلمہ اور رضاعی بھائی میرا ابونائلہ ہے اپنے کام کے لیے آئے ہیں۔ لکھا ہے کہ وہ عورت کا منہ تھی آواز سنتے ہی اُسے معلوم ہوا کہ یہ لوگ بارادۂ قتل آئے ہیں۔ القصہ کعب باہر آیا اور محمد بن مسلمہ کے ساتھ سوا ابونائلہ کے تین آدمی اور تھے۔ صحیح بخاری میں اُن تین آدمیوں کا نام ابوعبس بن جبر اور حارث بن اوس اور عباد بن بشر (رضی اللہ عنہم) لکھا ہے اور اُس کے آنے سے پہلے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے یہ صلاح کر رکھی تھی کہ میں بالوں میں ہاتھ لگانے کے بہانے سے کعب کے بال پکڑ لوں گا تب تم اس کا سر کاٹ لیجیو۔ جب کعب آکے بیٹھا اچھے کپڑے پہنے خوشبو لگائے تھا۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ تم اس وقت خوب ستھرے پاکیزہ ہیں اس لیے اچھی اچھی خوشبو میرے لگتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے سر کے بالوں میں بہت اچھی خوشبو آتی ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں ہاتھ میں لے کے سونگھوں۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ محمد بن مسلمہ نے اُس کے بال ہاتھ میں لیے اور سونگھنے لگے اور ساتھیوں کو سنگھائے۔ پھر دوسری بار سونگھنے کی اجازت لی اور پھر خوب مضبوط اس کے بالوں کو پکڑا اور ہمراہیوں سے کہا کہ لو انہوں نے کعب کا سر کاٹ لیا اور حضور اقدس میں آکے خبر کی اور سر ناپاک کعب کا آپ کے قدموں کے تلے خاک مذلت پر ڈال دیا۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ پہلا سر جو زمانہ اسلام میں کٹ کے حضور اقدس میں آیا یہ سر تھا اور بھی مدارج النبوۃ میں ہے کہ وقت سر کاٹنے کعب کے حارث بن اوس کے اپنے ساتھیوں کی ہی تلوار سے زخم آیا تھا اور خون جاری تھا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس زخم کو ہاتھ سے مل دیا وہ فوراً اچھا ہوگیا۔

فصل تیرہویں قتل ابورافع یہودی کے بیان میں

ع ۹۱

ابورافع ایک یہودی تھا سوداگر بڑا مالدار ایک گڑھی میں خیبر کے متصل رہتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت عداوت رکھتا تھا۔ لوگوں کو آپ سے لڑنے کی ترغیب دیتا تھا اور اس باب میں مدد کرتا تھا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیک صحابی انصاری (رضی اللہ عنہ) کو چند آدمی انصار پر سردار کرکے اس کے قتل کو بھیجا۔ قریب شام کے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ متصل اُس گڑھی کے پہنچے اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تم ٹھہرو میں اکیلا جاتا ہوں اگر ڈھب لگے گا تو چپکے سے گھس کے ابورافع کا کام تمام کروں گا۔ جب اُس کے دروازے کے پاس پہنچے معلوم ہوا کہ کوئی گدھا گم ہوگیا تھا اُس کی تلاش کے لیے کچھ لوگ مشعل لے کے نکلے تھے یہ ان لوگوں میں مل گئے جب وہ لوگ دروازے میں داخل ہونے لگے یہ باہر دروازے کے سامنے اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی پیشاب کو بیٹھتا ہے۔ دربان سمجھا کہ گڑھی کا آدمی ہے کہا اے بندۂ خدا جلد آ میں کواڑ بند کرتا ہوں۔ عبداللہ بن عتیک دروازے میں داخل ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ میں ایک گدھے کے تھان میں چھپ رہا اور دربان نے جہاں کنجیاں رکھ دی تھیں اُن کا میں نے دھیان رکھا۔ جب وہ سو رہا میں نے وہ کنجیاں اٹھالیں۔ ابورافع کے پاس کہ بالاخانے میں تھا دیر تک قصہ گو قصہ کہتا رہا جب وہ خاموش ہوا میں بالاخانہ پر گیا اور جس دروازے کو کھولتا تھا اندر سے بند کرتا جاتا تھا کہ کوئی باہر سے نہ آسکے۔ ابورافع اپنے اہل وعیال میں سوتا تھا مجھے معلوم نہ ہوا کہ کہاں ہے میں نے پکارا کہ اے ابورافع، وہ بولا، اُس کی آواز پر میں نے تلوار لگائی۔ تلوار نے کچھ کام نہ کیا۔ ابورافع نے ایک چیخ ماری اور میں اُس کے مکان سے باہر ہوگیا اور ذرا ٹھہر کر پھر مکان کے اندر

جاکے میں نے آواز بدل کے کہا کہ کیا ہے ابورافع کیوں آواز کی۔ اس نے کہا خرابی ہو تمہیں ابھی کسی نے مجھ پر حربہ کیا۔ تب میں نے بڑھ کر اس کے پیٹ پر تلوار رکھ کے اس زور سے دبائی کہ پیٹ کی ہڈیوں تک پہنچ گئی اور وہاں سے دروازے کھولتا ہوا چلا زینہ پر سے اترتے ہوئے چاندنی رات میں سمجھا کہ زمین آگئی۔ پاؤں دھوکے سے بڑھا کے رکھا۔ میں گر پڑا پنڈلی کی ہڈی میری ٹوٹ گئی۔ میں نے پگڑی پھاڑ کر اپنی چوٹ پر باندھی اور دروازے سے نکل کر گڑھی کے متصل ٹھہرا با ایں ارادہ کہ جب خوب تحقیق معلوم ہولے گا کہ ابورافع مر گیا، تب یہاں سے چلوں گا۔ جب صبح ہوئی تب میں نے سنا کہ قلعہ کے برج پر نوحہ کرنے والی عورت نے پکارا اَنعیٰ اَبَارَافِعِ تَاجِرَاَھلِ الحِجَاز (خبر موت سناتی ہوں میں ابورافع تاجر اہل حجاز کی) تب میں نے وہاں سے چل کے اپنے ہمراہیوں کے پاس پہنچ کے قتل ابورافع کی خبر دی اور کہا تم جاکے حضور اقدس میں یہ خبر پہنچاؤ میں ابھی آتا ہوں اور لنگڑاتا چلا مگر یاروں سے جلد پہنچا اور سب حال حضورؐ میں عرض کیا آپ بہت خوش ہوئے آپ نے چوٹ کی جگہ پر دست مبارک پھیرا فوراً پنڈلی کی ہڈی جڑ گئی۔ پاؤں بالکل اچھا ہوگیا ایسا کہ گویا کبھی چوٹ نہیں لگی تھی۔

فصل چودھویں قصۂ افک کے بیان میں

منجملہ وقائع زمان ہجرت کے قصۂ افک ہے۔ افک کہتے ہیں جھوٹ اور تہمت لگانے کو حضرت عائشہ کو تہمت منافقین نے لگائی تھی اور بعضے مخلصین بھی براہِ نادانی اُس میں شریک ہوگئے تھے۔ شرح اس قصہ کی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ "مُرَیسیع" میں کہ اسی کو غزوہ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں تشریف لے گئے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے

ساتھ تھیں ایک ہودے میں سوار ہوا کرتی تھیں۔ بعد فراغت کے اس غزوے سے پھرتے وقت ایک دفعہ رات کو قضائے حاجت کے لیے اُٹھ کے باہر گئیں۔ ایک مہرہ اُن کے گلے میں تھا وہ کہیں ٹوٹ پڑا راہ سے اس کی تلاش کو پھر گئیں۔ تلاش میں اُس کی دیر لگی لشکر کوچ کر گیا جو آدمی ہودے کے اٹھانے اور اونٹ پر رکھنے کے لیے مقرر تھے انہوں نے خالی ہودے کو اونٹ پر رکھ دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُن دنوں کم عمر بہت دُبلی پتلی تھیں اس سبب سے خالی بھرے ہودے کی اٹھانے والے کو تمیز نہ ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مہرہ پاکے پھر لشکر میں پہنچیں دیکھا کہ لشکر روانہ ہوگیا ہے۔ بدن پر کپڑا لپیٹ کر وہاں لیٹ رہیں اور سو گئیں۔ ایک صحابی کہ صفوان بن معطل[1] رضی اللہ عنہ اُن کا نام تھا۔ اُن کو آپ کا حکم تھا کہ جب لشکر روانہ ہولے تب وہ چلیں اور سب لشکر کے آخر میں اُن کا ڈیرہ ہوتا تھا تاکہ جو چیز رہ گئی ہو تو اس کو لیتے آویں۔ وہ وہاں پہنچے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس حالت میں دیکھ کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ چلّا کے کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُن کی آواز سے جاگ پڑیں اور منہ چھپا لیا اور صفوان نے اپنی اونٹنی بٹھلائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہوئیں۔ صفوان رضی اللہ عنہ نے مہار اونٹنی کی پکڑ لی اور لشکر میں حضرت عائشہ کو پہنچا دیا۔ منافقین نے صفوان سے حضرت عائشہ کو متہم کیا۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول کہ منافقین کا سردار تھا اس نے مدینے میں اس قصہ کو مشہور کیا اور چرچا اس کا پھیلایا۔ حسان بن ثابت انصاری اور مسطح[2] بن اثاثہ اور حمنہ[3] بنت جحش

---

[1] بکسر میم وسین مہملہ و طای مہملہ مفتوحہ و حای مہملہ بن اثاثہ بضم ہمزہ و ثای مثلثہ و الف و مثلثہ دیگر وہا نام صحابی برادر خالہ زاد حضرت صدیق اکبر [3] حمنہ بفتح حای مہملہ و میم ساکنہ و نون وہا بنت جحش بفتح جیم و سکون حای مہملہ و شین معجمہ صحابیہ خواہر زینب بنت جحش کی کہ ازواج مطہرات میں تھیں۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

منجملہ مخلصین بھی اس بلا میں ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کی خبر نہ تھی مدینہ میں پہنچنے کے بعد انہیں بخار آنے لگا کچھ افاقہ نہ ہوا تھا کہ ایک بار وہ رات کو مسطح کی ماں کے ساتھ واسطے پاخانہ کے باہر گئی تھیں۔ تب تک مکانوں میں پاخانے نہیں بنے تھے راہ میں مسطح کی ماں نے مسطح کو کوسا کہا تَعِسَ مِسْطَحُ (ہلاک ہو مسطح) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مسطح کو کیوں کوستی ہو وہ صحابی ہے کہ بدر میں حاضر ہوا تھا۔ مسطح کی ماں نے کہا کہ تمہیں خبر نہیں جس طوفان میں وہ شریک ہے اور مقولہ افک والوں کا بیان کیا۔ حضرت عائشہ کے ہوش جاتے رہے بخار زیادہ چڑھ آیا۔ اور صبح کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر گھر چلی گئیں اور ماں سے یہ قصہ بیان کیا اور رونا شروع کیا۔ ایک دن اور دو رات برابر روتی رہیں۔ آنسو تھمتے ہی نہ تھے۔ صبح کو ایک عورت انصار کی وہاں آئی اور اُن کے ساتھ رونے میں شریک ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قصہ کا رنج ہوا اور آپ نے تفتیش کی عورت خادمہ سے کہ بریرہ رضی اللہ عنہا ان کا نام تھا پوچھا اُس نے تعریف حضرت عائشہ کی بیان کی اور کہا کہ لڑکی ہے بے خبر خمیر کر کے رکھ دیتی ہے بکری کا بچہ آکے کھا جاتا ہے یعنی کچھ دنیا کی چھل بل نہیں جانتی اور اکثر صحابہ نے بھی کلمۂ خیر ہی کہا۔ ایک دن آپ نے خطبہ بھی اس باب میں فرمایا اور کہا کہ میں اپنے اہل کا سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں جانتا اور جس شخص کا نام لیتے ہیں اُس کی آمد و رفت میرے یہاں جب ہوئی ہے میرے ہی پاس میرے سامنے ہوئی لیکن چونکہ انبیائے کرام میں شائبہ بشریت ہوتا ہے تا زمانے کہ جناب باری سے برأت حضرت عائشہ کی نازل نہ ہوئی آپ کو ایک گونہ تردد رہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ اُن دنوں کچھ لطف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپ پر کم پاتی تھی۔ جب میں ماں کے گھر آئی ایک دن آپ نے وہاں آکے روتے دیکھ کر فرمایا کہ اے عائشہ اگر تجھ سے گناہ نہیں ہوا ہے تیری پاکی خدائے تعالیٰ ظاہر

کر دے گا اور گناہ ہوا ہے تو توبہ کرے اللہ غفور رحیم ہے۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ تم آپ کی بات کا جواب دو۔ انہوں نے کہا میں نہیں جانتا کہ کیا جواب دوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا کہ تم اس کا جواب دو۔ انہوں نے بھی کچھ جواب نہ دیا۔ اور میرے آنسو تھم گئے میں نے کہا کہ میں نہیں جانتی ہوں کہ تم لوگوں نے جو بات سُنی اس کا تمہیں یقین ہو گیا ہے۔ اگر میں کہوں گی کہ میں بے گناہ ہوں اور خدائے تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو تمہیں یقین نہ آئے گا اور اگر میں اقرار کروں گی حالانکہ میں بے گناہ ہوں تو تم لوگ یقین کرو گے۔ میرے حال کے مطابق بات یوسف (علیہ السلام) کے باپ کی ہے فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ اب صبر ہے اچھا اور اللہ کی مدد چاہیے تمہاری باتوں پر مارے غم کے اُس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام ان کی زبان پر نہیں آیا اس لیے اُنہیں یوسف (علیہ السلام) کا باپ کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنی ایسی حقیقت نہیں سمجھتی تھی کہ میرے لیے قرآن مجید میں وحی نازل ہو بلکہ مجھے گمان تھا کہ میرے معاملہ میں خواب کے طریقہ پر آپ کو اطلاع میری بے جرمی کی ہو جاوے لیکن اللہ تعالےٰ کی کرمی کہ آپ وہیں تشریف رکھتے تھے کہ وحی آپ پر نازل ہوئی بوقت نازل ہونے وحی کے آپ پر ایک حالت طاری ہوتی تھی کہ لوگ پہچان جاتے تھے۔ آمد وحی کو اور جاڑے کے دنوں میں آپ کو عرق آجاتا تھا جب وہ حالت آپ سے منجلی ہوئی تب آپ نے ہنس کے فرمایا کہ اے عائشہ خدائے تعالےٰ نے تمہاری پاکی اور صفائی نازل فرمائی اور سورۂ نور کی آیتیں اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (بیشک جن لوگوں نے بہتان بنایا ایک جماعت ہے تم میں سے) آخر رکوع تک پڑھ کے سنائیں میں شکر الٰہی بجا لائی۔ میری ماں نے کہا کہ آپ کے پاس جاؤ۔ میں نے کہا کہ اس وقت تو میں اپنے اللہ ہی کا شکر کرتی ہوں پھر آپ نے جا کے اُن لوگوں

کو جنہوں نے یہ طوفان برپا کیا تھا اور اس میں شریک تھے طلب کر کے اسّی اسّی درّے حد قذف کے لگوائے۔ ف ایسے حالات کے واقع ہونے میں معاملات انبیاء و اہلبیت میں بہت حکمتیں ہوتی ہیں۔ بعض شروح صحیح بخاری میں قصۂ افک کی حکمتیں شمار کی ہیں اور بہت لکھی ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ سبب ہوا نازل ہونے تعریف عائشہ رضی اللہ عنہا کا قرآن مجید میں دوسرے یہ کہ جو مصیبت مومنین کو پہنچتی ہے سبب ہوتی ہے بڑے ثواب اور رفع درجات کی اور ایسی تہمت غلط محض سے متہم ہونا بڑی مصیبت ہے تیسرے یہ کہ حال مومنین کا ایسے معاملات میں منکشف ہو جائے اور خدائے تعالیٰ کے بیان سے واضح ہو جاوے کہ مسلمانوں کی شان ایسے معاملات میں مقتضی اس بات کی ہے کہ کہیں سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (پاک ہے تو یہ بڑا بہتان ہے) اور گمان نیک رکھیں اور کہیں یہ بات ہماری زبان پر لانے کے قابل نہیں اور یہ بات کھلی کھلی جھوٹ ہے چوتھی یہ کہ ہمیشہ بے گناہ مسلمانوں کو جب اُن پر کوئی جھوٹی تہمت لگے ذریعۂ تسلی ہو اپنے دل کو سمجھالیں کہ جب جناب مطہرہ سی پاکدامن پر لوگوں نے تہمت لگائی تو ہماری کیا حقیقت ہے۔ پانچویں یہ کہ ایسا مصیبت زدہ باقتدائے حضرت عائشہ کے صبر جمیل کرے کہ سوائے رونے اور عجز و نیاز بجناب ایزدی اور مدد مانگنے کے اُس سے اور کوئی بات حضرت عائشہ سے ظہور میں نہ آئی۔

حال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مسطح[1] بن اثاثہ سے قریب تھے وہ اُن کی خالہ کے بیٹے تھے اور مفلس تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ اُن کے خرچ کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ جب افک میں وہ شریک ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ خرچ دینا موقوف کر دیا اور قسم کھائی کہ انہیں خرچ نہ دیں اور یہ آیت اس باب میں نازل ہوئی:

۱ مسطح بکسر میم و سکون سین مہملہ و طائے مہملہ بن اثاثہ بضم ہمزہ و دو ثائے مثلثہ ۱۲ منہ

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُّؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پ ۱۸ : ع ۷)

اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں۔ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سن کے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی ہمیں تمنا ہے اور خرچ حسب معمول مسطح کا جاری کر دیا۔

فصل پندرھویں آیت تیمم[1] کے بیان میں

ایک جہاد میں آپ تشریف لے گئے تھے رات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زیور گم ہو گیا آپ نے وہاں توقف کیا۔ پانی نہ تھا اور نماز کا وقت آگیا۔ حضرت ابوبکر حضرت عائشہ پر خفا ہونے لگے کہ ایسی جگہ پر آپ کو ٹھہرا دیا جہاں پانی نہیں ملتا۔ مسلمانوں کو نماز کے لیے حیرانی ہے۔ اللہ جل جلالہ نے آیت تیمم کی نازل فرمائی تب اسی دن اُسید[2] بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہ اجلہ اصحاب انصار سے تھے کہا یہ بھی ایک برکت تمہاری ہے اے آل ابی بکر کہ تمہارے سبب سے ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کے واسطے ایک حکم آسانی کا نازل ہوا پھر جب محمل اٹھایا وہ گردن بند

۱ بعضے کہتے ہیں کہ غزوہ بنی مصطلق ہی میں قصۂ نزول آیۂ تیمم کا ہوا اور اس سفر میں دوبارہ گردن بند حضرت عائشہ کا گم ہوا اور ایک بار سبب نزول آیت تیمم کا ہوا اور دوسری بار قصۂ افک کا اور بعضے کہتے ہیں اور غزوے میں ہوا یعنی ذات الرقاع میں اور وہ ۶ سنہ میں ہوا تھا۔ ۲ اسید بضم ہمزہ و سین مہملہ مفتوحہ و یا و دال مہملہ بن حضیر بحائے ضاد معجمہ و یا و رائے مہملہ بصیغۂ تصغیر صحابی انصاری جلیل القدر ہیں ۱۲ منہ

اُس کے تلے نکل آیا۔ قدرت خدا اس گردن بند کے تھوڑی دیر نہ ملنے میں یہی حکمت تھی کہ حکم تیمم نازل ہوا۔

فصل سولھویں قصۂ حدیبیہ[1] کے بیان میں

ایک عمدہ وقائع زمانِ ہجرت میں قصہ صلح حدیبیہ کا ہے۔ شرح اُس کی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ مکہ کو تشریف لے گئے ہیں اور آپ نے عمرہ ادا کیا ہے۔ آپ نے یہ خواب اصحاب سے بیان کیا اصحاب تو شوق مکہ اور تمنائے زیارت خانۂ کعبہ سے بیقرار تھے۔ خواب سُن کے سب نے تیاری سفر مکہ کی کر دی اور حضور اقدس نے بھی اور مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ متصل مکہ کے پہنچ گئے اور قریش نے سُن کے کہا کہ ہم ہرگز مکہ میں نہ آنے دیں گے اور اونٹنی آپ کی قصوا[2] اس کا نام تھا اور آپ اس پر سوار تھے مکہ کے سامنے جاتی تھی کہ بیٹھ گئی۔ صحابہ اسے اٹھانے لگے اور کہنے لگے کہ قصوا کی عادت تو بیٹھ جانے کی نہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اونٹنی خدائے تعالیٰ کے حکم سے بیٹھی جیسے فیل اصحاب فیل کا بیٹھ گیا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ الٰہی قریش مجھ سے جو امور تعظیم خانہ کعبہ کے چاہیں گے میں کوتاہی نہ کروں گا۔ یہ کہہ کے اونٹنی کو اٹھایا وہ اٹھ کھڑی ہوئی پھر آپ نے وہاں سے پھر کے حدیبیہ پر مقام کیا۔ حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے اُس کے پاس میدان ہے وہاں ٹھہری۔

---

[1] حدیبیہ بضم حائے وفتح دال مہملہ وسکون یا وکسر بائے موحدہ ویائے مفتوحہ وہا۔ ۱۲ منہ

[2] قصواء بفتح قاف وسکون صاد مہملہ واؤ والف ممدودہ۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حال | بعد پہنچنے حدیبیہ کے پانی کی بہت قلت ہوگئی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ سوائے اتنے پانی کے کہ ایک ظرف میں اُس وقت آپ کے سامنے تھا لشکر میں مطلق پانی نہیں۔ آپ نے دست مبارک اُس برتن میں رکھا پانی درمیان سے انگلیوں کے مانند چشموں کے جوش مارنے لگا۔ سبھوں نے پانی پی لیا اور وضو کر لیا۔ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے کہ راوی اس حدیث کے ہیں لوگوں نے پوچھا کہ تم سب کتنے آدمی تھے۔ جابر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ اگر لاکھ آدمی ہوتے پانی کفایت کرتا ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

حال | ایک پانی کے متعلق معجزہ مقام حدیبیہ میں یہ بھی ہوا کہ پانی چاہ حدیبیہ میں نہ رہا تھا۔ آپ نے کنوئیں کے کنارے پر بیٹھ کر ایک برتن میں پانی منگوا کر وضو کیا اور کلی اس پانی میں کر کے دعا کی اور وہ پانی کنوئیں میں ڈال دیا اور فرمایا کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ سو اُس کنوئیں میں اتنا پانی ہو گیا کہ سب آدمی اور جانور سیراب ہو گئے اُسے پیتے رہے اور جب تک لشکر وہاں رہا پانی کم نہ ہوا اور اُسی سے پیتے رہے۔

حال | بعد اقامت آپ کے حدیبیہ میں کفار کو اصرار اسی بات پر رہا کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں اور عمرہ نہ کرنے دیں۔ بُدیل بن ورقہ خزاعی آپ کے لشکر میں آیا اور قریش کا لشکر جمع کر کے آمادہ جنگ ہونا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں لڑنا ہرگز منظور نہیں ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں اور قریش سے کہہ دینا چاہیئے کہ ایک مدت قرار دے کے ہم سے صلح کر لیں۔ اس مدت تک میں اور کافروں سے لڑتا رہوں۔ اگر میں غالب آؤں تو وہ بھی اگر چاہیں اوروں کی طرح میری اطاعت کر لیں اور جو میں مغلوب ہوں تو مطلب اُن کا حاصل ہوگا۔ اس نے جا کے قریش سے کہا کہ میں نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو دیکھا وہ عمرے کے لیے آئے ہیں اُن کا روکنا ہرگز مناسب نہیں اور پیغام آپ کا ادا کیا مگر قریش ہموار نہ ہوئے۔ پھر عمر بن مسعود ثقفی آپ کے حضور

آیا اور اس باب میں گفتگو کرنے لگا۔ اثنائے گفتگو میں کہیں اُس نے کہا کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یہ لوگ جو تمہارے پاس جمع ہیں ان کا بھروسہ مت کیجیو تمہیں چھوڑ کے بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو یہ مقولہ اُس کا بہت ناگوار ہوا۔ انہوں نے کہا اُمْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ اَنَفِرُّ عَنْهُ (چوس بظر لات کا کیا ہم آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے) حضرت ابوبکر صدیق نہایت غصہ سے بیتاب ہو گئے لہٰذا فحش زبان پر لائے۔ بظر کہتے ہیں پارہ گوشت کو جو عورت کی فرج کے اوپر ہوتا ہے۔ ہندی میں اس کا نام مشہور ہے۔ عروہ نے کہا کہ یہ کس نے بات کہی۔ پھر جب اُسے معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تب اس نے کہا کہ اگر تمہارا احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کا میں نے بدلہ نہیں کیا ہے تو میں تمہیں جواب دیتا۔ حالت گفتگو میں عروہ ریش مبارک پر بار بار ہاتھ اپنا پہنچاتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ اس کے ہاتھ میں کوتھی تلوار کی مارتے اور کہتے تھے کہ اپنا ہاتھ دور رکھ۔ عروہ نے حضرت مغیرہ سے کہا کہ ابھی تک تیری مفسدی کی اصلاح سے میں فارغ نہیں ہوا ہوں اور تو مجھے ایذا دیتا ہے اور ایک قصہ ایام جاہلیت میں حضرت مغیرہ کا ایک قوم سے ایسا ہوا تھا کہ عروہ نے بمشکل اس کی اصلاح کی اور عروہ نے احوال اصحاب کا بخوبی ملاحظہ کیا اور جا کے قریش سے کہا کہ میں نے بادشاہوں کے دربار اور اُن کے تابعین کو دیکھا ہے (جیسا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جان نثار اور فرماں بردار پایا کسی بادشاہ کے تابعین کو نہیں دیکھا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا آب دہن یا آب بینی (ناک) کسی جا پڑتا ہے اپنے بدن پر مل لیتے ہیں اور آپ وضو کو اس طرح تبرک لیتے ہیں کہ قریب ہوتا ہے کہ اس پر آپس میں کٹ مریں اور جس کام کو آپ فرماتے ہیں ہر ایک جھپٹتا ہے اور چاہتا ہے کہ میں یہ حکم بجا لاؤں اور آپ کی طرف تند نگاہ سے نہیں دیکھتے پست آواز سے آپ کے سامنے باتیں کرتے ہیں اور مشورت عروہ نے قریش کو صلح کی دی۔

حال | جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تجویز کی کہ اپنی طرف سے کوئی شخص قریش

کے پاس بطور سفارت کے بھیجیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانے کو بطور سفارت کے کہا۔ انہوں نے عرض کیا کہ قریش کی عداوت مجھ سے معلوم ہے مجھ سے معاملہ اُن کا نہ بنے گا۔ پھر حضرت عثمان کا بھیجنا قرار پایا۔ اُن کے قرابت دار اور حمایت کرنے والے قریش میں بہت تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قریش میں پہنچے اور پیغام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادا کیا وہ اُن سے بمحبت پیش آئے لیکن اس بات پر کہ عمرے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں آنے دیں ہرگز راضی نہ ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تم چاہو طواف کر لو تمہیں ہم منع نہیں کرتے۔ حضرت عثمان نے کہا مجھ سے ہرگز ایسا نہ ہوگا کہ بے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عمرہ کروں۔ بعضوں نے حضور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض کیا کہ عثمان کو خوب موقع ملا بخوشی خاطر عمرہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ عثمان بے ہمارے ہرگز عمرہ نہ کریں گے۔ پھر لشکر میں خبر مشہور ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کفار نے مار ڈالا۔ شیطان نے یہ خبر لشکر میں پکار کے کہہ دی۔ آپ یہ خبر سن کر بہت جلال و غضب میں آئے اور ایک درخت سمرہ کے تلے بیٹھ گئے۔ آپ نے سب اصحاب سے بیعت اس بات پر لی کہ جب تک جان باقی ہے کفار سے لڑیں گے اور منہ نہ موڑیں گے۔ سب اصحاب نے کمال خوشی سے بارادۂ جان نثاری بیعت کی۔ آپ نے بایں جہت کہ یہ بیعت خدائے تعالےٰ کی جناب میں بہت مقبول ہونے والی تھی اور اہل بیعت کو درجات عالیات ملنے والے تھے۔ حضرت عثمان کو بھی اس بیعت میں شریک کر لیا اور فرمایا کہ عثمان خدا اور رسول کے کام میں گئے ہیں اور اپنا بایاں ہاتھ سیدھے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ یہ ہاتھ میرا عثمان کے لیے ہے اور حضرت عثمان کی جانب سے بیعت کر لی۔ خدائے تعالیٰ اس بیعت سے بہت راضی ہوا اور قرآن مجید میں اس باب میں آیت بھیجی:

(ذکر بیعت رضوان)

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ | تحقیق اللہ تعالےٰ راضی ہوا مسلمانوں سے

اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (پ ۲۶ : ع ۱۱)	جب بیعت کرتے تھے تم سے درخت کے تلے سو جان لیا اللہ تعالےٰ نے جو ان کے دلوں میں تھا یعنی اخلاص قلبی کو پیدا آثارا اطمینان اور چین اُن پر اور انعام میں دی ان کو ایک فتح نزدیک اور بہت سی

غنیمتیں کہ لیں گے انہیں اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔

ف۔ فتح نزدیک سے مراد فتح خیبر ہے کہ بعد صلح حدیبیہ کے بلا فصل ہوئی اور اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ اس لیے کہ رضوان یعنی خوشنودی الٰہی اس بیعت کے سبب سے حاصل ہوئی اور حاضرین بیعت رضوان صحابہ میں بہت ممتاز ہیں جیسے اہل بدر اور سب کے لیے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بشارت جنت کی دی ہے۔

حال | قریش کو جب بیعت مذکورہ کی خبر ہوئی ڈرے اور سہیل بن عمرو کو حضور اقدس میں بھیجا اور آخرکار بوساطت سہیل کے صلح ٹھہری باین شروط کہ امسال جناب رسول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بغیر عمرے کے پھر جاویں۔ سال آئندہ میں آکر عمرہ کریں مگر ہتھیار ساتھ نہ لاویں سوائے تلواروں کے کہ وہ بھی قراب میں ہوں اور قراب کہتے ہیں اس غلاف کو جو میان سے اوپر ہوتا ہے۔ اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں اور دس برس مدت صلح کی ٹھہری اس عرصہ میں فیمابین لڑائی نہ ہو اور جو کوئی حلیف جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہو اس سے قریش نہ لڑیں نہ اس کے مخالف کی مدد کریں اور حلفائے قریش سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسا ہی معاملہ کریں۔ حلیف کہتے ہیں عہد موافقت باندھنے والے کو۔ حلفا اس کی جمع ہے اور وہاں بنی بکر اور بنی خزاعہ دو قبیلے تھے خزاعہ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عہد ہوئے اور بنی بکر قریش کے اور جو کوئی قریش کی طرف کا مسلمان ہو کے مدینہ کو جاوے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم جب قریش طلب کریں دے دیں اور جو کوئی مسلمانوں میں سے مرتد ہو کے قریش کے پاس چلا آوے اس کو قریش پھیر نہ دیں۔ یہ سب شروط چونکہ حسب مراد کفار قریش اور مسلمانوں کے دبنے کی تھیں اکثر صحابہ کو کہ مملو شجاعت اور غیرت سے تھے اور نظر ان کی حکمتوں کو جو ایسی صلح میں تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچ لی تھیں نہیں پہنچتی تھی بہت ناگوار ہوئیں حتیٰ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس باب میں بہت طیش کھایا اور حضور اقدس میں جا کے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ پیغمبر خدا نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا بیشک ہوں۔ عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور دشمن ہمارے باطل پر نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ کہا پھر ہم ایسی دب کے صلح کیوں کریں یعنی آپ بیشک پیغمبر خدا ہیں پھر ہم لوگ باآنکہ ہمراہی پیغمبر خدا کے اور متوجب نصرت الٰہی کے ہیں کفار سے دب کے صلح کیوں کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں رسول خدا کا ہوں اور اس کے خلاف حکم نہیں کرتا ہوں۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ہم خانہ کعبہ کو پہنچ کے طواف کریں گے۔ آپ نے فرمایا، کہ میں نے تم سے کیا یہ کہا تھا کہ اسی سال میں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سال آئندہ میں اس کا ظہور ہوگا اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شرط کہ ہماری طرف سے جو اُن سے جا ملے اس کو پھیر دیں اور اُن کے آدمی کو ہم پھیر دیں سنتے ہی تعجب کر کے حضور میں عرض کی کہ آپ اس شرط پر بھی راضی ہوتے ہیں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ہماری طرف کا جو مرتد ہو کے اُن سے جا ملے گا ہمارے کس کام کا ہے اس کے پھیر لینے میں ہمیں کیا نفع ہے اور اُن میں کا جو ہم میں آوے گا اور ہم اُسے پھیر دیں گے اللہ تعالےٰ اُس کی کچھ سبیل کر دے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر جا کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور اُن سے بعینہٖ وہی جواب ظاہر بات کا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

حال | صلح نامہ لکھنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ لکھو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط سہیل نے کہا ہم رحمٰن کو نہیں جانتے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھو۔ مسلمانوں نے کہا ہم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ہی لکھیں گے باسمک اللّٰھم نہ لکھیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ باسمک اللّٰھم ہی لکھ دو اور کہا لکھو ھٰذا ما قاضیٰ علیہ محمد رسول اللّٰہ و القریش (یہ صلح نامہ ہے فیما بین محمد رسول اللّٰہ اور قریش کے سہیل نے جو بانی صلح تھا کہا کہ ہم محمد (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) کو اگر رسول اللّٰہ جانتے تو اُن کو خانہ کعبہ سے نہ روکتے، رسول اللّٰہ مت لکھو بلکہ بن عبداللّٰہ لکھو۔ آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللّٰہ بھی ہوں اور ابن عبداللّٰہ بھی ہوں۔ حضرت علی (رضی اللّٰہ عنہ) سے کہا کہ لفظ رسول اللّٰہ محو کر کے ابن عبداللّٰہ لکھ دو۔ حضرت علی نے کہا کہ میں لفظ رسول اللّٰہ کو محو نہیں کروں گا۔ پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے محو کر کے ابن عبداللّٰہ لکھ دیا۔ آپ اُمی تھے اس وقت لکھ دینا ان الفاظ کا بطور معجزے کے ہوا پھر صلح نامہ کو مرتب کر کے اُس پر گواہیاں طرفین کے اشخاص کی کرا لیں۔

حال سہیل بن عمر بانی صلح کا بیٹا کہ ابوجندل اس کا نام تھا مسلمان ہو گیا تھا اور اس کے باپ نے اُسے مکہ میں پابزنجیر کر رکھا تھا وہ بھاگ کے لشکر اسلام میں آیا سہیل نے کہا اسے ہمیں دے دو تب صلح قائم رہے گی نہیں تو صلح نہیں رہے گی۔ آپ نے ابوجندل کو دے دیا۔ ابوجندل نے مسلمانوں سے کہا کہ اے جماعت مسلمین مسلمان کو مشرکین کے حوالے کیے دیتے ہو۔ اہل اسلام خلاف شرط صلح کے کچھ نہ کر سکے اور حوالۂ خدا کیا کہ اُن کے لیے کوئی سبیل کر دے۔

حال بعد اختتام صلح کے آپ نے حکم دیا کہ اونٹ ہدی کے ہیں قربانی کر ڈالو اور بال مونڈا ڈالو۔ صحابہ نے کہ اس صلح سے بہت دل تنگ اور کمال ملول تھے قربانی کے لیے اٹھنے اور سر مونڈانے میں تاخیر کی آپ اس تاخیر سے ملول ہو کے زنانہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللّٰہ عنہا نے کہ ساتھ تھیں سبب ملال پوچھا، آپ نے بیان فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ اپنی ہدی قربانی فرمادیں اور حجامت بنوائیں بعد اس کے پھر کسی کو مجال تخلف نہ ہو گی۔ آپ نے نکل کے اپنی ہدی کو قربانی فرمایا اور حجام کو بلایا

تب سب اصحاب نے اپنی اپنی ہدی کو قربانی کیا اور سر منڈایا۔

حال بعد فراغت کے قربانی ہدی اور حلق سے آپ نے بجانب مدینہ کوچ فرمایا۔ راہ میں سورۂ انا فتحنا نازل ہوئی اور اس سورت میں خدائے تعالیٰ نے بشارت فتح مکہ اور فتح خیبر کی اور رضامندی بیعت سے اور بہت تعریف اصحاب کی نازل فرمائی اور وعدہ جنت کا اُن کے لیے نازل فرمایا اور آپ بہت خوش ہوئے۔ راہ میں اونٹ پر سوار اس سورۃ کو بخوش الحانی کمال خوشی سے پڑھتے تھے انا فتحنا لک فتحاً مبیناً ۵ لا (بے شک ہم نے فتح دی تمہیں فتح ظاہر) اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے فتح مکہ مراد ہے کہ بعد ہونے نقض عہد کے اسی صلح حدیبیہ کے امور میں آپ نے لشکر کشی کی اور مکہ فتح ہوا اور بعضے مفسرین نے لکھا ہے کہ اس فتح سے صلح حدیبیہ ہی مراد ہے کہ وہ سبب بہت فتوحات اور برکات کا ہوئی۔

حال وہ شرط صلح جو اصحاب کو بہت ناگوار تھی یعنی یہ کہ مکہ سے مسلمان ہو کے آوے اس کو بوقت طلب کفار کے حوالے کریں۔ ایک عجیب رنگ لائی۔ ایک شخص ابوبصیر نام تھا مسلمان ہو کر مدینہ میں پہنچا۔ کفار قریش نے دو آدمی اُس کے لینے کو بھیجے۔ آپ نے ساتھ کر دیا۔ راہ میں مسجد مقام ذوالحلیفہ میں کھانا کھانے کو بیٹھے۔ ابوبصیر نے اُن دونوں میں سے ایک کی تلوار دیکھ کر کہا کہ تمہاری تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے دیکھوں تو سہی۔ اس نے تلوار دیکھنے کو دی۔ ابوبصیر نے اُس تلوار سے اس کے مالک کو قتل کیا اور دوسرے کا ارادہ کیا وہ بھاگا۔ بھاگتے بھاگتے مسجد شریف میں پہنچا۔ آپ نے دیکھ کے فرمایا کہ ڈرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ میرا ساتھی مارا گیا اور میرا بھی یہی حال ہو گا۔ اتنے میں ابوبصیر وہاں بھی پہنچے۔ آپ نے فرمایا کہ عجب لڑائی کا بھڑکانے والا ہے۔ خوب ہوتا جو کوئی اس کا ہوتا یعنی مددگار۔ اس ارشاد میں یہ ایما تھا کہ بھاگ جاوے اور مکہ میں جو مسلمان کافروں کے پاس ہیں وہ اس

سے جا ملیں وہ سمجھا کہ اگر میں ٹھہروں گا آپ مجھے بیشک پھر پھیر دیں گے وہ وہاں سے چل دیا اور ایک جگہ پر کہ ادھر سے قافلے قریش کے گزرا کرتے تھے جا بیٹھا پھر جو مکہ میں مسلمان ہوتا وہیں پہنچتا۔ ابوجندل بھی وہیں جا ملے یہاں تک کہ ستر آدمی اور بعضے کہتے ہیں تین سو آدمی ابوبصیر کے ساتھ ہو گئے۔ ادھر سے جو قافلہ قریش کا نکلتا لوٹ لیتے کفار کو مار ڈالتے قریش بہت تنگ ہوئے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کہلا بھیجا کہ ہم شرط اپنی سے درگزرے آپ ہماری قرابت کا لحاظ کرکے بطور صلۂ رحم یہ مہربانی کریں کہ ان لوگوں کو وہاں سے بلوالیں آپ نے بلا بھیجا جس وقت نامۂ مبارک بحکم طلب پہنچا۔ ابوبصیر جو سب سے پہلے پہنچے تھے اور سردار اُس جماعت کے تھے اس وقت حالتِ نزع میں تھے انہوں نے ہاتھ میں لیا اور جان بحق تسلیم کی اور سب مسلمان مدینہ میں حاضر ہوئے۔

فصل سترہویں غزوۂ خیبر کے بیان میں

بعد رونق افروزی حضور اقدس کے مدینہ میں حکم تیاری کا واسطے غزوۂ خیبر کے نافذ ہوا اور صحابہ میں چرچا ہوا کہ خدائے تعالےٰ نے فتح خیبر کا اور غنائم کثیرہ کا وعدہ کیا ہے یہود جو مدینہ میں باقی تھے بہت جلے جس کا کسی مسلمان پر قرض آتا تھا اس نے تقاضائے شدید کیا عبداللہ بن ابی حدرد صحابی انصاری پر ابو شحم یہودی کے پانچ درم آتے تھے۔ اُس نے تقاضائے شدید کیا۔ صحابی موصوف نے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے فتح خیبر کا وعدہ کیا ہے جب وہاں کے غنائم میں مجھے مال ملے گا تب تیرا قرض بھی ادا کردوں گا۔ اُس یہودی نے کہا کہ خیبر کا حال اور جگہ کی مانند نہ سمجھو خیبر میں دس ہزار مرد جنگی ہیں صحابی نے خوب اُس یہودی کو زجر کیا اور کہا کہ مردود تو ہمیں ہمارے دشمنوں سے ڈراتا ہے وہ حضور اقدس میں نالشی ہوا عبداللہ نے مقولہ اس یہودی کا حضور اقدس میں عرض کیا۔ آپ نے

زیرلب کچھ فرمایا پھر عبداللہ سے ارشاد فرمایا کہ قرض اس کا ادا کردو۔ اُس وقت عبداللہ نے ایک کپڑا اپنے کپڑوں میں سے بیچا بقیمت تین درم اور دو درم ایک صحابی سے قرض لے کر قرض اس کا ادا کیا۔ سلمہ بن اسلم نے کپڑا انہیں دیا وہ کپڑا پہن کے غزوۂ خیبر کو گئے وہاں غنیمت اُن کے ہاتھ آئی اور ایک عزت دار قریبہ اسی ابوشحم یہودی کی انہیں ملی انہوں نے اُسے بہت قیمت کو بیچا۔

حال آپ مع لشکر خیبر پر جا پہنچے خیبریوں کو پہلے سے خبر پہنچ گئی تھی اور پہرہ رکھتے تھے اور سوار مسلح ہر شب قلعہ سے نکل کر گشت کرتے تھے اس دن سب سو گئے۔ صبح کو قلعہ کا دروازہ کھول کر آلات زراعت لیکر نکلے تھے کہ لشکر ہمایوں کو دیکھا دیکھنے والے نے پکار کے کہا مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مع پورے لشکر آ پہنچے ف خمیس پورے لشکر کو اس لیے کہتے ہیں کہ پورا لشکر وہ ہوتا ہے جس میں پانچوں ٹکڑے لشکر کے ہوں مقدمہ[1]۔ ساقہ[2] میمنہ[3]۔ میسرہ[4] قلب[5]۔ مقدمہ کہتے ہیں آگے کے لشکر کو اور ساقہ پشت کے لشکر کو اور میمنہ داہنی طرف والا اور میسرہ بائیں طرف والا اور قلب بیچ کا لشکر جس میں سردار ہوتا ہے۔ یہ کہہ کے وہ لوگ جھٹ پٹ قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ قلعہ کا بند کرلیا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ کیا سات قلعہ خیبر میں تھے سب قلعہ بتدریج مفتوح ہو گئے مگر بعضے قلعہ والے خوب لڑے۔

حال ایک[1] قلعہ لڑتا تھا آپ نے ایک دن شام کو فرمایا کہ کل ایسے شخص کو نشان دوں گا کہ خدا اُسے دوست رکھتا ہے اور وہ خدا کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا اس کے ہاتھ پر فتح دے گا۔ صبح کو لوگ منتظر تھے کہ یہ دولت کسے نصیب ہو۔ آپ نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو پوچھا وہ بسبب عارضہ درد چشم کے حاضر نہیں ہوئے تھے لوگوں نے یہ عذر اُن کا بیان کیا۔ آپ نے انہیں بلوایا جب

---

[1] اس قلعہ کا نام قموص تھا۔ ۱۲ منہ

وہ آبِ دہنِ مبارک اُن کی آنکھوں میں لگا دیا۔ فوراً آنکھیں اُن کی اچھی ہو گئیں اور نشان اُن کو دیا اور قلعہ پر یورش کے لیے فرمایا۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) مع لشکر متعین قلعہ پر گئے اور خوب لڑائی سخت کی اور مرحب نام ایک یہودی بڑا شجاع مشہور تھا اُس کو جاتے ہی حضرت علی نے مقابلہ میں قتل کیا اور اُس دن سات آدمی رئیس اور دلاور یہود کے حضرت علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔

حال حضرت علی کا دروازہ خیبر کا اکھاڑنا | کتب تواریخ میں ہے کہ حالت لڑائی میں حضرت علی کی سپر گر پڑی۔ حضرت علی نے دروازہ قلعہ کا کواڑ اکھاڑ لیا اور بطور سپر ہاتھ میں لے لیا اور دن بھر لیے رہے۔ بعد فراغت کے لڑائی سے اس کو پیچھے پھینک دیا۔ اعنی بالشت دور گرا اتنا بھاری تھا کہ سات آدمی ایک طرف سے دوسری طرف پھیر نہ سکے اور اُسی دن حسب اخبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قلعہ فتح ہو گیا۔

حال | یہود خیبر جو باقی رہے[1] آپ نے اُن کے جلا وطن ہونے کا حکم دیا اور اموال اُن کے اور باغات اور زمین سب ضبط کر لیے۔ یہود نے عرض کیا کہ آپ کو اور سب مسلمانوں کو اپنے باغات اور زراعات میں کام کرنے کو مزدور کی حاجت ہو گی اگر ہم کو آپ جلا وطن نہ کریں تو ہم یہ کام کریں گے۔ آپ نے یہ بات ان کی قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جب تک ہم چاہیں گے تمہیں رکھیں گے جب چاہیں گے نکال دیں گے اور بٹائی پر خدمت کے لیے انھیں رکھا۔ پیداوار میں سے

---

[1] حضرت عمر نے اپنے عہدِ خلافت میں خیبر کے یہودیوں کو وہاں سے نکال دیا منظور ہوا کہ جزیرہ عرب میں سوائے اہلِ اسلام کے کوئی اور ملت نہ رہے۔ ایک یہودی نے حضرت عمر سے کہا کہ تم ہمیں نکالے دیتے ہو حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہاں رکھا ہے حضرت عمر نے کہا کہ مجھے خوب یاد ہے کہ آپ نے بوقت آباد رکھنے تم لوگوں کے کہا تھا کہ جب تک ہم چاہیں گے رکھیں اور تجھ سے کہا تھا کہ تیرا کیا حال ہوگا جب اونٹنی تیری تجھے رات کو لیے پھرے گی بھٹکتی ہوئی اس یہودی نے کہا یہ ایک شبہہ کی بات تھی ابوالقاسم کی حضرت عمر نے کہا تو جھوٹا ہے بلکہ آپ نے ٹھیک ٹھیک فرمایا اور سب یہودیوں کے نکل جانے کا حکم دیا وہ سب شام کو چلے گئے۔ ۱۲ منہ

نصف حصّہ مقرر کر دیا عربی میں معاملہ بٹائی کو جو مخابرہ کہتے ہیں وہ خیبر سے ہی مشتق ہے۔

حال | فدک کہ ایک موضع خیبر سے ملحق ہے وہاں کے لوگوں نے آپ سے اسی طرح صلح چاہی کہ آدھی زمین فدک کی آپ کو دیں اور آدھی زمین اپنے پاس رکھیں۔ آپ نے قبول فرمایا۔

حال | حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) غنائم خیبر میں سے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھیں۔ آپ نے اُن سے اُنہیں لیا۔ پھر آزاد فرما کے ان کے نکاح کر لیا۔ آپ نے اُن کے رخسار پر ایک داغ پایا سبب اُس کا پوچھا عرض کیا کہ جب آپ خیبر کا محاصرہ کیے تھے میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند میری بغل میں آیا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے شوہر سے کہا اُس نے ایک طمانچہ ایسے زور سے مارا کہ رخسارہ نیلا ہو گیا اور کہا کہ تو چاہتی ہے کہ اس بادشاہ کی بغل میں سو رہے۔ یہ نیلا داغ اسی طمانچہ کا ہے۔ بادشاہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا اور مطابق خواب کے واقع ہوا۔

حال | آپ خیبر میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب مع اور مہاجرین حبشہ کے وہیں تشریف لائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور استقبال کر کے حضرت جعفر سے معانقہ کیا اور ان کی پیشانی چومی اور فرمایا کہ میں کہہ نہیں سکتا کہ میں فتح خیبر سے زیادہ خوش ہوا یا جعفر کے آنے سے۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) مع اشعریین کے بھی خیبر میں آئے۔ اسی کشتی پر جس پر حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) آئے تھے اور حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوروں کی ایک ہجرت ہے اور تمہاری اے کشتی والو دو ہجرتیں ہیں۔

ف | وجہ دو ہجرتوں کی ظاہر ہے کہ وہ کشتی مہاجرین حبشہ کی تھی۔ پہلے مکہ سے حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے پھر وہاں سے مدینہ کو ہجرت کر آئے اور ابو موسیٰ اور اُن کے ہمراہیوں کو بسبب ہمراہی مہاجرین حبشہ کے یہ شرف حاصل ہوا۔

حال زہر دینے یہودیہ کا آپ کو ایک یہودیہ نے کہ جورو سلام بن مشکم کی کہ نام زینب بنت حارث تھا خیبر میں گوشت بکری کا پکا کر بھیجا۔ اس نے سن لیا تھا کہ آپ کو بکری کے دست کا گوشت بہت پسند ہے۔ سو اس نے دست ہی کے گوشت میں زہر داخل کیا اور حضور اقدس میں بھیجا۔ آپ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ اس دست نے مجھ سے کہہ دیا کہ مجھ میں زہر ملا ہے۔ ایک صحابی نے اُس دست میں سے کچھ گوشت کھا لیا تھا اُن کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے اس یہودیہ کو بلا کے پوچھا، اس نے کہا میں نے زہر اس لیے دیا تھا کہ آپ اگر پیغمبر نہ ہوں گے ہم آپ کی آفت سے نجات پائیں گے اور جو پیغمبر ہوں گے، آپ کو معلوم ہو جائے گا اور کچھ ضرر نہ ہو گا اور آپ نے اُسے چھوڑ دیا اور بعضوں نے لکھا ہے کہ اُسے قتل کیا عوض اُس صحابی کے جو مر گئے۔

حال تحریم گوشت خر و متعہ عرب کے جہاں گدھے کا گوشت کھایا کرتے تھے کچھ ہانڈیاں چولہوں پر چڑھی تھیں آپ نے پوچھا کیا پکتا ہے۔ عرض کیا گدھے کا گوشت۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حرام ہے اور ہانڈیاں اُلٹوا دیں اور متعہ کے لیے بھی غزوہ خیبر میں منع فرمایا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور استبصار کتاب شیعہ میں بھی ابو جعفر طوسی نے نے روایات حدیث تحریم متعہ کی حضرت علی سے نقل کی ہے لیکن متعہ غزوہ اوطاس میں پھر مباح ہوا تھا پھر حرام ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ متعہ حرام ہے قیامت تک یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔

فصل اٹھارہویں[۱۸] عمرۃ القضا کے بیان میں

بعد مدت ایک سال کے صلح حدیبیہ سے حسب شرط صلح مذکور آپ واسطے عمرۃ القضا کے مکے کو مع اصحاب کے تشریف لے گئے اور آپ نے حکم فرمایا کہ سفر حدیبیہ میں

جو ساتھ تھے وہ ضرور چلیں۔ مکے میں پہنچ کے عمرہ کیا وہاں حضرت میمونہ بنت حارث سے نکاح کیا۔ بعد تین دن کے قریش نے تقاضا کیا کہ حسب شرط آپ کوچ کر جاویں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اگر ٹھہر جاؤں تو تم لوگوں کی دعوت بطور ولیمہ کے کروں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں تمہاری دعوت منظور نہیں آپ کوچ کر جاویں۔ آپ وہاں سے اسی دن مدینہ کو روانہ ہوئے۔

فصل انیسویں[۱۹] اسلام خالد بن الولید اور عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ کے بیان میں

وقائع زمان ہجرت سے بعد صلح حدیبیہ کے ایک یہ ہے کہ خالد بن الولید اور عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ حجبی کہ صاحب مفتاح کعبہ تھے مکہ سے مدینہ میں آ کے مشرف باسلام ہوئے۔ آپ نے اُن کے آنے کے باب میں ارشاد کیا تھا کہ مکہ نے اپنے جگر گوشے مدینے کو پھینک دیئے۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ جب میں اسلام لایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے واسطے ہاتھ دراز فرمایا۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں میں نے کہا۔ کچھ شرط کیا چاہتا ہوں آپ نے پوچھا کیا شرط ہے۔ میں نے کہا کہ میرے گناہ پچھلے سب بخشے جاویں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم ہے کہ اسلام سب پچھلے گناہ مٹا دیتا ہے اور ہجرت سب پچھلے گناہ مٹا دیتی ہے۔ آپ اکثر حضرت عمرو بن العاص کو لشکر کا امیر کر کے بھیجا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ یہ سردار لشکر تھے سفر میں انہیں نہانے کی حاجت ہوئی، سردی بشدت پڑتی تھی انہوں نے تیمم کیا اور کہا خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ یعنی مت قتل کرو تم

اپنی جانوں کو۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سُنی اور اس بات پر کچھ اعتراض نہیں کیا اور معتبر کتابوں میں یہ ہے کہ حضرت معاویہ بھی بعد صلح حدیبیہ کے قبل فتح مکہ کے مسلمان ہوئے۔ تقریب التہذیب کتاب اسماء الرجال میں بھی کہ بہت معتبر ہے مسلمان ہونا معاویہ رضی اللہ عنہ کا قبل فتح مکہ لکھا ہے۔

فصل بیسویں تحریر مکاتیب کے بیان میں

بعد صلح حدیبیہ کے وقائع سنین ہجرت میں سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر بادشاہوں اور والیان ملک کو نامے لکھے اور طرف اسلام کے دعوت کی۔ ہرقل بادشاہ روم کو کہ شہنشاہ نصاریٰ کا تھا اور نجاشی بادشاہ حبشہ کو کہ وہ بھی نصاریٰ اور مقوقش حاکم اسکندریہ و مصر کو اور پرویز شاہ فارس کو کہ پوتا نوشیرواں کا تھا اور والیان ملک کو، اور لوگوں نے عرض کیا کہ عجم بے مہر کے خط قبول نہیں کرتے۔ تب آپ نے مہر کھدوائی محمدؐ رسول اللہ اور چاندی کی انگشتری میں مہر تھی آپ سیدھے ہاتھ کی چھنگلی میں اکثر پہنے رہتے تھے اور بعد آپ کے وہ انگشتری حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس رہی۔ پھر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے پھر حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پھر اُن کے ہاتھ سے بیراریس؎ میں کہ اُس کے کنارے بیٹھے تھے گر پڑی اور بہتیرا تلاش کروائی نہ ملی اور اُسی دن سے امورات خلافت راشدہ میں بے انتظامی شروع ہوئی اور انتظام ریاست دینیہ جیسا کہ چاہیئے قائم نہ رہا۔ محققین نے لکھا ہے کہ انگشتری مبارک خاصیت انگشتری سلیمان کی رکھتی تھی کہ اُس کے گم ہونے سے انتظام بگڑ گیا اور پہلے آپ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی اور اصحاب نے بھی آپ کو دیکھ کے سونے کی انگوٹھیاں

؎ بیراریس بکسر باء و یائے ساکن و رائے مہملہ و ہمزہ مفتوحہ و رائے مکسورہ و یائے ساکن و سین مہملہ ایک کنواں ہے مدینہ میں ۱۲ منہ

بنوائیں۔ پھر آپ نے سونے کی انگوٹھی اتار ڈالی اور فرمایا کہ سونا مردوں پر حرام ہے اور چاندی کی انگوٹھی بنوائی، اصحاب نے سونے کی انگوٹھیاں دور کیں۔

حال ہرقل بوقت وصول کرنے نامہ مبارک کے

جب نامۂ مبارک پہنچا اس نے بہ تعظیم رکھا۔ اس نامہ میں یہ تھا۔ یہ خط ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہرقل [illegible] کو ہم تمہیں اسلام کی طرف بلاتے ہیں۔ اسلام لاؤ سلامت رہو اگر نہ مانو گے تو تم پر تمہاری رعیت کا بھی گناہ ہوگا۔ پھر یہ آیت لکھی تھی:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ٥ (پ ۳: ع ۱۵)

"اے کتاب والو آؤ طرف ایسی بات کے جو برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان کہ نہ پوجیں سوائے اللہ کے کسی کو اور نہ ٹھہراویں بعضے ہمارے بعضوں کو رب سوائے اللہ کے پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔"

صحیح بخاری میں ابوسفیان سے روایت ہے کہ میں مع ایک قافلۂ قریش کے ان دنوں شام میں تھا جب آپ کا خط پاس ہرقل کے پہنچا اس نے کہا کہ تلاش کرو اس شخص کے وطن کا کوئی آدمی یہاں ہو تو میرے پاس لے آؤ اور لوگ مجھے مع ہمراہیوں کے لیے گئے۔ اس نے کہا جو اُن سے یعنی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہو وہ آگے ہو بیٹھے۔ ابوسفیان ہی اقرب تھے آگے ہو بیٹھے پھر اس نے ترجمان سے یعنی اُس آدمی سے جو عربی اور رومی دونوں زبانیں جانتا تھا اور بادشاہ کی باتوں کا ترجمہ ابوسفیان سے اور ابوسفیان کی باتوں کا ترجمہ بادشاہ سے کرتا تھا کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ یہ کچھ جھوٹ کہے تو تم بتا دیجیو۔ پھر ہرقل نے پوچھا کہ یہ شخص جو تم میں دعوی پیغمبری کا کرتا ہے نسب میں کیسا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ بہت اعلیٰ ہے پھر پوچھا کہ دعوئ نبوت سے پہلے تم نے کبھی

کسی بات میں اُسے جھوٹا پایا یا نہیں کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ تھا۔ ابوسفیان نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ اس سے پہلے تم میں کسی نے دعوی پیغمبری کا کیا تھا؟ کہا، نہیں۔ پوچھا بڑے آدمیوں نے بیشتر اتباع ان کا کیا ہے یا غریبوں نے، کہا غریبوں نے۔ پوچھا جماعت ان کی روز بروز بڑھتی جاتی ہے یا کم ہوتی جاتی ہے کہا بڑھتی جاتی ہے۔ پوچھا جو کوئی مسلمان ہوتا ہے بسبب ناپسند کرنے اسلام کے مرتد بھی ہو جاتا ہے۔ کہا نہیں۔ پوچھا لڑائی میں ہمیشہ تم غالب رہتے ہو یا وہ۔ کہا کبھی ہم غالب رہتے ہیں کبھی وہ۔ پوچھا خلاف عہد بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ کہا نہیں۔ اور اب ہمارے اُن کے درمیان میں عہد ہوا ہے دیکھیں خلاف اس کے کرتے ہیں یا نہیں۔ ابوسفیان نے بوقت روایت کہا کہ سارے سوال وجواب میں سوائے لا و نعم کے میں اور کوئی بات بڑھا نہ سکا۔ سوا اتنی بات کے جو اخیر جواب میں بڑھائی اور چونکہ ابوسفیان ان دنوں کافر تھا یہ بھی اُس وقت کے حال میں بیان کیا کہ مجھے ڈر اس بات کا تھا کہ اگر کچھ جھوٹ کہوں گا تو مشہور ہو جاؤں گا نہیں تو میں جھوٹ بھی کہہ دیتا۔ بعد استفسار حالات کے ہرقل نے کہا کہ پہلے سوال کے جواب میں تم نے کہا کہ یہ پیغمبر نسب میں اعلیٰ ہیں سو اللہ جل جلالہٗ پیغمبر عالی نسب ہی کو کرتا ہے اور جب آدمیوں کے معاملہ میں اُس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تو تعجب ہے کہ خدائے تعالیٰ پر جھوٹ ...ندھے اور اگر باپ دادے میں کوئی اس کے بادشاہ ہوتا تو یہ خیال ہوتا کہ اس بہانے سے اپنے باپ دادے کا ملک لینا چاہتا ہے اور اگر پہلے کسی نے ...ے پیغمبری کا کیا ہوتا تو یہ گمان ہوتا کہ بتقلید سابق دعوی کرتا ہے ...ور تابع پیغمبروں کے ہمیشہ پہلے غریب ہی لوگ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ روز بروز جماعت ان کی بڑھاتا ہے اور جب حلاوت دین حق کی دل میں آ جاتی ہے۔ پھر آدمی اس دین کو نہیں چھوڑتا اور لڑائی میں بھی یہی حال ہوتا ہے کہ کبھی دشمن پیغمبروں کے غالب ہو جاتے ہیں اور آخر کو غلبہ پیغمبروں

ہی کو ہوتا ہے اور خلاف عہد بھی انبیاء نہیں کرتے پھر ہرقل نے کہا کن باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا نماز کا زکوٰۃ کا۔ اقارب سے سلوک کرنے کا حرام سے بچنے کا۔ ہرقل نے کہا کہ اگر یہ باتیں جو تم نے بیان کیں سچی ہیں تو وہ پیغمبر ہیں اور جو میں پہنچ سکتا تو ان کے حضور میں حاضر ہوتا اور جو میں وہاں ہوتا ان کے پاؤں دھوتا اور عنقریب جہاں میرے قدم ہیں یہاں ان کا ملک ہو جائے گا۔ ابوسفیان نے کہا کہ پھر ہمیں رخصت کیا۔ میں نے کہا کہ بڑا ہو گیا کام ابن ابی کبشہ کا کہ بادشاہ روم اس سے ڈرتا ہے۔ کفار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے براہ شرارت۔ اس علاقہ سے کہ ابی کبشہ حلیمہ آپ کی دودھ پلانے والی کے شوہر کا نام تھا۔

حال ہرقل کے دل میں تصدیق نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخوبی آگئی تھی اور اس نے ارادہ بھی کیا کہ مسلمان ہو جاوے مگر طمع بادشاہی نے اُسے محروم رکھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دن اس نے سب نصاریٰ کو شہر حمص کی کوٹھی میں جمع کیا اور کواڑ بند کر دیئے پھر اس نے کہا ایک بات تمہارے بھلے کی کہتا ہوں یہ پیغمبر جو عرب میں پیدا ہوئے اُن کا دین اختیار کر دو، یہ سچے پیغمبر ہیں اگر ایسا نہ کرو گے ملک تم سے چھن جائے گا یہ سنتے ہی سب بہت ناخوش ہوئے اور وہاں سے نکل جانے کا قصد کیا کواڑ بند پائے اور آمادہ فساد ہوئے۔ تب ہرقل نے کہا کہ میں نے یہ بات تمہارے آزمانے کے واسطے کہی تھی میں خوش ہوا کہ تم اپنے دین پر مضبوط ہو۔ تب سب نے اُسے سجدہ کیا۔

حال ضغاطر عالم کے مسلمان ہونے کا

ایک شخص ضغاطر نام علمائے نصاریٰ میں بہت معظم اور مکرم اُن کے نزدیک تھا اور بڈھا تھا۔ ہرقل نے سفیر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ دحیہ کلبی تھے کہا کہ اس شخص سے جا کر تم اپنے پیغمبر کا حال کہو اگر وہ ایمان لاوے گا تو سب نصاریٰ ایمان لا دیں گے۔

انہوں نے جاکر اُس سے احوال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کہا سنتے ہی اُس نے اپنا عصا ہاتھ میں لیا اور سفید کپڑے پہن کر باہر نکلا اور کلیسا میں جہاں بہت بڑے بڑے نصاریٰ جمع تھے گیا اور کہا کہ میں پیغمبر عربی پر ایمان لایا اور بیشک وہی پیغمبر ہیں جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے اور پچھلی کتابوں میں خبر ہے تم بھی ایمان لاؤ یہ سنتے ہی نصاریٰ اس پر دوڑے اور مارتے مارتے اُسے مار ڈالا۔ ہرقل نے یہ حال سن کر کہا کہ میرا بھی ایسا ہی حال کریں گے اگر میں ایمان لاؤں۔ ف بڑے بڑے علماء نصاریٰ اور اکثر بادشاہ ان کے ہمیشہ اقرار نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتے رہے اور جن کی توفیق ایزدی رفیق ہوئی ایمان لائے اور جو بے نصیب تھے باوصف اس کے کہ تصدیق آپ کی ان کے دل میں آگئی محروم رہے اور بحیرا اور نسطورا اور نجاشی ایک بادشاہ حبشہ کا تھا ذکر ان کا اوپر گزر چکا اور ہرقل اور ضغاطر کا یہاں ذکر ہوا اور بے شمار ایسے تھے اور علماء یہود کا بھی ایسا ہی حال تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام اور امثال اُن کے ایمان لائے اور بہتیرے باوصف یقین کرنے آپ کی نبوت کے بسبب حسد اور حب جاہ کے محروم رہے۔

حال نجاشی ایک بادشاہ حبشہ کا کہ والی ملک حبشہ کا تھا بمجرد پہنچنے نامۂ مبارک کے ایمان لایا اور بکمال تعظیم پیش آیا اور آپ کو جواب بہ تعظیم و توقیر تمام مشعر ایمان اپنے اور خوبی دین اسلام کے لکھا اور موزے وغیرہ تحف و ہدایا آپ کو بھیجے اور اس نجاشی کا نام اصحمہ تھا۔ ہر بادشاہ حبشہ کو نجاشی کہتے تھے۔ اسی نجاشی کے عہد میں مہاجران حبشہ حضرت عثمان اور حضرت جعفر وغیرہما مکے سے ہجرت کر گئے تھے اور اسی نجاشی کی بروز وفات سنہ ۹ میں آپ نے مدینہ طیبہ میں خبر موت بیان فرما کے نماز جنازہ غائبانہ پڑھی تھی اور نکاح ام حبیبہ بیٹی ابوسفیان کا کہ ساتھ اپنے شوہر سابق کے حبشہ کو ہجرت کر گئی تھیں۔ بعد انتقال اس شوہر کے اسی نجاشی نے بموجب حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

آپ کے منعقد کیا تھا اور اسی نجاشی کے بعد جو نجاشی ہوا تھا اس کو بھی آپ نے نامہ لکھا تھا مگر اس کا حال معلوم نہیں ہوا کذا فی المواہب۔

حال مقوقس بادشاہ مصر و اسکندریہ نے بوقت پہنچنے آپ کے نامے کی بہت تعظیم کی اور تحف و ہدایا آپ کو بھیجے۔ دو لونڈیاں ماریہ قبطیہ اور شیریں کہ ماریہ آپ کے تصرف میں رہیں اور ابراہیم بن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن کے بطن سے پیدا ہوئے اور ایک خچر سفید کہ نام اس کا دلدل تھا منجملہ اور ہدایا کے تھے۔

حال پرویز کے پاس جب نامۂ مبارک پہنچا اس نے جب دیکھا کہ عنوان نامے میں لکھا ہے مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی کِسْرٰی عَظِیْمِ فَارِسَ یہ خط محمد رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے کسریٰ سردار فارس کے نام۔ اس نے جھنجلا کے نامۂ مبارک پھاڑ ڈالا اور کہا کہ اپنا نام میرے نام سے پہلے کیوں لکھا اور باذان کہ اس کی جانب سے ملک یمن کا صوبیدار تھا اس کو لکھ بھیجا کہ وہ شخص جو دعویٰ پیغمبری کا کرتے ہیں اُن کو یہاں بھیجدے۔ دو آدمی تیز و چالاک ان کے پاس بھیجدے کہ ان کو لے آویں۔ باذان نے دو آدمی مدینے کو بھیجے اور آپ کو خط لکھا کہ تم دونوں آدمیوں کے ساتھ کسریٰ کے پاس چلے جاؤ۔ وہ دونوں حضور اقدس میں حاضر ہوئے۔ داڑھیاں مونڈی مونچھیں بڑی۔ آپ نے اُن سے پوچھا کہ تمہیں ایسی صورت بنانے کا کس نے حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے رب کسریٰ نے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے رب نے تو مجھے یہ حکم دیا ہے کہ داڑھی رکھو اور مونچھیں کترواؤ۔ اُن دونوں شخصوں کے دل میں اگرچہ رعب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت آیا بدن اُن کا تھر تھراتا تھا لیکن گفتگو انہوں نے بیباکانہ کی کہ تم پاس کسریٰ کے چلے چلو نہیں تو کسریٰ کا مزاج بہت برا ہے وہ تمہارے ملک عرب کو تباہ کر ڈالے گا۔ آپ نے دونوں سے کہا کہ ٹھہرو کل آئیو۔ صبح کو اُن دونوں سے کہا کہ رات کو شیرویہ نے پرویز کو مار ڈالا تم چلے جاؤ اور وہ رات منگل کی

اور دسویں جمادی الاولیٰ سنہ ہجری کی تھی وہ روانہ ہوکے باذان کے پاس پہنچے اور حال بیان کیا باذان نے کہا کہ اگر یہ خبر سچّی ہے تو وہ بیشک پیغمبر ہیں اور سب ملوک سے پہلے میں مسلمان ہوجاؤں گا۔ اُن ہی دنوں نامہ شیرویہ کا بنام باذان اس مضمون کا پہنچا کہ پرویز ظالم تھا لہٰذا میں نے اُسے قتل کیا اور تم کو تمہارے عہدے پر قائم رکھا اور جو شخص کہ دعوے پیغمبری عرب میں کرتے ہیں اُن سے تعرض مت کرو جب تک میرا حکم اس باب میں نہ پہنچے۔ باذان اُسی وقت مع اپنے دونوں بیٹوں کے مسلمان ہوگیا اور سب اہل یمن اور فارس جو وہاں تھے مسلمان ہوگئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسلام کی خبر دی۔ **ف** کسریٰ نے جو نامۂ مبارک پھاڑ ڈالا، آپ نے اس کے لیے یہ بددعا کی اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ یا اللہ پاش پاش کردے اُس کو یعنی خاندان کسریٰ کو خوب پارہ پارہ کر۔ اور مطابق اس کے ہوا کہ خاندان کسریٰ کی سلطنت جو ہزار سال سے چلی آتی تھی اور ایسی بڑی سلطنت پردۂ زمین پر کوئی نہ تھی بالکل پاش پاش اور نیست و نابود ہوگئی اور بہت تھوڑے زمانہ میں نام و نشان اس سلطنت کا نہ رہا اور ہرقل نے جو نامۂ مبارک کو بتعظیم رکھا ملک اُس کے خاندان کا قائم رہا اکثر ملک اس کا اہل اسلام کے تصرف میں آگیا لیکن بالکل سلطنت اس کی نہ مٹی۔

فصل اکیسویں سریۂ[1] حضرت ابو عبیدہ کے بیان میں جس میں سمندر نے عنبر ماہی لشکر کو توشہ کیلئے (دی)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جہاد میں بڑی کوشش کرتے تھے اور بہت تکلیفیں

[1] بخاری میں اس سریہ کا نام غزوہ سیف البحری لکھا ہے۔

اٹھاتے تھے بعض مرتبہ جہاد میں بسبب قلت توشے کے یہاں تک نوبت پہنچی کہ درختوں کے پتے جھاڑ جھاڑ کے کھائے۔ وہ غزوہ ذات الخبط کہلاتا ہے۔ خبط کہتے ہیں پتے جھاڑنے کو۔ اُس لشکر کے حضرت ابو عبیدہ سردار تھے۔ توشہ اس میں نہ رہا۔ سمندر کے کنارے پر لشکر چلا جاتا تھا۔ سمندر نے ایک بہت بڑی مچھلی کہ عنبر اس کا نام ہے کنارے پر لشکر کی طرف پھینک دی۔ اتنی بڑی مچھلی تھی کہ آدھے مہینے تک سارے لشکر کا قوت (رزق) اس سے رہا۔ لشکر میں تین سو آدمی تھے اس مچھلی کی پسلی کی ایک ہڈی حضرت ابو عبیدہ نے کھڑی کروائی تو بہت اونچا شتر اُس کے نیچے سے نکل گیا۔ اس کی آنکھ کے حلقہ میں منوں آٹا خمیر کیا کرتے تھے۔ صحابہ نے بعد معاودت (واپسی) کے مدینہ میں آپ سے اُس مچھلی کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے جو رزق تمہیں دیا ہے کھاؤ اور اگر کچھ اُس میں سے باقی ہو تو مجھے بھی دو میں بھی کھاؤں۔ چنانچہ کچھ گوشت اس مچھلی کا حضور اقدس میں بھیجا اور آپ نے تناول فرمایا۔

فصل بائیسویں غزوۂ موتہ کے بیان میں

ایک قاصد کو آپ کے راہ میں شہر موتہ کے حاکم شرحبیل[1] نے قتل کیا وہ قاصد حارث بن عمر ازدی تھا۔ نامہ آپ کا حاکم بصریٰ کو لیے جاتا تھا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قاتل پر لشکر بھیجا۔ تین ہزار آدمی اور زید بن حارثہ کو امیر کیا اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جاویں تو حضرت جعفر بن ابی طالب کو اور جو وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ کو امیر کیجیو اور جو وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان ایک کو مسلمانوں میں سے امیر کرلیں۔ ایک یہودی نے یہ سُن کر کہا کہ انبیائے بنی اسرائیل میں سے کوئی اس طرح نام لیتا تھا تو وہ سب شہید ہوتے تھے۔

[1] شرحبیل بضم شین معجمہ و فتح رائے مہملہ و سکون حائے مہملہ و کسر بائے موحدہ یائے مثناۃ تحتانیہ و لام نام مردے۔

سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں بھی ویسا ہی ہوا۔ جب لشکر وہاں پہنچا، دشمن نے بہت بڑا لشکر جمع کر لیا۔ لاکھ آدمی سے زیادہ اُس کے پاس ہو گئے۔ مسلمانوں کو تردد ہوا اور پہلے مشورہ یہ ہوا کہ لڑائی میں توقف کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطے بھیجنے مدد کے لکھیں پھر یہ بات قرار پائی کہ ہمارا لڑائی میں کچھ نقصان نہیں اگر مارے گئے تو شہید ہوں گے اور اگر فتح ہوگی تو عین مراد ہے۔ اور کفار کے مقابل ہوئے اور لڑائی سخت کی اور داد مردانگی و شجاعت کی دی۔ پہلے حضرت زید بن حارثہ نشان لے کے بڑھے اور شہید ہوئے۔ پھر حضرت جعفر نے علم لیا اور داہنے ہاتھ میں ان کے علم تھا وہ کٹ گیا۔ تب انہوں نے علم اسلام بائیں ہاتھ میں تھاما۔ وہ بھی کٹ گیا تب انہوں نے علم کندھوں اور بازوؤں کے زور سے تھاما۔ آخر کار شہید ہوئے۔ اور علم حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لیا، وہ بھی شہید ہوئے تب مسلمانوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر کیا اور اُن کی حسنِ تدبیر اور شجاعت سے لڑائی میں فتح ہوئی۔ ف صحیح بخاری میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بوقت وقوع لڑائی کے حال بیان کر دیا تھا کہ زید نے نشان لیا اور شہید ہوئے پھر جعفر نے نشان لیا اور شہید ہوئے۔ پھر عبداللہ بن رواحہ نے نشان لیا اور شہید ہوئے، پھر ایک خدا کی تلوار نے نشان لیا اور فتح ہوئی۔ آپ یہ فرماتے جاتے تھے اور آنسو آنکھوں سے جاری تھے۔ فقط اللہ جل جلالہ نے حجاب دُور کر دیا تھا کہ مدینے میں بیٹھے ہوئے آپ نے سو کوس سے زیادہ دُور کا حال دیکھ کے بیان فرمایا ف پہلی امارت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس لڑائی میں ملی اور تب ہی سے خطاب سیف اللہ کا ملا اور حضرت جعفر کے حق میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں دو پر ملے ہیں۔ فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں لقب ان کا جعفر طیار اسی سبب سے ہوا ہے۔ خدائے تعالیٰ کی راہ میں دونوں ہاتھ کٹے تھے اس کے بدلے میں انہیں پر ملے۔ آپ عبداللہ ابن جعفر کو پکارتے تھے یا ابن ذوالجناحین" اے بیٹے دو پر والے

کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن حضرت جعفر کے گھر کھانا بھیجا اور فرمایا کہ جعفر کے گھر کے آدمیوں کو سبب غم کے کھانا پکانے کا اتفاق نہ ہوا ہو گا۔ ان کے گھر کھانا بھیج دو اور تین دن تک ان کی تعزیت کے لیے مسجد میں بیٹھے۔

فصل تیئیسویں غزوہ فتح مکّہ کے بیان میں

جب اللہ جل جلالہ کو منظور ہوا کہ مکہ فتح ہو کر شوکت عظیمہ اسلام کی ظاہر ہو اور کفر ذلیل ہو کر جزیرہ عرب سے نیست و نابود ہو جاوے سامان اس کا یہ ہوا کہ خزاعہ کہ عہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صلح حدیبیہ میں ہو گئے تھے اور بنی بکر کہ عہد میں قریش کے ہو گئے تھے آپس میں لڑے اور زیادتی بنی بکر کی تھی کہ شب خون خزاعہ پر مارا اور بیس آدمی ان میں سے مارے گئے اور قریش نے اُن کی خفیہ مدد کی بلکہ عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ بعضے سردار خود بھی منہ چھپا کر مدد کو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسی وقت باعلام الٰہی خبر ہوئی بلکہ خزاعہ کے رجز[1] کہنے والے نے اُسی وقت رات میں آپ کو پکارا اور آپ سے استغاثہ کیا اور مدد چاہی۔ آپ کو خدائے تعالیٰ نے اس کی آواز پہنچائی۔ آپ نے اس کا جواب دیا لبیک لبیک اور اُس وقت آپ زنانے میں وضو کرتے تھے۔ حضرت میمونہ نے جن کے حجرے میں آپ تھے لبیک آپ کا سن کر پوچھا کہ کس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ راجز خزاعہ کا مجھے پکارتا ہے اور مجھ سے فریاد کرتا ہے کہ قریش نے بنو بکر کی مدد کی وہ ہم پر شب خون لائے اور آپ نے صبح کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رات خزاعہ میں ایک بات ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کا

[1] رجز بفتح را مہملہ وجیم وزائے معجمہ وہ اشعار جو لڑائی کے وقت پڑھتے ہیں۔ ۱۲ منہ

ن ہے کہ قریش عہد شکنی پر جرأت کریں گے حالانکہ تلوار نے انہیں فنا کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے عہد توڑا اس لیے کہ خدائے تعالیٰ کا ان میں ایک حکم ظاہر ہو۔ پھر تین دن کے بعد عمرو بن سالم خزاعی نے حضور اقدس میں پہنچ کر روبرو اصحاب کے سب حال نظم میں عرض کیا۔

حال بعد وقوع اس قصہ کے قریش کو ڈر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہو گی تو بیشک فوج کشی کریں گے۔ اور ابوسفیان کو حضور اقدس میں بھیجا کہ حال دریافت کر آوے اور مدت صلح کی اور کچھ زیادہ کر لاوے۔ ابوسفیان مدینہ کو گیا اُمِ حبیبہ بیٹی ابوسفیان کی ازواج مطہرات میں تھیں پہلے ان کے پاس گیا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بچھونے پر بیٹھنا چاہا۔ ام حبیبہ نے بچھونا لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ مجھے بچھونے پر بیٹھنے نہیں دیتی ہو۔ ام حبیبہ نے کہا کہ تم مشرک ہو نجاست شرک سے بھرے ہوئے ہو۔ یہ بوریا جناب سیدالطاہرین کے بیٹھنے کا ہے اس لیے لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ مجھ سے الگ ہونے کے بعد تیری خو بدل گئی ہے۔ ام حبیبہ نے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت کی ہے اور اے باپ تو سردار قوم کا ہے اور عقل کا دعویٰ کرتا ہے اور مسلمان نہیں ہو جاتا ہے اور پتھروں کو پوجتا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ تعجب ہے کہ تو نے میری بے حرمتی کی اور مجھے کہتی ہے کہ باپ دادے کا دین چھوڑ دوں اور ناخوش ہو کے وہاں سے اٹھ آیا اور حضور اقدس میں جا کر تجدید عہد کے لیے گفتگو کی آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ بعد ازیں حضرت ابوبکر سے جا کر اپنا مطلب کہا۔ حضرت ابوبکر نے عذر کیا اور کہا کہ میں اس باب میں گفتگو نہیں کر سکتا اور حضرت عمر نے اور حضرت فاطمہ نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔ مگر حضرت علی کے مزاج میں ظرافت تھی جب ابوسفیان نے بہت مبالغہ کیا کہ کچھ تدبیر بتاؤ، حضرت علی نے کہا کہ تم مسجد شریف میں آپ کے سامنے کھڑے ہو کے پکار کے کہہ دو کہ میں نے قریش کو امان دی، محمد صلے اللہ علیہ وسلم میری

امان نہ توڑیں گے۔ تم بڑے آدمی سردار قریش کے ہو اس طرح کہہ دو۔ ابوسفیان نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو مفید ہوگا۔ حضرت علی نے کہا یہ میں نہیں جانتا جو بات میرے خیال میں آئی سو میں نے کہہ دی۔ ابوسفیان نے ویسا ہی کیا اور مسجد شریف میں جا کر اس طرح کہہ دیا بعد ازاں مکہ کو روانہ ہوا۔ وہاں پہنچنے کے بعد قریش سے سب حال بیان کیا سبھوں نے بہت نفرین کی اور کہا کہ نہ تو خبر صلح کی لایا کہ اطمینان ہوتا اور نہ خبر لڑائی کی لایا کہ تیاری کرتے اور حضرت علی نے تجھ سے ٹھٹھا کیا تھا اور تو نہ سمجھا ویسا ہی کر گزرا۔ ہند زوجہ ابوسفیان نے کہ بہت زبان دراز تھی بہت لعنت اور ملامت ابوسفیان کو کی۔

حال قصہ خط حاطب بن ابی بلتعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تیاری لشکر کشی کی مکہ پر فرمائی اور خبریں بند کر دیں کہ قریش کو آپ کے عزم کی خبر نہ ہو۔ اچانک اُن کے سر پر جا پہنچیں۔ حاطب[1] بن ابی بلتعہ نے ایک خط قریش کو لکھا اور آپ کے عزم کا حال اس میں تحریر کیا اور ایک عورت کو دیا کہ چپکے سے لے کے مکے کو روانہ ہوے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حال سے آپ کو مطلع فرمایا۔ آپ نے حضرت علی اور زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہم کو بلا کے فرمایا کہ جھپٹ کے جاؤ، مکہ کی راہ پر روضہ خاخ تک جاؤ وہاں ایک عورت مع خط کے جاتی ہے اُسے لے آؤ۔ یہ تینوں صاحب گھوڑے دوڑاتے روضہ خاخ تک کہ ایک جگہ مکہ کی راہ میں ہے پہنچے۔ وہاں ایک عورت ملی، تلاشی میں اُس کے پاس کوئی خط نہ نکلا۔ حضرت علی نے تلوار نکال کر اس عورت کو دھمکایا اور کہا پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے جھوٹ خبر تو نہیں دی ہے۔ خط تیرے پاس بے شک ہے اگر تو مجھے نہ دے گی تو میں تجھے ننگا کروں گا۔ تب اس نے سر کے بالوں

[1] حاطب بحائے حطائے مہملہ وبائے موحدہ بروزن فاعل بن ابی بلتعہ بفتح بائے موحدہ و سکون لام وفتح تائے مثناۃ فوقیہ وعین مہملہ وہائے ہوز نام صحابی است۔ ۱۲ منہ رح

کے جوڑے میں سے خط نکال کے دیا۔ حضور اقدس میں لے آئے۔ اُس خط میں لکھا تھا بنام سرداران قریش کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع لشکر جرار تم پر آتے ہیں اور اگر وہ تنہا بھی تم پر قصد کریں تو خدائے تعالےٰ اُن کو تم پر غالب کرے گا تم اپنی فکر کرو۔ آپ نے حاطب کو بُلا کر حال پوچھا۔ انہوں نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے یہ کام براہِ ارتداد نہیں کیا بلکہ وجہ اس کی یہ ہے کہ اور سب مہاجرین کی مکہ میں ایسی قرابت ہے جس کی جہت (وجہ) سے قریش اُن کے وہاں کے اقارب اور عیال واطفال کی محافظت کریں گے اور یہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو فتح دے گا۔ میرے اس لکھنے سے کچھ ضرر نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا سچ کہتا ہے۔ حضرت عمر نے کہا اگر اجازت ہو تو اس منافق کی گردن ماروں۔ آپ نے فرمایا کہ اے عمر یہ اہل بدر[1] سے ہے اور تم نہیں جانتے ہو اے عمر! کہ اللہ تعالےٰ نے ایک توجہ خاص کی اہل بدر پر اور انہیں کہا اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ یعنی جو تمہارے جی میں آوے کرو میں نے تمہیں بخش دیا یہ سن کر حضرت عمر پر رقت طاری ہوئی رونے لگے اور کہا کہ خدا اور خدا کا رسول خوب جانتا ہے اور آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو رخصت کر دیا کچھ سزا نہ دی۔

حال آپ نے مع لشکر مہاجرین وانصار و دیگر قبائل عرب کے کوچ فرمایا بارہ ہزار آدمی لشکر ظفر پیکر میں تھے اور کوچ بکوچ روانہ ہوئے۔ راہ میں حضرت عباس ملے کہ ہجرت کیے ہوئے آتے تھے۔ جناب رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عباس کی ہجرت آخری ہے جیسے میری نبوت آخری ہے اور حضرت عباس سے آپ نے فرمایا کہ اسباب مدینہ کو بھیج دو اور تم ساتھ چلو۔ جب قریب مکے کے پہنچے منزل مَرّ الظہران[2] میں آپ نے ارشاد کیا رات میں کہ ہر آدمی اپنے خیمے کے آگے آگ روشن کرے۔ عرب کا دستور تھا کہ لشکروں میں آگ روشن کیا کرتے

---

[1] کذا فی البخاری باب فضل من شہد بدر۔ ۱۲ منہ

[2] مرالظہران بفتح میم و رای مہملہ مشددہ و بفتح ظای معجمہ و سکون ہا و را مہملہ والف و نون ایک جگہ کا نام ہے قریب مکہ کے ۱۲ منہ۔

تھے موافق اس کے آپ نے یہ حکم دیا۔ حضرت عباس نے خیال کیا کہ اگر یہ لشکر مکے میں پہنچ گیا سب قریش تباہ ہو جائیں گے۔ لشکر سے نکل کر جب مکہ روانہ ہوئے کہ کوئی اگر مل جاوے تو زبانی اُس کی قریش کو کہلا بھیجیں کہ اپنے بچاؤ کے واسطے کچھ صورت کرلیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحیم ہیں اگر تضرع و نیاز مندی پیش آ وے گے آپ رحم فرمادیں گے۔ اُدھر سے ابوسفیان اور حکیم بن حزام[1] اور بدیل بن ورقاء[2] اس طرف کو آتے تھے مکے کے لوگوں نے خبر دریافت کرنے کو بھیجا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لشکر کشی کا اُنھیں خوف تھا مگر کچھ حال معلوم نہ تھا۔ جب پشتۂ مرالظہران پر چڑھے آگ کی روشنی دیکھ کے متحیر ہوئے آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ بدیل نے کہا کہ قبیلہ خزاعہ کی آگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا اُن کی جماعت اتنی نہیں ہے کہ اتنی آگ اُن کے لشکر کی ہو۔ حضرت عباس وہاں پہنچے اور اُن کی باتیں سنیں اور ابوسفیان کی آواز پہچان کر اس کو پکارا اور اس نے اُن کو پہچانا اور حال پوچھا۔ حضرت عباس نے حال کہا بلکہ اُسے اپنے ساتھ لشکر میں لے گئے۔ ابوسفیان کو حضرت عمر نے دیکھ لیا چاہا کہ اُسے قتل کریں۔ حضرت عباس نے کہا کہ میں نے امان دی ہے۔ حضرت عمر جھپٹے کہ حضور اقدس سے اجازت قتل ابوسفیان کی لے لیں۔ حضرت عباس ابوسفیان کو لے کے پہلے پہنچے۔ حضرت عمر نے حضور میں پہنچ کر عرض کیا کہ یہ دشمن خدا ابوسفیان بے ایمان اور بے امان آیا ہے۔ حکم ہو تو اس کی گردن ماروں۔ حضرت عباس نے کہا کہ میں نے امان دی ہے۔ حضرت عباس اور حضرت عمر میں اس باب میں گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے دونوں کو روک دیا اور حضرت عباس کو کہا کہ ابوسفیان کو لے کے اپنے خیمے میں رکھو صبح لے آئیو۔ صبح کو حضرت عباس ابوسفیان کو حضور اقدس میں لے کے گئے۔ آپ باخلاق پیش آئے اور فرمایا کہ افسوس ابوسفیان اب تک تو نہیں اعتقاد کرتا کہ سوائے خدا کے اور کوئی

---

[1] حکیم بروزن فعیل بن حزام بکسر حا و زای معجمہ و بدیل بضم بای موحدہ و تحتیہ و دال مہملہ بصیغۂ تصغیر بن ورقاء بفتح واؤ سکون را و قاف بروزن حمرا یہ دونوں صحابی بعد اس قصہ کے مسلمان ہو گئے۔

لائق پرستش کے نہیں۔ ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ بڑے رحیم اور کریم ہیں۔ باوصف میری ایسی عداوت کے ایسی مہربانی فرماتے ہیں واقعی سوائے خدا کے اور کوئی نہیں نہیں تو ہماری مدد کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو میری تصدیق کرے پیغمبری کی۔ ابوسفیان نے تامل کیا۔ حضرت عباس نے کہا کہ اب تامل کا وقت نہیں ایمان لاؤ نہیں تو عمر آکے ابھی تمہارا سر کاٹ لے گا۔ ابوسفیان نے کہا:

اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ	"میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔"

بعدازیں آپ سے ابوسفیان رخصت ہو کے روانہ ہوئے۔ حضرت عباس نے عرض کیا مجھے خوف ہے کہیں ابوسفیان مکے میں جا کے مرتد نہ ہو جاوے آپ اُسے جانے نہ دیجئے اور سب لشکر اس کو دکھلایا جاوے کہ ہیبت اسلام کی اس کے دل میں سما جاوے۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے، ابوسفیان کو ٹھہرالو اور سارے لشکر کو اُسے دکھاؤ۔ حضرت عباس نے ابوسفیان کو پیچھے اس کے جا کر بلا لیا اور اُسے لے کے ایسی جگہ جا بیٹھے جہاں سب لشکر کا مرور ہوا۔ ابوسفیان کے سامنے رسالے سواروں کے اور غول پیدلوں کے الگ الگ ساتھ اپنے اپنے امیروں کو نکلنے لگے۔ ابوسفیان کی آنکھیں کھل گئیں۔ حضرت عباس سے کہنے لگے کہ تمہارے بھتیجے بڑے بادشاہ ہو گئے۔ حضرت عباس نے کہا کہ پیغمبری ہے یا بادشاہی۔ غرضیکہ ابوسفیان نے سب لشکر دیکھا۔ حضرت عباس نے بوقت اسلام ابوسفیان کے حضور اقدس میں عرض کیا تھا کہ ابوسفیان اپنی نمود اور ظہور سرداری کو بہت دوست رکھتا ہے کچھ اس کے لیے ایسی بات ارشاد ہو جاوے جس میں اس کا فخر ہو۔ آپ نے فرمایا مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَھُوَ اٰمِنٌ یعنی جو داخل ہوا ابوسفیان کے گھر اُسے امان ہے۔ اور آپ نے فرمایا جو مسجد

امان ہے جو ہتھیار ڈال دے اُسے امان ہے اور جو دروازہ اپنا بند کر لے اُسے امان ہے۔ بعدازیں موکب ہمایوں داخل مکہ ہوا اور فرمایا کہ جب تک کوئی لڑائی تم سے نہ کرے قتال نہ کرو۔ ایک جانب سے عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن اُمیہ کچھ جماعت لے کر مقابل ہوئے۔ اس جانب لشکر حضرت خالد بن ولید کا تھا انہوں نے اُن سے قتال کیا لڑائی سخت ہوئی۔ مسلمانوں نے مارتے مارتے قریب دروازہ مسجد حرام تک کافروں کو پہنچایا۔ چوبیس آدمی کافروں میں سے بنی بکر کے اور چار ہذیل کے مارے گئے اور دو مسلمان شہید ہوئے۔

حال ایک مسلمان عکرمہ کے ہاتھ سے شہید ہوا آپ نے یہ خبر سن کر تبسم فرمایا۔ اصحاب کو تعجب ہوا آپ نے وجہ تبسم یہ ارشاد فرمائی کہ قاتل اور مقتول کو دیکھا ساتھ بہشت میں چلے جاتے ہیں اس سے سامعین کا تعجب اور زیادہ ہوا۔ اس واسطے کہ عکرمہ کافر تھا اور کافر کا بہشت میں جانا محال اور عکرمہ کا مسلمان ہو جانا بہت دشوار جانتے تھے مگر آپ کی پیشین گوئی کے مطابق واقع ہوا۔ عکرمہ بعدازیں مسلمان ہو گیا چنانچہ اس کا ذکر مشرح آوے گا۔

حال ابن عباس سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے حضور اقدس میں استغاثہ ہوا کہ خالد اہل مکہ کو قتل کیے ڈالتے ہیں۔ آپ نے ایک آدمی بھیجا کہ خالد سے کہہ دے اِرْفَعْ عَنْھُمُ السَّیْفَ یعنی تلوار قریش سے اٹھالو، اس نے جا کے کہا ضَعْ فِیْھِمُ السَّیْفَ یعنی تلوار قریش میں رکھو۔ خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھی قتل میں گرمی کی یہاں تک کہ ستر آدمی کافر قتل ہوئے آپ نے خالد پر عتاب کیا اور سبب نہ ماننے حکم کا پوچھا۔ خالد نے عرض کیا کہ مجھے حکم ممانعت کا نہیں پہنچا بلکہ حکم قتل کا پہنچا تھا۔ آپ نے اُس شخص حکم لے جانے والے سے پوچھا اس نے کہا کہ راہ میں ایک شخص مہیب سر آسمان پر اور پاؤں زمین میں مجھے ملا اور اس کے ہاتھ میں ایک حربہ تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تو یوں کہہ دے ضَعْ فِیْھِمُ السَّیْفَ یعنی قریش پر شمشیر زنی کرو نہیں تو میں تجھے

اس حربہ سے قتل کروں گا۔ مجھ پر ایسا رعب غالب ہوا کہ سوا اس بات کے کچھ نہ کہہ سکا معلوم ہوا کہ وہ شخص مہیب فرشتہ تھا اور منظور ایزدی یہ تھا کہ ستر آدمی مقتولان اُحد کے برابر قتل ہو جاویں اس لیے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بروز اُحد کے جب کہ حضرت حمزہ چچا آپ کے شہید ہوئے تھے کہا تھا کہ میں اگر قریش پر قابو پاؤں گا ستر آدمی ان میں سے قتل کروں گا۔ سو خدائے تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچا کر دیا۔ یہ قصہ روضۃ الاحباب اور معارج النبوۃ میں ہے۔

حال بوقت داخل ہونے مکے کے آپ نے بنظر تواضع بجناب ایزدی سر مبارک بہت جھکا دیا یہاں تک کہ کجاوے سے ریش مبارک لگ گئی یہ خیال کر کے کہ مکہ سے کس طرح نکلنے کا اتفاق ہوا تھا اور کس عظمت اور شوکت سے رب العزت نے داخل کیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پالان ہی پر سجدہ کیا۔

حال مکہ میں پہنچ کے ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر میں جا کے غسل آپ نے فرمایا اور آٹھ رکعتیں چاشت کی نماز پڑھیں۔ اُم ہانی نے عرض کیا کہ میرا بھائی علی فلانے کو قتل کیا چاہتا ہے اور میں نے اُسے امان دی ہے وہ حضرت ام ہانی کے شوہر کے اقارب میں سے تھا آپ نے فرمایا جسے تم نے امان دی اُسے میں نے امان دی۔

حال بڑے بڑے سردار قریش کے شہر چھوڑ کے بھاگ گئے اور جو حاضر ہوئے اُن کا قصور معاف ہوا اور آپ نے جان بخشی کی اُن سے آپ نے پوچھا کہ تمہارا مجھ سے کیا گمان ہے میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ برادر کریم ہیں ہمارے مالک ہوتے ہیں ہم پر رحم فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا تمہارے حق میں میں وہ کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (پ ۱۳ : ع ۴)	یعنی تم پر آج کچھ ملامت نہیں بخشے تمہیں اللہ تعالےٰ اور وہ زیادہ رحم کرنے والا ہے سب رحم کرنے والوں سے۔

حال گرد خانہ کعبہ کے مشرکین نے تین سو ساٹھ بت رکھے تھے اور پاؤں اُن کے شیشے سے جما دیئے تھے: آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت وہاں تشریف لے گئے ایک لکڑی آپ کے ہاتھ میں تھی آپ یہ آیت پڑھتے تھے:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ه (پ ۱۵ : ع ۹)	یعنی آیا حق اور مٹا باطل بے شک باطل مٹنے والا تھا۔

اور لکڑی سے آپ بتوں کی طرف اشارہ فرماتے تھے سو جس کے منہ کی طرف اشارہ فرماتے تھے وہ بُت چت گر پڑتا تھا اور جس کی پشت کی طرف آپ اشارہ فرماتے تھے وہ اوندھا گر پڑتا تھا اسی طرح سب بُت اکھڑ اکھڑ کر گر پڑے اور تصویریں جو دیوار کعبہ پر کھینچی تھیں اُن کو آپ نے چاہِ زمزم سے پانی منگوا کے دھلوا ڈالا۔ ان میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی جو تصویریں تھیں ان کے ہاتھوں میں تیر قمار کے بنا دیئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مشرکین خوب جانتے ہیں کہ ان دونوں پیغمبروں نے کبھی یہ کام نہیں کیا۔ براہ شرارت اُن کے ہاتھوں میں تیر قمار کی صورت بنا دی تھی۔ **ف** یہ جو مشہور ہے کہ اونچے بتوں کے اتارنے کے لیے حضرت علی کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دوش مبارک پر چڑھایا۔ حضرت علی نے عرض کیا کہ آپ میرے کاندھوں پر سوار ہوں۔ فرمایا کہ تم بار نبوت نہ اٹھا سکو گے اور میں بار ولایت اٹھا لوں گا۔ سو مولانا شاہ محمد عبد العزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں

لے شیعہ اس قصہ سے حضرت علی کی بڑی فضیلت پر استدلال کرتے ہیں اور سر مخفی کہتے ہیں حالانکہ بالکل وجہ جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی یعنی تم بار نبوت نہ اٹھا سکو گے اس سے سر مخفی جو شیعہ نے اپنے دل میں کہا ہے یعنی شائبہ الوہیت کا باطل ہوتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق شب ہجرت میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے غار ثور تک لے گئے۔ پس افضلیت حضرت صدیق اکبر کی ثابت ہوئی کہ جو حضرت علی نہ اٹھا سکے وہ اٹھا سکے۔

لکھا ہے کہ جب بت اشارے سے گر پڑے تو اس بات کی کیا حاجت تھی اور یہ شاید یہ امر کعبہ کے اندر بتوں میں واقع ہوا ہو

حال جن کا خون ہدر کیا گیا گیارہ مرد اور چھ عورتوں کا خون آپ نے ہدر فرمایا تھا یعنی جہاں پاؤ مار ڈالو۔ مرد تو یہ ہیں عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور وحشی قاتل حمزہ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، کعب بن زہیر اور ہبار[1] بن اسود اور عبداللہ بن زبعری[2] و عبدالعزیٰ بن خطل[3] اور مقیس[4] بن صبابہ اور حارث بن طُلَیطِلہ[5] (بصیغہ تصغیر) اور حویرث بن نقید، یہ چار پچھلے قتل ہوئے باقی سب اسلام لائے اور محفوظ رہے اور عورتیں ایک ہند تھی زوجہ ابوسفیان اور قرتنا[6] اور قریبہ اور زینب اور سارہ اور ام سعدیہ چاروں پچھلی قتل ہوئیں۔

حال عبدالعزیٰ بن خطل آکر کعبہ کے پردوں سے لپٹ گیا۔ لوگوں نے حضور اقدس میں یہ حال عرض کیا۔ آپ نے فرمایا وہیں مار ڈالو۔ چنانچہ قتل کر ڈالا۔ اللہ جل جلالہ نے اُس دن حرم میں اجازت قتل کی آپ کو دی تھی لہٰذا آپ نے وہیں قتل کرنے کا حکم دیا اور پہلے مدینہ میں آکر مسلمان ہو گیا تھا، آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا پہلے عبدالعزیٰ تھا۔ آپ نے ایک قبیلہ کی زکوٰۃ لینے کو اس کو بھیجا تھا اُس سفر میں اُس نے اپنے خدمت گار کو کھانا پکانے میں اس نے دیر کی تھی مار ڈالا پھر اس ڈر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قصاص میں اُسے قتل کریں گے مدینہ نہ گیا اور زکوٰۃ کا مال لے کے مرتد ہو کے مکے کو چلا گیا۔ سو آپ نے اس کا خون ہدر کیا تھا کہ مارا گیا۔

---

[1] بفتح ہائے مہملہ و تشدید بائے موحدہ والف و رائے مہملہ [2] زبعری بکسر زای معجمہ و فتح بائے موحدہ و سکون عین مہملہ و رائے مہملہ در آخر الف مقصورہ کذا فی القاموس [3] خطل بخائے معجمہ و طائے مہملہ کذا فی القاموس [4] مقیس بکسر میم و سکون سین مہملہ بن صبابہ بضم صاد مہملہ دو بائے موحدہ کہ درمیان ہر الف است و در آخر ہا کذا فی القاموس [5] بضم طائے مہملہ اولیٰ و کسر ثانیہ

[6] قرتنا بفتح قاف و سکون رائے مہملہ و فتح تائے مثناۃ فوقانیہ اور قریبہ بقاف و بالصیغہ تصغیر کہ دونوں لونڈیاں ابن خطل کی تھیں کذا فی المعارف۔

حال مقیس بن صبابہ کا یہ جرم یہ تھا کہ اس کے بھائی ہشام کو ایک انصاری نے مشرک جان کے قتل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت دلوا دی۔ مقیس نے بعد لینے دیت کے انصاری کو قتل کیا اور مرتد ہو کے بھاگ گیا، روز فتح ایک گوشے میں اور مشرکوں کے ساتھ شراب پی رہا تھا۔ نمیلہ[1] بن عبداللہ لیثی کو خبر ہوئی انہوں نے اُسے قتل کیا۔

حال حویرث[2] بن نقید کو بھی حضرت علی نے قتل کیا گھر میں بیٹھ رہا تھا حضرت علی اس کے دروازے پر اُس کی تلاش کے لیے گئے۔ گھر میں سے کہا کہ جنگل کو گیا ہے۔ حضرت علی وہاں سے چلے آئے تب وہ گھر سے نکلا۔ حضرت علی کو مل گیا انہوں نے قتل کیا اور وہ شاعر تھا ہجو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا کرتا تھا اس لیے خون اس کا ہدر ہوا تھا۔

حال عکرمہ[3] بن ابی جہل کا یہ حال ہوا کہ وہ مکہ سے بھاگ گیا۔ ام جمیل اس کی جورو مسلمان ہو گئی اور اُس نے حضور اقدس میں عرض کیا کہ عکرمہ کو امان ملے۔ آپ نے عکرمہ کو امان دی اور ام جمیل نے جا کر عکرمہ سے کہ وہ جہاز پر چڑھ کر ارادہ بھاگ جانے کا رکھتا تھا حال بیان کیا اس نے کمال تعجب کیا باوصف اپنی ایسی عداوت کے امان کو محال سمجھتا تھا اس نے کہا کہ میں ایسی ایذائیں آپ کو دیتا رہا اس پر بھی مجھے امان دی۔ ام جمیل نے کہا کہ آپ ایسے کریم اور رحیم ہیں کہ تعریف آپ کی نہیں ہو سکتی۔ عکرمہ ام جمیل کے ساتھ ہو گیا راہ میں عکرمہ نے ام جمیل سے ارادہ مباشرت کا کیا۔ ام جمیل نے نہ مانا اور کہا کہ تو مشرک ہے جب تک مسلمان نہ ہو تجھ سے صحبت حلال نہیں۔ عکرمہ نے حضور میں آکر براہ تعجب عرض کیا کہ یہ عورت کہتی ہے کہ آپ

---

[1] نمیلہ بضم نون بصیغہ تصغیر صحابی کذا فی القاموس [2] حویرث بحائے حطی بلفظ تصغیر بن نقید حارث بہ نون قاف و نیز بلفظ تصغیر مدارج النبوۃ [3] عکرمہ بکسر عین مہملہ و سکون کاف و کسر رائے مہملہ کذا فی القاموس۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

نے مجھے امان دی ہے۔ آپ نے فرمایا سچ کہتی ہے میں نے تجھے امان دی ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ اتنا حلم سوائے پیغمبر کے کسی سے نہیں ہوسکتا اور اُسی وقت مسلمان ہوگیا۔ پھر حضرت عکرمہ کمال مقبول ہوئے کہ قرآن مجید دیکھ کے اُنہیں حالت وجد ہوتی تھی کہنے لگتے تھے هٰذَا كِتَابُ رَبِّیْ هٰذَا كِتَابُ رَبِّیْ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارہ لشکر اپنی ابتدائی خلافت میں واسطے دفع فتنہ مرتدین اور قتال کفار کے جو مامور کیے تھے اُن میں ایک لشکر کے سردار عکرمہ بھی تھے اور اسی عہد میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔

حال صفوان[1] ابن امیہ کو آپ نے مہلت دی یہاں تک کہ غزوہ حنین واقع ہوا اس لیے کہ آپ نے کچھ زرہیں صفوان سے بطور عاریت لیں اور بعد فتح حنین کے کہ غنیمت بہت اہل اسلام کے ہاتھ آئی تھی اور ایک پہاڑ سارا غنیمت کی بھیڑوں اور بکریوں اور دنبوں سے بھرا ہوا تھا صفوان بن امیہ نے دیکھ کے تعجب کیا اور کہا کیا بہت مواشی۔ آپ نے فرمایا کہ سب کی سب میں نے تمہیں ہبہ کیں اُسی وقت صفوان مسلمان ہوگئے اور کہا کہ اتنی سخاوت سوائے نبی کے دوسرے سے نہیں ہوسکتی۔

حال وحشی ایک بارگی آکے مسلمان ہوگیا اور قصور اس کا معاف ہوگیا اور بعضے مورخین نے لکھا ہے کہ اُس نے مہلت لی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

تو کہہ اے بندو میرے جنہوں نے ظلم کیا ہے اپنی جانوں پر نا اُمید نہ ہو رحمت خدا سے بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہوں کو وہی ہے بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے

(پ ۲۴: ع ۳)

[1] صفوان بفتح صاد مہملہ و سکون فا۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ۱۲

تب وحشی مسلمان ہوا اور حالت اسلام میں اس کے ہاتھ سے یہ بہت اچھا کام ہوا کہ مسیلمۂ کذاب جس نے جھوٹا دعویٰ پیغمبری کا کیا تھا عہد ابوبکر صدیق میں اس کے ہاتھ سے مارا گیا۔

حال عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کا قصور یہ تھا کہ وہ کاتب وحی تھا کبھی آخر آیات میں اس جنس کے کلمہ میں جیسے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ یا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اس نے تغیر و تبدیل کی اور کبھی قبل اس کے کہ آپ ارشاد کریں۔ اس جنس کا کلمہ اس کی زبان پر گزر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہی لکھ تو اس نے لوگوں میں کہنا شروع کیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر نہیں ہوتی میں جو چاہتا ہوں لکھ دیتا ہوں اور مجھ پر بھی وحی آتی ہے اور مرتد ہوکے بھاگ گیا۔ **ف** علمی امور میں تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ شاگرد اور سامعین کے دل پر استاد یا عالم کے افاضے کا اثر اور عکس پڑتا ہے کہ قبل بتانے کے ایک بات جو استاد یا عالم کو بتانی منظور ہوتی ہے شاگرد یا سامع کے دل میں آجاتی ہے سو یہ معاملہ ابن سعد کا کہ بعضے کلمات اُس کی زبان پر جاری ہوگئے اسی طرح کا تھا مگر شیطان نے اُسے گمراہ کیا کہ وہ مرتد ہوگیا اور وہ رضاعی بھائی حضرت عثمان کا تھا حضرت عثمان اُسے اپنے ساتھ حضور اقدس میں لے آئے اور بمبالغہ تمام اس کی سفارش کی قصور اُس کا معاف ہوا اور اسلام اس کا قبول ہوا بعد ازیں جب وہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا مارے شرم زمانۂ ارتداد کے بھاگ جاتا حضرت عثمان نے یہ حال حضور اقدس میں عرض کیا آپ نے فرمایا شرما دے نہیں روبرو آیا کرے۔ حضرت عثمان کے عہد میں افریقہ ان ہی عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کے ہاتھ پر فتح ہوا وہ حاکم مصر تھے اور بعد شہادت حضرت عثمان کے واسطے بچنے کے مسلمان کے خون سے کسی طرف شریک نہ ہوئے۔

حال کعب بن زہیر[1] کا یہ قصور تھا کہ اُس نے ہجو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[1] زہیر بزائے معجمہ و ہا و رائے مہملہ صیغہ تصغیر ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کی تھی بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کے اپنے بھائی کو واسطے دریافت حال کے بھیجا تھا وہ آ کے بسبب سابقہ معرفت کے حضرت ابوبکر صدیق سے ملا اور اُن کی ہدایت سے حضور اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ کعب کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ بغیر میرے مشورے کے کیوں مسلمان ہو گیا اور کچھ اشعار لکھ بھیجے ان میں سے ایک بیت یہ ہے۔ شعر:

سَقَاكَ اَبُوْبَكْرٍ بِكَاْسٍ رَوِيَّةٍ | فَاَنْهَلَكَ الْمَاْمُوْرُ مِنْهَا وَعَلَّكَا

پلایا تجھے ابوبکر نے بڑا پیالہ پھر سیراب کیا تجھے مامور نے اس سے اور مکرر دیا مامور محاورے میں اس شخص کو کہتے ہیں جن سے رابطہ ہو اور جن کا امر اُسے پہنچے۔ یہ کنایہ کیا تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپ نے خون اس کا ہدر فرمایا تھا بعد فتح مکہ ہاتھ نہ آیا۔ جب آپ مدینہ رونق افروز ہوئے بقصد مدینہ روانہ ہوا۔ دن کو چھپ رہتا رات کو چلتا۔ آپ مسجد شریف میں تشریف رکھتے تھے یک بارگی مسجد کے دروازے پر اونٹنی بٹھا کر اُس نے کہا میں کعب بن زہیر ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور حضور میں حاضر ہو کر قصیدہ بانت سعاد جو نعت میں لکھا تھا سنایا۔ آپ خوش ہوئے اور ردائے (چادر) مبارک صلے میں عنایت فرمائی۔ قصیدہ کے اس شعر میں شعر

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَسَيْفٌ يُّسْتَضَاءُ بِهٖ | مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوْفِ الْهِنْدِ مَسْلُوْلُ

آپ نے اصلاح فرمائی لسیف کی جگہ لنور کر دیا اور سیوف الهند کی جگہ سیوف اللہ کر دیا اور آپ نے کعب سے پوچھا کہ یہ شعر تیرا ہی ہے۔ شعر

سَقَاكَ اَبُوْبَكْرٍ بِكَاْسٍ رَوِيَّةٍ | فَاَنْهَلَكَ الْمَاْمُوْرُ مِنْهَا وَعَلَّكَا

اس نے براہ ذہانت دو حرف اس شعر میں ایسے بدل دیئے جس سے یہ شعر ہجو کا نہ رہا بلکہ مدح کا ہو گیا۔ کہا میں نے ردیہ دال سے نہیں کہا ہے بلکہ داؤ سے کہا ہے بمعنی خوش گوار اور مامور نہیں کہا ہے بلکہ مامون کہا ہے یعنی وہ شخص کہ امانتدار

ہیں۔ خدا کی وحی میں آپ کعب کی حاضر جوابی اور جودت ذہن سے بہت راضی ہوئے۔ منقول یہ ہے کہ حضرت معاویہ اپنے ایام خلافت میں دس ہزار دینار کعب کو ردائے مبارک کی قیمت کے دیتے تھے۔ انہوں نے نہ بیچی اور کہا تبرک آنحضرت صلی اللہ وسلم کا میں ہرگز نہ بیچوں گا بعد وفات اُن کی اولاد سے امیر معاویہ نے بیس ہزار دینار کو ردائے مبارک خریدلی۔

حال | ہبار[1] بن اسود کا جرم یہ تھا کہ جب بی بی زینب صاحبزادی کو اُن کے شوہر ابوالعاص نے بموجب وعدہ کے مکہ سے مدینہ کو ہودج میں بٹھا کر ساتھ ابورافع اور مسلمہ بن اسلم کے کہ بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لینے گئے تھے روانہ کیا۔ ہبار نے ساتھ چند اوباش قریش کے راہ میں پہنچ کے ایک نیزہ بی بی زینب کے مارا اور وہ ایک پتھر پر گر پڑیں اور حمل اُن کا ساقط ہوا اور وہ بیمار ہو کے اسی صدمے سے مر گئیں اس لیے آپ نے خون اس کا ہدر کر رکھا تھا۔ ایام فتح میں مکے میں نہ ملا بعد مراجعت حضور اقدس کے مدینہ کو آپ ایک دن اصحاب میں بیٹھے تھے کہ ایک بارگی ہبار نے آ کے چلا کے کہا کہ میں مقر باسلام آیا ہوں اور مسلمان ہو گیا اور آپ نے اُس کا قصور معاف فرمایا۔

حال | ہند عورتوں میں شامل ہو کے آ کے مسلمان ہو گئی اور اس نے عرض کیا کہ میرا یہ حال تھا کہ سب سے زیادہ آپ کو دشمن رکھتی تھی اب سب سے زیادہ آپ کو دوست رکھتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اور بھی محبت زیادہ ہو جائے گی اور ہند نے گھر میں جا کے جتنے بت تھے توڑ ڈالے اور کہا کہ میں تمہارے فریب میں تھی اور حضور اقدس میں دو بکری کے بچے بطور ہدیہ بھیجے اور عذر کہلا بھیجا کہ میرے پاس بکریاں کم ہیں۔ آپ نے اس کی بکریوں کے لیے دعائے برکت کی۔ بکریاں اس کی بہت زیادہ ہو گئیں۔ ہند کہتی تھی کہ یہ برکت جناب

---

[1] ہبار بفتح ہا و تشدید موحدہ در رائے مہملہ در آخر کذا فی مدارج۔ ۱۲ منہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

حال فرتنا[1] اور قریبہ دونوں لونڈیاں ابن خطل کی ارنب مولات یعنی لونڈی آزاد کی ہوئی اس کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھیں۔ اس لیے خون ان کا ہدر ہوا۔ فرتنا بھاگ گئی تھی لوگوں نے اس کے لیے امان آپ سے مانگ لی وہ حاضر ہو کر مسلمان ہو گئی اور قریبہ اور ارنب ماری گئیں اور سارا بنی مطلب کی مولات تھی وہ حضرت علی کے ہاتھ سے قتل ہوئی اور ام سعد کا حال اتنا ہے کہ وہ بھی ماری گئی کچھ حال اس کا کہ کون تھی اور کیا اس کا جرم تھا اور کس نے قتل کیا نہیں لکھا۔ بیان اسلام فرتنا و قریبہ و سارہ و ام سعد

حال ایام رونق افروزی مکہ میں آپ نے ایک دن کعبہ معظمہ کے اندر داخل ہونے کا قصد کیا۔ عثمان بن طلحہ سے کنجی طلب کی وہ لے کے آئے آپ کعبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت عباس نے درخواست کی کہ سقایہ حاجیوں کا مجھ سے متعلق ہے کنجی بھی مجھے عنایت ہو۔ حضرت علی نے بھی درخواست کنجی کی کی خدائے تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: معجزہ ۱۵۰

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا	"خدا تعالےٰ حکم کرتا ہے کہ ادا کرو امانتیں امانت والوں کو"

(پ ۵، ع ۵:۵)

آپ نے کنجی عثمان کو دے دی اور فرمایا کہ لو ہمیشہ کے لیے نہ لے گا کوئی تم میں سے مگر ظالم مطابق اس پیشین گوئی کے کنجی خانہ کعبہ کی خاندان عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ میں اب تک چلی آتی ہے۔ عثمان کے اولاد نہ تھی انہوں نے کنجی اپنے بھائی شیبہ کو بوقت وفات دی شیبہ کی اولاد میں وہ کنجی رہی لہٰذا صاحب مفتاح شیبی کہلاتا ہے اور آپ نے عثمان کو اس وقت وہ قصہ یاد دلایا کہ قبل ہجرت آپ نے ایک مرتبہ عثمان سے کعبہ کے کھولنے کو کہا تھا اس نے نہ مانا تھا آپ نے فرمایا تھا معجزہ ۱۵۱

---

[1] کذا فی المدارج النبوۃ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کہ ایک دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہو گی جسے چاہوں گا دوں گا۔ عثمان نے کہا کہ اس دن قریش بہت ذلیل ہو جائیں گے جو ایسی بات ہو گی۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ قریش کو اس دن بڑی عزت حاصل ہو گی سو مطابق اس پیشینگوئی کے واقع ہوا۔

فصل چوبیسویں[۲۴] غزوہ حنین کے بیان میں

لبعد فتح مکہ کے غزوہ حنین ہوا۔ حنین ایک جگہ کا نام ہے نواح طائف میں آپ وہاں کے کفار پر کہ بقصد جنگ جمع ہو کے نکلے تھے لشکر لے گئے بارہ ہزار آدمی لشکر ہمراہیوں میں تھے۔ جب کفار مجتمع ہو کے سب مواشی و سامان لے کے نکلے تھے کسی نے یہ بات حضرت اعلیٰ میں عرض کی تھی۔ آپ نے فرمایا سب غنیمت ہو گی مسلمانوں کی انشاء اللہ تعالےٰ سو ویسا ہی ہوا سردار کفار کا عوف بن مالک تھا اول جنگ میں مقابلہ ہوتے ہی مسلمان تنگ جگہ میں تھے اور قبیلہ ہوازن کے کفار مقابلین تھے بے طرح تیر برسائے۔ اکثر لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے آپ بغلہ شہبا یعنی دلدل پر سوار تھے اسے آپ نے بڑھایا اور آپ بطور رجز کے یہ فرماتے تھے

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ	اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ
میں نبی ہوں بے شک	بیٹا عبدالمطلب کا ہوں

اور ابوسفیان بن حارث ابن عم آپ کے ساتھ تھے وہ بغلے کی باگ تھامے تھے یکبارگی بڑھ نہ جاوے حضرت عباس عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تھے ان سے آپ نے ارشاد کیا کہ صحابہ کو پکارو۔ انہوں نے مہاجرین انصار سمرہ کر کے پکارا۔ چونکہ بیعت رضوان درخت سمرہ کے تلے ہوئی تھی لہٰذا اصحاب بیعت رضوان والے اصحاب سمرہ کہلاتے ہیں۔ سب لوگ ان کی آواز پر پھرے اور حملہ سخت کیا کہ کافروں نے شکست پائی اور فتح عظیم مسلمانوں کی ہوئی۔ خدائے تعالےٰ

نے فرشتے بھی مسلمانوں کی مدد کو بھیجے تھے اور آپ نے اس غزوہ میں بھی ایک مٹھی خاک اور کنکریوں کی لے کے کافروں کے لشکر کی طرف پھینک ماری تھی اور فرمایا تھا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ یعنی بُرے ہوئے یہ منہ۔ اس خاک کے پہنچتے ہی کافروں پر اور صورت شکست نمودار ہوئی۔ ف۔ بعضے مسلمانوں کے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ ہمیشہ ہماری جماعت قلیل ہوتی تھی اور کفار کی جماعت کثیر پر غالب آتی تھی اب ہماری جماعت کثیر اور کفار قلیل ہیں اور فی الحقیقت کفار کم تھے صرف چار ہزار تھے۔ یہ بات خدائے تعالیٰ کو ناپسند ہوئی اور ابتداء میں جو پاؤں اٹھ گئے تھے اس کی یہ وجہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مدد کی۔ قرآن مجید میں آیہ:

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ (پ: ع ۱۰)	اور مدد کی اللہ تعالیٰ نے تمہاری بروز حنین جب گھمنڈ میں ڈالا تمہیں تمہاری کثرت نے۔

میں ذکر اسی قصہ کا ہے غنیمت بے شمار از قبیل مواشی وغیرہ اہل اسلام کے ہاتھ آئی۔ بھیڑ بکری دنبے سے ایک پہاڑ سارا بھر گیا تھا وہ سب آپ نے صفوان بن اُمیہ کو عنایت فرمایا کہ سبب اُس کے اسلام کا ہوا چنانچہ اوپر ذکر ہوا۔

حال غزوہ اوطاس کا غزوہ اوطاس بھی وہیں واقع ہوا۔ کفار حنین سے بھاگ کے مجتمع ہوئے تھے حملہ لشکر ظفر پیکر سے انہوں نے شکست پائی پھر آپ نے قلعہ طائف کا محاصرہ کیا اُس میں عوف بن مالک ساتھ مشرکان ہوازن اور ثقیف کے تھا اور پہلے سے ایک برس کا سامان اس قلعہ میں رکھ لیا تھا۔ پندرہ روز محاصرہ کیے رہے تھے پھر آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا پیالہ دودھ کا آپ کے سامنے ہے۔ ایک مرغ نے آکے چونچ اس میں ماری اور وہ دودھ گرا دیا۔ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق سے بیان کیا۔ انہوں نے اس کی تعبیر میں یہ عرض کیا کہ یہ قلعہ ابھی فتح نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا درست ہے اور آپ اس قلعہ پر سے اٹھ

آئے بعد ازیں وہ قلعہ خود بخود فتح ہو گیا اور عوف بن مالک آکے مسلمان ہو گیا سارے ہوازن مسلمان ہو گئے اور عوف کو آپ نے امیر کیا اس نے مقابلہ کر کے ثقیف کو بھی مسلمان کیا۔

حال غنائم حنین وغیرہ سے آپ نے نو مسلمانان قریش کو بہت کچھ دیا بعضے نوجوانان انصار کہ حقیقت امر کو نہیں سمجھتے تھے اس باب میں گفتگو کرنے لگے کہ اموال غنائم قریش کو ملتے ہیں اور اب تک ہماری تلواریں قریش کے خون سے ٹپکتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی آپ نے سب انصار کو ایک خیمہ میں جمع کیا اور اُن سے کہا کہ تمہاری یہ باتیں مجھے پہنچی ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ہم میں سمجھ والوں نے تو ایسی بات نہیں کہی نوجوانوں نو عمروں نے البتہ کچھ کچھ کہا ہے۔ آپ نے اپنے احسانات اُن پر شمار کیے کہ میں نے تمہیں ہدایت کی اور شرک سے نکال کر طریق حق پر لایا اور لائق دخول جنت کے کیا اور تمہیں عزت دی اس جنس کے امورات آپ نے شمار کیے انصار نے عرض کیا بجا ہے آپ نے فرمایا کہ تم یہ کہو کہ ہم نے تمہیں اپنے گھر میں جگہ دی اور تمہاری مدد کی اور اس جنس کی باتیں ارشاد کیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ نئے مسلمان ہوئے ہیں۔ مناسب معلوم ہوا کہ ان کی تالیف کی جائے اور صدمے انہیں بہت پہنچے تھے اس لیے میں نے ان کو اموال دیئے اور تم راضی نہیں ہو اس بات سے کہ لوگ اپنے گھر اموال لے کے جاویں اور تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے گھر جاؤ سب انصار نے عرض کیا کہ ہم راضی ہیں بعد ازیں آپ نے عزیمت مدینے کی فرمائی۔

فصل پچیسویں وفود کے بیان میں

عظمت خانہ کعبہ کی عرب کے دل میں بہت تھی اور تھوڑے دن قصہ اصحاب فیل کو گزرے تھے لہٰذا عرب کا یہ اعتقاد تھا کہ اہل باطل کعبہ پر غالب آ دیں گے

بعد فتح مکہ کے سب عرب کو اعتقاد اسلام کا ہوا اور فوج فوج اہل عرب اسلام میں داخل ہوئے اور قریات اور قبائل کے لوگ مسلمان ہوگئے کچھ آدمی حضور اقدس میں واسطے سیکھنے شرائع اسلام کے بھیج دیتے وہ لوگ جو حضور میں حاضر ہوتے تھے وفد کہلاتے تھے۔ وفود وفد کی جمع ہے جس سال میں وفد بکثرت آئے یعنی ۹ھ وہ عام الوفود کہلاتا تھا آپ وفود کی بہت خاطر کرتے اور بتوقیر و تواضع ٹھیراتے اور جائزے یعنی انعام دیتے اور رخصت کرتے۔

حال مسیلمہ کذاب

مسیلمہ کذاب جسنے جھوٹا دعوی پیغمبری کا کیا تھا وہ بھی ساتھ وفود بنی حنیفہ[1] کے مدینہ آیا تھا اس کے ساتھی مسلمان ہوگئے اس نے جہاں ٹھہرا تھا وہیں سے آپ کو کہلا بھیجا کہ بعد اپنے مجھے خلیفہ کر دیں وہاں آپ گئے آپ کے ہاتھ میں ایک شاخ درخت خرما کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ شاخ مجھ سے مانگے گا تو بھی نہ دوں گا اور جو خدائے تعالی نے تیرے لیے مقرر کیا ہے وہ ٹلے گا نہیں اور جو تو میرے بعد رہے گا تو خدائے تعالے تجھے ہلاک کرے گا اور ایک شخص تھا اسود عنسی[2] اس نے دعوی پیغمبری کا کیا تھا۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ کنگن سونے کے آپ کے دونوں ہاتھ میں پڑے ہیں اور آپ کو گراں معلوم ہوئے اور آپ کو الہام ہوا کہ ان پر پھونک مارو آپ نے پھونک ماری وہ دونوں اڑ کے جاتے رہے۔ آپ نے صحابہ سے خواب بیان فرما کر تعبیر یہ فرمائی کہ دونوں کنگن سے مراد یہ دونوں کذاب ہیں۔ یمامہ والا یعنی مسیلمہ اور یمن والا یعنی اسود۔ ان دونوں کو اللہ تعالی برباد کرے گا۔ **ف** وجہ اس تعبیر کی علمائے محققین نے یہ لکھی ہے کہ سونا صورت زینت دنیا کی ہے ان دونوں کی غرض دعوئے نبوت سے حصول دنیا تھی لہذا اس

[1] بنی حنیفہ بفتح حائے مہملہ وبکسر نون و یائے تحتانیہ و فتح فا و در آخر ایک قبیلہ ہے ملک یمامہ میں۔
[2] عنسی نسبت ہے طرف عنس کے اور عنس بفتح عین مہملہ و سکون نون و سین مہملہ در آخر لقب ہے یزید بن مالک ابن عود کا جو باپ ایک قبیلہ کا تھا یمن میں کذا فی القاموس۔ ۱۲ منہ

صورت میں نظر آئے اور آپ کے تصرفات عامہ کو روکنا چاہتے تھے اور ہاتھ آلہ تصرف ہے لہذا بشکل کنگن بھاری کے ہاتھوں میں معلوم ہوئے۔ اور آپ کی پیشین گوئی کے مطابق ہوا۔ اسود آپ کے سامنے ہی مارا گیا۔ یمن کے بعض بلاد میں اس نے دخل کر لیا تھا۔ فیروز ایک صحابی تھے انہوں نے اس کی زوجہ سے کہ مسلمان اور بنت عم فیروز کی تھی اور بجبر اسود کے پاس تھی موافقت کی اور ایک دن اس کے مکان کی پشت سے نقب لگا کے اسے قتل کیا۔ قتل کے وقت اس نے بہت زور سے آواز کی۔ باہر سے دروازے کے پہرہ والوں نے پوچھا کہ کیسی آواز ہے اس کی زوجہ نے کہا کہ تمہارے پیغمبر پر وحی آئی ہے اس کی آواز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز مدینہ میں اسود کے قتل کی خبر دی اور مسیلمہ نے بہت قوت پائی ایک لاکھ آدمی بلکہ زیادہ اس کے ساتھ ہوگئے۔ حضرت ابو بکر صدیق کے عہد میں لشکر خالد بن ولید سے بدست وحشی قتل ہوا۔ ۱۰ھ سنہ

فصل چھبیسویں[26] غزوہ تبوک[1] کے بیان میں

منجملہ غزوات مشہورہ غزوۂ تبوک ہے۔ تبوک ایک جگہ کا نام ہے اطراف شام میں لشکر ہمایوں وہاں جا کے ٹھہرا تھا لہذا یہ غزوہ تبوک کہلاتا ہے اور غزوہ عسرہ بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ تکلیف کے دنوں میں تیاری اس جہاد کی ہوئی تھی سبب اس کا یہ ہوا کہ آپ کو خبر پہنچی کہ ہرقل[2] بادشاہ روم آپ پر لشکر لایا چاہتا ہے آپ کو مناسب معلوم ہوا کہ خود اس پر لشکر لے جاویں۔ قبائل عرب کو کہلا بھیجا۔ بہت آدمی جمع ہوئے۔ تیس ہزار آدمی اس غزوہ میں ہمراہ حضور معلی تھے اور آپ کی عادت تھی کہ عزم جہاد کو چھپایا کرتے تھے مگر اس غزوہ میں باین جہت کہ

[1] تبوک بفتح تائے فوقانیہ و ضم بائے موحدہ ۱۲ منہ [2] ہرقل بکسر ہا و فتح رائے مہملہ و سکون قاف و لام در آخر۔

سفر دور دراز اور موسم گرمی کا تھا لوگ مطلع ہو کے اچھی طرح سامان کریں صاف صاف عزم فرما دیا تھا اور لوگوں کو ترغیب دی کہ سامان اس غزوہ کا ہر شخص بقدر استطاعت حضور میں جمع کرے اور فرمایا جو اس لشکر کا سامان کر دے اُس کے لیے جنت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں بھی جنت حاصل کی اور اتنا بہت مال دیا کہ جناب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہت راضی ہوئے۔ کہتے ہیں کہ تیس ہزار آدمی لشکر میں تھے اس میں سے بیس ہزار کا سامان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کر دیا تھا اور آپ نے فرمایا میں عثمان سے راضی ہوں یا اللہ تو بھی راضی ہو اور بھی فرمایا کہ عثمان کو کوئی عمل بعد آج کے ضرر نہ کرے گا۔

حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیشہ ابو بکر مجھ پر امور خیر میں غالب رہا کرتے تھے۔ زمانہ تجہیز غزوہ تبوک میں مجھے دسترس خوب تھی میں نے سمجھا کہ اس مرتبہ میں غالب ہوں گا اپنے سب مال میں سے آدھا حضور اقدس میں لے گیا۔ آپ نے پوچھا کہ عیال و اطفال کے لیے کیا چھوڑا۔ میں نے کہا، آدھا۔ اتنا ہی ابو بکر صدیق سب مال اپنا لے آئے۔ آپ نے پوچھا کہ لڑکے بالوں کے لیے کیا رکھا ہے۔ انہوں نے کہا خدا اور خدا کا رسول۔ آپ نے فرمایا مَا بَیْنَکُمَا مَا بَیْنَ کَلِمَتَیْکُمَا یعنی فرق تم دونوں کے درجوں میں ایسا ہے جیسا تم دونوں کے کلموں میں یعنی ابو بکر صدیق نے عیال کے لیے خدا اور رسول کو بتایا اور حضرت عمر نے مال کو اور ظاہر ہے کہ دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے ابو بکر سے کہا کہ میں تم پر کبھی غالب نہ ہوں گا۔

حال حضرت علی کو آپ نے مدینے میں ٹھہرنے کو فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ مجھے عورتوں اور لڑکوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم راضی نہیں ہوتے ہو کہ تم میرے لیے مانند ہارون علیہ السلام کے موسیٰ علیہ السلام سے مگر پیغمبر بعد میرے نہیں ہے یعنی جیسے کوہ طور پر جاتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کو بنی اسرائیل پر نائب کیا تھا ایسے ہی میں

اس سفر میں تمہیں نائب کیے جاتا ہوں۔

حال آپ مع لشکر عظیم کہ تیس ہزار آدمی تھے موضع تبوک میں پہنچ کے متوقف ہوئے اور ہرقل نے مارے ڈر کے کہ آپ کو پیغمبر برحق سمجھتا تھا ادھر رُخ نہ کیا۔ آپ نے اطراف و جوانب میں لشکر بھیجے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مع چار سو بیس سواروں کے اوپر اکیدر[1] حاکم دومۃ الجندل[2] کے بھیجا اور فرمایا کہ تم اُسے نیل گائے کے شکار میں پکڑ لو گے سو ایسا ہی ہوا کہ جس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اُس کے قلعہ کے تلے پہنچے وہ قلعہ سے اترا سبب یہ ہوا کہ وہ قلعہ کے اوپر تھا چاندنی رات تھی ایکبارگی ایک نیل گائے نے دیوار قلعہ سے بدن اپنا رگڑنا شروع کیا۔ اُکیدر کو نیل گائے کے شکار کا بہت شوق تھا بقصد شکار نیل گائے کے اترا بھائی بھی اس کا ساتھ تھا وہ مارا گیا اور اُکیدر گرفتار ہو گیا خالد رضی اللہ عنہ اسے حضور اقدس میں لے آئے آپ نے اُسے چھوڑ دیا اور کچھ نذرانہ اس نے مقرر کر دیا اور بعضوں نے لکھا ہے کہ پھر اکیدر مسلمان ہو گیا۔

حال ابوذر[3] غفاری[4] رضی اللہ عنہ پیچھے لشکر سے رہ گئے تھے اُن کا اونٹ تھک گیا تھا پیادہ پا اسباب ضروری کندھے پر لاد کے روانہ ہوئے دُور سے تبوک میں ایک شخص نظر پڑا جب پاس آیا معلوم ہوا کہ ابوذر ہیں۔ آپ نے جب وہ حاضر ہوئے مرحبا کہا اور فرمایا خدا رحمت کرے ابوذر کو کہ اکیلا چلا آتا ہے اور اکیلا ہی زندگی کرے گا اور اکیلا ہی مرے گا سو مطابق اس واقعہ کے ہوا کہ عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ گاؤں ربذہ[5] میں الگ ہو کے جا بسے تھے اور تنہا مرے اور کوفہ سے ایک جماعت مسلمین اتفاقاً وہاں آ گئی اور ان کی تجہیز و تکفین کی۔

---

[1] اُکیدر بدال و رائے مہملتین بصیغہ تصغیر ۱۲ منہ [2] دومۃ الجندل بضم دال مہملہ و سکون واو و فتح میم و جیم و دال مہملہ ثانیہ و لام در آخر نام موضعی کذا فی القاموس ۱۲ منہ [3] ابوذر بفتح ذال معجمہ و رائے مہملہ مشددہ در آخر صحابی جلیل القدر ہیں۔ کذا فی القاموس ۱۲ منہ [4] غفار بکسر غین معجمہ و فتح فا و رائے مہملہ در آخر نام ایک قبیلہ کا ہے۔ [5] ربذہ بفتح رائے مہملہ و بائے موحدہ و ذال معجمہ نام ایک جگہ کا ہے قریب مدینے کے جہاں حضرت ابوذر مدفون ہیں۔ کذا فی

حال | تبوک میں آپ نے دو مہینے اقامت فرمائی پھر صحابہ سے استشارہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ صلاح ہوئی کہ آپ کا رعب اور دبدبہ ہرقل پر ہو گیا اور وہ لڑنے کو مارے ڈر کے نہ آیا اب فی الحال اور بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی رائے ہوئی اور مدینہ کو معاودت (واپسی) فرمائی۔

حال | ابو عامر راہب ایک بڑا مفسد قوم خزرج[1] میں سے تھا اس نے پچھلی کتابیں پڑھی تھیں اور نصرانی ہو گیا تھا۔ پہلے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر اہل مدینہ سے بیان کرتا تھا جب آپ مدینہ میں پہنچے بسبب حسد اور اغوائے شیطان کے مسلمان نہ ہوا اور عداوت میں آپ کی سرگرم رہا۔ بعد غزوۂ بدر کے بھاگ گیا اور قریش کے ساتھ ہو کے جنگ احد میں آیا اور سب سے پہلے تیر مسلمانوں پر اسی نے چلایا پھر روم کو چلا گیا اس لیے کہ لشکر بادشاہ روم کا آپ پر چڑھا لائے یہ صورت نہ بنی اس نے مدینہ میں پھر آنا چاہا اور منافقان مدینہ کو کہلا بھیجا کہ ایک مسجد بنا دیں میں اس میں بیٹھ کر تعلیم و تلقین کروں گا۔ اور مشورت کے لیے جگہ ہو گی قبل تشریف لے جانے آپ کے منافقین متصل مسجد[2] قبا کے وہ مسجد بنا چکے تھے حضور اقدس میں آ کے مستدعی ہوئے کہ آپ اس میں چل کے نماز پڑھیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اب جہاد کو جاتا ہوں وہاں سے پھر کے دیکھا جائے گا جب انہوں نے خبر معاودت (واپسی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنی۔ کچھ لوگ ان میں سے پہنچے اور عرض کیا کہ ہم نے جو مسجد بنائی ہے آپ پہلے وہاں چل کے نماز پڑھیں تاکہ برکت ہو۔ غرض یہ تھی کہ اس بہانے سے اس مسجد کی رونق ہو جاوے۔ اللہ جل جلالہ نے آیہ وَالَّذِینَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا (پ ۱۱ ع ۲)

---

[1] خزرج بفتح خائے معجمہ و سکون زائے معجمہ و فتح رائے مہملہ و جیم در آخر نام ایک قبیلہ کا ہے انصار میں سے کذا فی القاموس ۱۲ منہ [2] قبا بضم قاف و فتح بائے موحدہ بمد و ہم بالقصر نام ایک جگہ ہے، قریب مدینہ کے کذا فی القاموس ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالے۔

نازل فرمائی اور ان کے مکر سے مطلع کیا مطابق اس کے آپ نے اس مسجد کو کھدوا ڈالا اور جلا دیا اور اللہ جل جلالہ نے مسجد قبا کی اور اس کے نمازیوں کی تعریف نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس میں ایسے لوگ ہیں کہ پاکیزہ رہنے کو دوست رکھتے ہیں اور خدائے تعالیٰ پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

حال تین اصحاب مخلصین کا کہ بے عذر ہمراہی سے رہ گئے | تین شخص اصحاب مخلصین میں سے بھی رہ گئے تھے۔ حضرت کعب بن مالک کہ یہ بدری نہ تھے مگر بیعت عقبی میں جو انصار نے پہلے ہجرت سے مکہ میں ایام حج میں کی تھی اور بسبب ہجرت مدینہ کو وہی بیعت ہوئی تھی حاضر تھے اور اس بیعت کی بڑی فضیلتیں ہیں حتی کہ صحیح بخاری میں حضرت کعب سے روایت ہے کہ اگرچہ فضیلت بدر کی بہت مشہور ہے لیکن بیعت عقبی میں حاضری ایسی ہے کہ باوصف اس کے اگر حضور بدر مجھے حاصل نہ ہوا تو مجھے کچھ رنج نہیں اور دو صحابی بدری تھے ایک کا نام ہلال بن امیہ تھا اور ایک کا مرارہ[1] بن ربیع ان تینوں شخصوں نے بوقت معاودت (واپسی) آپ کے صاف صاف کہہ دیا کہ ہمیں کچھ عذر نہ تھا، ویسے ہی بسبب شامت نفس کے رہ گئے۔ حدیث کعب بن مالک میں کہ صحیح بخاری میں ہے یہ قصہ مفصل مذکور ہے بقول حاجی رفیع الدین خان صاحب مراد آبادی مؤلف سلوک کئیب بذکر الحبیب کے وہ قصہ مذاق ایمان میں مزہ دار ہے لہذا مطابق حدیث مذکور کے جیسا کہ یاد ہے لکھا جاتا ہے حضرت کعب بن مالک کہتے ہیں کہ جن دنوں آپ غزوۂ تبوک کو تشریف لے جاتے تھے میں صحیح و سالم تھا اور فراغت مالی بھی خوب رکھتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بھی صاف سنا دیا تھا کہ تبوک کی طرف قصد ہے مگر میں نے یہی خیال کر رکھا تھا کہ اب سامان کر کے چل دوں گا اور سامان چلنے کا نہ ہوا یہاں تک کہ آپ روانہ ہو گئے پھر

---

[1] مرارہ بن الربیع بضم میم و رائین مہملتین مفتوحتین کذا فی الباری ۱۲

روز مجھے یہی خیال ہوتا تھا کہ اب چل کے مل جاؤں گا یہاں تک کہ لشکر دُور نکل گیا تو سوائے ضعفا کے یا ایسے شخص کے جو متہم بہ نفاق تھے اور کوئی نظر نہ آتا طبیعت سخت گھبرائی۔ آپ نے لشکر میں ایک دن میرا حال پوچھا۔ ایک شخص نے کہا کہ اپنے کپڑوں کی وضعداری دیکھنے میں رہ گیا اور معاذ بن جبل[1] نے کہا کہ وہ ایسا نہیں ہے اور میری ثنائے جمیل کی۔ ایک دن میں گھر آیا میری بیبیوں نے انگور کی ٹٹّیوں میں چھڑکاؤ کر کے میرے لیے دوپہر کے سونے کی جگہ تیار کی تھی۔ میں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو گرمی اور لُو میں ہیں اور میں ایسی جگہ سوؤں میں وہاں نہ سویا اور بڑی مشکل سے دن کٹتے تھے جب خبر آپ کی معاودت (واپسی) کی سُنی میں زیادہ گھبرایا۔ حیران تھا کہ کیسے منہ دکھلاؤں گا یہاں تک کہ آپ رونق افروز مدینہ کے ہوئے۔ دل میں طرح طرح کے منصوبے آئے آخر یہی ٹھانی کہ سوائے سچ کے نہ کہوں گا۔ حضور اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا، میں نے صاف صاف عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ عذر نہ تھا نہ بیمار تھا نہ بمقدور مگر رہ گیا حضور کے ساتھ نہ گیا۔ آپ نے کہا کہ تم ٹھہرو جیسا کہ خدائے تعالےٰ تمہارے باب میں حکم فرمادے کیا جاوے گا۔ میں وہاں سے رخصت ہو آیا اور منافقین نے جھوٹے اور عذر حیلے کیے اُن سے آپ نے کچھ نہ کہا۔ لوگوں نے مجھے ملامت کی اور کہا کہ اگر تم بھی کوئی عذر بنا کر کہہ دیتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عذر سُن لیتے دیکھو جنہوں نے عذر کیا سب کا عذر سُن لیا یہاں تک مجھے بہکایا کہ باعث ہوئے اس بات کے کہ میں حضور اقدس میں حاضر ہو کے پہلی بات کو بدلوں اور کوئی جھوٹا عذر بیان کروں پھر میں نے پوچھا کہ اور کسی کا بھی میرا سا حال ہوا ہے۔ اُن دونوں صحابیوں بدریوں کا نام لوگوں نے لیا۔ میں نے کہا کہ وہ دونوں آدمی اچھے ہیں میں اُن ہی کے ساتھ

[1] معاذ بضم میم وفتح عین مہملہ وذال معجمہ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

ہوں جو ہونا ہو سو ہو میں اب بات نہ بدلوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ ان تینوں آدمیوں سے کوئی ہمکلام نہ ہو۔ سب نے بولنا ہم سے چھوڑ دیا میرے دونوں ساتھی تو میرے گھر بیٹھے رہتے نکلتے بیٹھتے نہ تھے۔ میں جوان آدمی تھا مکان سے نکلتا اور مسجد شریف میں جا کے آپ کے ساتھ نماز پڑھتا اور سلام کرتا آپ جواب چلا کے تو نہیں دیتے تھے معلوم نہیں کہ آہستہ بھی جواب دیتے تھے یا نہیں۔ میں لب ہائے مبارک کو بوقت سلام خیال کرتا کہ آپ نے ہلائے یا نہیں اور میں نماز آپ کے متصل پڑھتا اور چھپی نگاہ سے آپ کی طرف دیکھتا سو جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا آپ منہ پھیر لیتے ایک دن میں بازار کی طرف چلا جاتا تھا بادشاہِ غسان[2] کا بھیجا ہوا آدمی مجھے تلاش کرتا تھا لوگوں نے میرا نشان دیا اس نے لا کے اس بادشاہ کا خط مجھے دیا اُس میں لکھا تھا کہ میں نے سُنا ہے کہ تمہارے صاحب نے تمہیں علیحدہ کر دیا ہے اور تم سے ناخوش ہیں سو تم تو ایسے آدمی نہیں ہو کہ کوئی تم سے ناخوش ہو اگر تم ہمارے پاس چلے آؤ تو تمہاری بہت خاطر کریں اور تمہیں بہت خوش رکھیں خط پڑھ کر مجھے بہت رنج ہوا اور میں نے کہا الٰہی میری یہاں تک نوبت پہنچی کہ کافر مجھے بُلاتا ہے اور میرے ایمان میں طمع رکھتا ہے اور میں نے تنور میں اس خط کو ڈال دیا اور کچھ جواب خط کا نہ لکھا۔ سبحان اللہ کیا ایمان کامل صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا کہ حالت رنج و تکلیف میں بھی خوب ثابت قدم رہتے تھے۔ حضرت کعب کہتے ہیں کہ پھر آپ کا حکم پہنچا کہ ہم تینوں آدمیوں میں سے زوجہ کسی کے پاس نہ رہے۔ میں نے یہ سُن کے کہا کہ حکم ہو تو طلاق دے دوں۔ بیان ہوا کہ صرف علیحدہ رہنا منظور ہے طلاق کا حکم نہیں۔ میں نے اپنی زوجہ کو اُس کے گھر رخصت کر دیا میرے ایک ساتھی یعنی ہلال بن اُمیہ کے لیے اُن کی زوجہ نے پیرانہ سالی اور

[2] غسان بفتح غین معجمہ وسین مہملہ مشدد والف ونون ایک قبیلہ ہے یمن میں بادشاہان غسان اسی میں تھے۔ کذا فی القاموس ۱۲ منہ

ہونے تکلیف کے بسبب نہ ہونے کسی ایسے شخص کے جو کام کرسکے عذر پیش کر کے اجازت اس بات کی لے لی کہ ان کی زوجہ ان کے ساتھ رہے مگر مباشرت نہ کریں۔ مجھ سے لوگوں نے کہا کہ تم بھی کوئی عذر پیش کر کے اپنی زوجہ کے لیے اجازت لے لو۔ میں نے کہا میں جوان ہوں میں عذر پیش نہ کروں گا۔ پچاس دن ویسی ہی حالت میں گزرے اور حقیقت میں جیسا خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے:
حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (پ۱۱ ع۳) (تنگ ہوگئی زمین ان پر باوجود فراخی کے)
ویسا ہی ہمارا حال تھا کہ ایک بارگی صبح کے وقت ایک پہاڑی سے پکار کے ایک شخص نے کہا بشارت ہو تمہیں کعب بن مالک تمہاری توبہ قبول ہوئی۔ میں نے اسی وقت سجدۂ شکر ادا کیا اور حضور اقدس میں جا کے حاضر ہوا مجلس میں سے مہاجرین میں سے طلحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر میری تہنیت کی اور مجھ سے مصافحہ کیا یہ احسان طلحہ کا کبھی نہیں بھولتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا چہرۂ مبارک خوشی سے درخشاں تھا جیسے چاند کا ٹکڑا اور آپ نے فرمایا بشارت ہو تجھے ایسے دن کی جو بہت بہتر ہے ان سب دنوں میں جب سے تیری ماں نے تجھے جنا ہے۔ میں نے کہا کہ اس خوشی کے شکرانے میں جی میں آتا ہے کہ سارا مال اپنا خیرات کردوں۔ آپ نے سارے مال کے دے ڈالنے سے منع کیا اور فرمایا کہ کچھ اپنا مال اپنے پاس بھی رہنے دو اور منافقین حیلہ بنانے والوں کو خدائے تعالیٰ نے فضیحت کیا۔ سورۂ براءت میں ان کی مذمت اور جہنمی ہونے کی آیتیں بھیجیں اور ہمارے لیے بعد ذکر قبول توبہ کے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (پ۱۱ ع۴)	اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور تم ہو ساتھ سچوں کے۔

ہم کو صادقین فرمایا۔ حضرت کعب کہتے ہیں کہ تب سے خوبی سچ کی اور بھی میرے دل میں راسخ ہوگئی اور ہمیشہ سچ کا مجھے خیال رہتا ہے کہ سچ نے مجھے بچایا اور جھوٹے فضیحت ہو کے جہنمی ٹھہرے۔

فصل ستائیسویں فرضیّت حج اور امیر الحاج ہونے ابوبکر صدّیق کے بیان میں

نویں سال ہجرت سے حج فرض ہوا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسبب شغل تعلیم و ہدایت وفود کے اور امور غزوات کے تشریف نہ لے جاسکے حضرت ابوبکر صدیق کو آپ نے امیر الحاج مقرر کر کے مکّہ روانہ کیا کہ لوگوں کو حج موافق شرائع اسلام کے کرادیں اور سورۂ براءت واسطے سنانے احکام نقض عہد کے ان کے ساتھ کردی جب وہ روانہ ہوئے تب آپ نے فرمایا کہ معاملہ نقض عہد کا اظہار زبانی کسی شخص کے اہلبیت سے چاہیے کہ عرب لوگ ایسے امور میں اقارب کی ہی بات قبول کرتے ہیں۔ تب آپ نے حضرت علی کو اپنے ناقہ عضباء[1] پر سوار کر کے پیچھے ابوبکر صدیق کے روانہ کیا کہ سورہ براءت موسم حج میں تم جا کے سناؤ۔ ابوبکر صدیق نے آواز ناقہ کی سن کے گمان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ٹھہر کے دیکھا تو حضرت علی ہیں۔ پوچھا، امیر ہو یا مامور؟ یعنی امیر ہو کے آئے ہو یا تابع ہو کے۔ حضرت علی نے مامور یعنی تابع ہو کے اور بیان کیا کہ صرف سورۂ براءت سنانے کو آیا ہوں۔ بعد ازیں حضرت ابوبکر صدیق نے حج لوگوں سے کرایا اور خطبہائے موسم حج پڑھے اور حضرت علی نے سورۂ براءت کو سنایا اور مضمون اس کا بآواز بلند پکارا اور منادی کرائی حضرت ابوبکر نے ان کی مدد کے لیے کچھ لوگ مقرر کردیئے باری باری سے پکارتے منادی۔ میں

[1] بفتح عین مہملہ و سکون ضاد معجمہ و بائے موحدہ و الف ممدودہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ کا لقب ہے اور معنی عضبا کے ہیں کان چرے ہوئے اور ناقہ مذکورہ اگرچہ ایسی نہ تھی مگر لقب اس کا یہ ہو گیا تھا۔ کذا فی القاموس
۱۲ منہ

یہ بات تھی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور طواف خانہ کعبہ کوئی ننگا نہ کرے اور جنت میں سوا مسلمان کے کوئی نہ جائے گا اور کافروں میں جس نے عہد میعادی باندھا ہے وہ میعاد پوری کرلے اور جس کا عہد بے میعاد یا مطلق عہد نہیں اُسے چار مہینے کی امان ہے بعد ازیں اگر مسلمان نہ ہوگا قتل ہوگا۔

فصل اٹھائیسویں مباہلے کے بیان میں

عرب میں نصاریٰ کا ایک قبیلہ تھا بنی نجران[1] جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں نامہ لکھا تھا اور اسلام کی طرف دعوت کی تھی انہوں نے چودہ آدمی اپنی قوم میں سے منتخب کرکے حضور اقدس میں بھیجے پہلے دن لباس ریشمی اور انگوٹھیاں سونے کی پہن کے حضور اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے اُن کے سلام کا اور کسی کے کلام کا کچھ جواب نہ دیا وہ حیران ہوئے دوسرے دن بمشورہ حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن کے کہ اُن سے پہلے ملاقات رکھتے تھے حسب رائے حضرت علی کے کہ اس وقت اُن دونوں صاحبوں کے پاس تھے ریشمی کپڑے اور انگوٹھی سونے کی اتار کے رہبان کے سے کپڑے سادے بے تکلف پہن کے گئے۔ آپ نے اُن کے سلام کا جواب دیا اور اُن سے کلام فرمایا اور اسلام کی طرف دعوت کی۔ انہوں نے قبول نہ کیا اور بہت مباحثہ بے جا کیا اور حضرت عیسیٰ کا حال پوچھا۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو اس شہر میں تمہیں جواب ملے گا اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ

حال عیسیٰ علیہ السلام کا نزدیک اللہ تعالیٰ کے مثل آدم کے ہے پیدا کیا اُسے اللہ نے

[1] نجران بنون مفتوحہ وجیم ساکن ورائے مہملہ والف ونون نام قبیلہ نصاریٰ۔ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ ۝ (پ ۳ ؛ ع ۱۴)

مٹی سے اور کہا ہو وہ ہوگئے۔ حق تیرے رب کی طرف سے ہے اس میں کچھ شک مت کرو پھر جو کوئی جھگڑے تجھ سے اس بات میں تو کہہ کہ آؤ بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تم اپنے بیٹے اور ہم اپنی عورتیں اور تم اپنی عورتیں اور خود ہم بھی آویں اور خود تم بھی آؤ پس کریں لعنت اللہ کی جھوٹوں پر۔

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آیتیں سنا دیں۔ انہوں نے مضمون آیت کا اقرار نہ کیا اور مباہلہ کے باب میں کہا کہ کل ہم آکے اس باب میں کہیں گے۔ اپنے مکان پر جاکے انہوں نے عاقب سے کہ اُن کا سردار تھا پوچھا اس نے کہا کہ اے گروہ نصاریٰ تم خوب جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر برحق ہیں اور جو پیغمبر سے مباہلہ کرتا ہے بیشک تباہ ہو جاتا ہے مباہلہ مت کرو۔ مباہلہ اُسے کہتے ہیں کہ دو شخص آپس میں نزاع رکھتے ہوں یک جا ہوکے بمبالغہ تمام اللہ کی جناب میں دعا کریں کہ جو باطل پر ہو اس پر خدائے تعالیٰ کی لعنت نازل ہو اور خدائے تعالیٰ اُسے تباہ کردے اور زیادہ مبالغہ کی صورت مباہلہ میں یہ ہے کہ طرفین اپنی اولاد اور عورتوں کو محل مباہلہ میں حاضر کریں۔ خدائے تعالیٰ نے ایسے ہی مباہلہ کا حکم دیا تھا۔ دوسرے دن نصاریٰ حضور میں آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت علی وجناب حسنین وحضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم کے تشریف لائے اور اُن سے فرمایا کہ میری دعا کے ساتھ آمین کہو۔ نصاریٰ پنج تن پاک کی صورت دیکھ کے گھبرائے اور ابوالحارث بن علقمہ نے کہا کہ یہ ایسے لوگ نظر پڑتے ہیں کہ اگر خدائے تعالیٰ سے پہاڑ ٹل جانے کی دعا مانگیں تو پہاڑ ٹل جاوے ہرگز ان سے مباہلہ نہ کرو اور مباہلہ نہ کیا اور اطاعت اختیار کی اور ہزار حلّے ہر سال بطور پیشکش کے نذر قبول کرکے رخصت ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ مباہلہ کرتے تو سب بندر اور سور ہو جاتے اور یہ جنگل ان پر آگ برساتا اور ایک سال میں پردۂ زمین پر نام و نشان نصاریٰ کا نہ رہتا سب تباہ ہو جاتے۔

فصل انتیسویں حجۃ الوداع کے بیان میں

دسویں سال ہجرت سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود حج کو تشریف لے گئے۔ اس حج میں آپ نے ایسی باتیں فرمائیں جیسے کوئی وداع کرتا ہے یعنی لوگوں کو رخصت کرتا ہے لہٰذا حجۃ الوداع کہلایا۔ قبائل عرب کو خبر ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لیے جاتے ہیں ہر طرف سے لوگوں نے حج کے لیے رُخ کیا۔ لاکھ آدمی سے زیادہ جمع ہو گئے تھے۔ آپ نے حج ادا فرمایا اور خطبوں میں احکام کے اور بھی مواعظ و نصائح مفیدہ ارشاد فرمائے اور یہ بھی بعض خطبوں میں ارشاد فرمایا کہ شاید سال آئندہ میں تم میں نہ رہوں مسلمانوں کے حفظ جان و مال اور ممانعت خونریزی کی بہت تاکید کی اور فرمایا کہ مرد اپنی جورو کا حق پہچانے اور عورتوں کے ساتھ سلوک اور احسان کرو اور خدائے تعالیٰ سے اُن کے معاملہ میں ڈرو یعنی بے جا تکلیف و رنج مت دو اور مردوں کے لیے عورتوں پر تاکید کی کہ اطاعت کریں اور مرد بیگانے کو گھر آنے نہ دیں اور کتاب اللہ کے موافق عمل کرنے کی تاکید کی اور فرمایا کہ جو کتاب اللہ کے احکام کو خوب مضبوط پکڑو گے گمراہ نہ ہو گے بعد تمام کرنے خطبے کے آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن خدائے تعالیٰ تم سے میرا حال پوچھے گا کہ کیا کیا معاملہ کیا اور کیسے رہے سو تم کیا کہو گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم کہیں گے کہ آپ نے احکام الٰہی بخوبی پہنچائے اور نصیحت اُمت کی لواجبی کی۔ آپ نے آسمان کی طرف اُنگلی اٹھا کر تین بار فرمایا اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ یا اللہ گواہ رہ

اور فرمایا کہ تین چیزیں سبھوں کو پاک صاف رکھتی ہیں۔ اخلاص عمل میں یعنی عبادت الٰہی محض خالص خدا کے لیے کرنا اور ہر کام کو دل سے بے ریا کے کرنا۔ دوسرے مسلمانوں کی جماعت میں شریک رہنا۔ تیسرے بھائی مسلمانوں کی خیر خواہی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جو لوگ حاضر ہیں غائبوں کو یہ سب باتیں پہنچا دیں۔

حال احرام حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت علی یمن میں تھے وہ وہاں سے بقصد حج روانہ ہوئے اور انہوں نے احرام اس طرح باندھا کہ جیسا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ویسا میں بھی احرام باندھتا ہوں اس میں اختلاف ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام افراد کا کیا تھا یا قران کا یا تمتع کا افراد اُسے کہتے ہیں کہ حج یا عمرے کے لیے احرام کرے اور قران اُسے کہتے ہیں کہ حج اور عمرے دونوں کے لیے احرام باندھے اور تمتع اُسے کہتے ہیں کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ بجا لائے بعد اس کے حج کرے اور احرام حج یا عمرے کی نیت باندھنے کو کہتے ہیں کہ کپڑے بدل کے بے سیئے کپڑے پہنے اور زبان سے بھی کہے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ بِحَجَّۃٍ نرے حج میں اور لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ بِعُمْرَۃٍ نرے عمرے میں اور لبیک اللھم بحجۃ وعمرۃ قران میں حضرت امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام قران کا باندھا تھا اور اسی لیے قران امام ابو حنیفہ کے نزدیک افضل ہے بنسبت افراد اور تمتع کے امام نووی اور محققین شافعیہ نے اس مقام پر اس بات کو ترجیح دی ہے کہ احرام جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قران تھا۔

بیان افراد و قران و تمتع

حال حضرت عائشہ کو ایام حج میں حیض آ گیا اور روتی تھیں آپ نے پوچھا انہوں نے بیان کیا۔ آپ نے کہا کہ حیض ایک امر ہے کہ خدائے تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر مقدر کر دیا ہے کچھ حرج نہیں سوائے طواف کے اور سب ارکان حج کے بجا لاؤ۔ بعد حصول طہارت کے حیض سے طواف کر لیجیو ویسا ہی کیا۔

حال بروز عرفہ کہ جمعہ تھا یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔ (پ ۶ رکوع ۵)	آج کامل کیا میں نے تمہارے لیے دین تمہارا اور پوری کی تم پر نعمت اپنی اور پسند کیا تمہارے لیے دین اسلام کا۔

مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ ایسی آیت اگر ہم میں نازل ہوتی تو ہم لوگ روزِ نزول کو عید قرار دیتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں خوب جانتا ہوں جس دن آیت نازل ہوئی یعنی عرفہ کے دن کہ جمعہ تھا نازل یعنی مسلمانوں کی بھی اُس دن عید ہوتی ہے۔ جمعہ کا دن بھی عید ہے اور عرفہ بھی عید ہے۔

حال بعد فراغت ادائے حج کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو روانہ ہوئے۔ راہ میں منزلِ غدیر خم میں خطبۂ ولایت اور تاکید محبت کا واسطے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے فرمایا۔ غدیر کہتے ہیں بڑے تالاب کو اور خم اُس غدیر کا نام تھا سبب اُس خطبہ کا یہ ہوا کہ یمن میں حضرت علیؓ کے ساتھ جو لوگ تھے اُن میں سے کچھ آدمیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی بہت شکایت کی اور شکایت اُن کی بے جا تھی بسبب نافہمی کے اور ہر مسلمان کو ضرور ہے کہ حضرت علی سے محبت رکھے لہٰذا آپ نے اس منزل میں خطبہ واسطے دفع شکایت ان لوگوں کے اور واجب کرنے محبت حضرت علی کے فرمایا۔ پہلے آپ نے سب لوگوں سے کہا کہ کیا میں سب مسلمانوں کے لیے واجب المحبۃ اُن کی جانوں سے زیادہ نہیں ہوں۔ سب نے عرض کیا کہ بیشک آپ کی محبت اپنی جانوں سے زیادہ واجب ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ (میں جس کا مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں یعنی جو مجھ سے محبت رکھے علی سے بھی محبت رکھے یا اللہ دوست رکھ اُسے جو علی سے دوستی رکھے اور دشمنی رکھ اُس سے جو علی سے دشمنی رکھے) حضرت عمرؓ نے بعد سماعت اس خطبہ کے حضرت علی کو مبارکباد دی اور کہا آپ تو مولا ہر مومن اور مومنہ کے ہو گئے بعد ازیں آپ

بطے منازل مدینہ میں پہنچ کر کار ہدایت و ارشاد خلق و عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے لیکن اکثر قرب زمانہ اجل اور کلمات وداع کے فرماتے۔

فصل تیسویں ۳۰ وفات شریف کے بیان میں

باریک بینان صحابہ نزول آیۂ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کو قرب زمان قیامت نشان وفات سمجھ گئے تھے اس لیے کہ پیغمبر کا دنیا میں رہنا واسطے اکمال دین کے ہے۔ جب دین کامل ہو گیا تب پیغمبر کو لاحق ملاء اعلیٰ ہونا چاہیے اور ان ہی دنوں سورہ نصر نازل ہوئی۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح آخر تک یعنی جب اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی اور مکہ فتح ہو گیا اور لوگ دین میں فوج فوج داخل ہونے لگے تو تم اللہ کی تسبیح و حمد استغفار میں مشغول ہو اس سے بھی علمائے صحابہ قرب اجل سمجھ گئے۔ بظاہر یہ آیتیں خوشی تھیں مگر اس جہت سے سبب رنج عظیم ہوئیں۔

حال صحیح بخاری میں باب الخوخۃ والممر فی المسجد میں ہے کہ ایک بار آپ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ ایک بندے کو اختیار دیا گیا اس بات کا کہ چاہے دنیا کی ناز و نعمت جو چاہے اُسے ملے یا اُس چیز کو کہ جو خدائے تعالیٰ کے پاس ہے اختیار کرے اس نے دنیا کو اختیار نہ کیا۔ جناب اقدس الٰہی میں یعنی آخرت کو اختیار کیا۔ ابوبکر صدیق یہ سن کر رونے لگے اور کہنے لگے کہ آپ پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم لوگ متحیر ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندے کا حال بیان کرتے ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیوں روتے ہیں اور کیوں ماں باپ کو قربان کرتے ہیں۔ پھر معلوم ہوا کہ اس بندے سے مراد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ سمجھ والے تھے کہ آپ کا مطلب سمجھ گئے اور آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر مت رو اور سب آدمیوں میں سے مجھ پر احسان ابوبکر کا مال دینے اور رفاقت کرنے میں زیادہ ہے اور اگر میں

کسی کو خلیل یعنی دوست جانی بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ اسلام کے بھائی اور دوست ہیں اور مسجد میں کسی کا دروازہ سوا ابوبکر کے نہ رہے۔

حال مشکوٰۃ شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ آپ نے اُن سے کان میں کچھ باتیں کہیں وہ خوب روئیں پھر آپ نے اور باتیں کان میں کہیں وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حال سرگوشیوں کا پوچھا انہوں نے کہا کہ میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا راز فاش نہ کروں گی۔ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میں نے بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پھر پوچھا انہوں نے کہا مضائقہ نہیں اب بتاتی ہوں پہلی سرگوشی آپ نے یہ بات کہی تھی کہ ہر سال جبرئیل علیہ السلام مجھ سے رمضان میں ایک بار قرآن مجید کا دَور کیا کرتے تھے امسال دو بار دور کیا اس لیے میں جانتا ہوں کہ میری اجل قریب ہے سو تم خدا سے ڈرتی رہو اور صبر کرو میں اچھا بزرگ سب سے پہلے جاتا ہوں۔ اس پر میں روئی پھر آپ نے میرے کان میں یہ بات کہی کہ اہلبیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی یعنی تمہاری وفات بعد میرے وفات کے جلد ہوگی سب اہل بیت سے پہلے میں خوش ہو کے ہنسی۔ **ف** یہ پیشین گوئی آپ کی صادق ہوئی کہ حضرت بی بی فاطمہ کا سب سے پہلے انتقال ہوا اور بہت جلد یعنی بعد چھ مہینے کے آپ سے جا ملیں۔

حال مشکوٰۃ شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے۔ میرا سر دکھتا تھا میں نے کہا وارأساہ ہائے میرا سر دکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا سر دکھتا ہے اور جو میرے سامنے تمہاری وفات ہو تو میں اچھی طرح تمہاری تجہیز و تکفین کروں، نماز جنازے کی پڑھوں۔ میں نے کہا کہ گویا آپ یہی چاہتے ہیں کہ میں مرجاؤں اور آپ بیشک اور بی بی کو اسی دن میری جگہ سونپیں گے۔ ازواج مطہرات براہ ظرافت ایسی باتیں کہہ گزرا کرتی تھیں۔ محبت سے اور مورد عتاب نہیں ہوتی تھیں۔ آپ نے

تبسم فرمایا اور بھی مشکوٰۃ میں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ وہ لقمہ جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اُس کی تکلیف میں ہمیشہ پاتا ہوں یہاں تک کہ اب میری رگ جان بسبب زہر کے کٹ گئی۔ مراد اس لقمہ سے لقمہ گوشت زہر آلود ہے کہ ایک یہودیہ نے بکری کے دست کے گوشت کو زہر آلود کر کے آپ کے کھانے کو بھیجا تھا اور آپ نے اس میں سے ایک لقمہ منہ میں لے لیا اور آپ کو درد سر اور بخار شدید عارض ہوا کہ وہی مرض موت ہوا۔ **نکتہ** اثر زہر سے مرض موت کا ہونا اس لیے ہوا کہ آپ کی وفات بطور شہادت ہو۔ ابوبکر صدیق کی بھی موت اثر زہر سانپ سے جس نے غار میں کاٹا تھا ہوئی۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بروایت حضرت عمر ہے۔ **ف**۔ بجب ظاہر مولانا شاہ محمد عبدالعزیز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی تقریر سرالشہادتین پر اعتراض ہوتا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ کمال شہادت بذات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں ہوا اس لیے کہ اگر شہادت جہریہ حاصل ہوتی تو اسلام میں بڑا فتور پڑتا اور اگر شہادت سریہ حاصل ہوتی تو شہادت کاملہ نہ ہوتی اس لیے کہ کمال شہادت یہ ہے کہ آدمی مسافرت میں قتل کیا جاوے اور اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹی جاویں اور اور مصیبت کی باتیں لکھی ہیں بعد ازیں انہوں نے لکھا ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے ذات حسنین رضی اللہ عنہما کو بجائے ذات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرار دے کے کمال شہادتین کا بذریعہ اُن کے آپ کو عنایت فرمایا انتہی سو اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ حدیث مذکور الصدر سے حصول شہادت سریہ کا آپ کو بذات خود متحقق ہوتا ہے اور امام جلال الدین سیوطی وغیرہ علما نے تصریح کی ہے کہ آپ کی موت بشہادت بسبب اثر زہر کے ہوئی۔ جواب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی طرف سے یہ ہو سکتا ہے کہ مقصود مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ ہے کہ شہادت سریہ علی وجہ الکمال آپ کو بذریعہ امام حسن کے حاصل ہوئی اس لیے کہ کمال شہادت یہ ہے کہ تاخیر نہ ہو و لہٰذا ارتثاث یعنی یہ کہ بعد زخمی ہونے کے

تاخیر کر کے کچھ دوا غذا کھا کے زخمی مرے تو موجب نقصان شہادت کا شمار کیا جاتا ہے پس اصل شہادت تو آپ کو حاصل ہوئی لیکن شہادت کاملہ جیسا کہ مقتضی آپ کے منصب عالی کا تھا بوساطت حضرات حسنین کے حاصل ہوئی۔ شہادت سریہ کاملہ بسبب حضرات امام حسن کے کہ صدمہ زہر سے بے امتداد مدت شہید ہوئے بخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ کئی برس کے بعد آپ نے وفات پائی اور شہادت جہریہ کاملہ بسبب امام حسین کے۔ پس آپ کی شہادت شہادات جملہ انبیاء و شہداء سے کامل تر ہوئی اور تقریر مولانا شاہ محمد عبدالعزیز صاحب کی صحیح ہے۔

حال روز بروز بخار کی اور مرض کی زیادتی ہوئی یہاں تک کہ آپ مسجد میں امامت کے لیے نہ جا سکے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ ابو بکر سے کہہ دو کہ امام ہوں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے یہ خیال کیا کہ جو شخص آپ کی جگہ امام ہوگا پھر آپ کی وفات ہوگی تو لوگ اُسے منحوس سمجھیں گے اور اس لیے میں نے عرض کیا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نرم دل ہیں محراب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی دیکھ کر بیتاب ہو جائیں گے اور مارے رقت کے نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ابو بکر سے کہہ دو نماز پڑھا دیں۔ پھر میں نے حفصہ[1] رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم عمر کے لیے اجازت لے لو۔ انہوں نے اس بات کے لیے عرض کیا۔ آپ بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ ابو بکر کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امام ہونا ہرگز نہ چاہیے اور بعضی روایت میں ہے کہ ایک بار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت خبر پہنچانے مؤذن کے کہ جماعت تیار ہے۔ عبداللہ بن زمعہ سے فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ نماز پڑھ لیں۔ عبداللہ نے ابو بکر صدیق کو نہ پایا حضرت عمر سے واسطے امامت کے کہہ دیا انہوں نے مسجد شریف میں نماز پڑھانی شروع کر دی۔ آپ نے آواز

---

[1] حفصہ بفتح حا و صاد مہملتین و سکون ہا ازواج مطہرات سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفۂ دوم کی بیٹی۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر کی سنی اور فرمایا کہ سوائے ابو بکر کے اور کوئی امام نہ ہو۔ خدا کو اور مسلمانوں کو سوائے ابو بکر کے اور کی امامت منظور نہیں

حال ابو بکر صدیق نماز پڑھانے کو کھڑے ہوئے جمال جہاں آراء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اس مقام پر نہ دیکھا شدت رنج سے بیتاب ہو گئے اور رقت ایسی غالب ہوئی کہ سب اہل مسجد رونے لگے اور مسجد میں غل مچا۔ **بیت:**

در نماز م خم ابروئے تو چوں یاد آمد   حالتی رفت کہ محراب بفریاد آمد

سمع شریف تک وہ غل پہنچا۔ آپ نے پوچھا کیا ہے؟ حضرت فاطمہ نے حال عرض کیا۔ آپ مسجد شریف میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھی اور لوگوں کو تسلی دی فرمایا کہ اے مسلمانو تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ خدا سے ڈرتے رہو اور اطاعت خدائے تعالیٰ کی کرتے رہو اور اب میں دنیا کو چھوڑتا ہوں اور ایام مرض میں کبھی غمگین اُمت کو بایں کلمات تسلی دی اور سمجھایا کہ کوئی نبی اپنی اُمت میں ہمیشہ نہیں رہا آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خوش قسمتی اُمت کی ہے کہ اُن کا پیغمبر ان کے سامنے انتقال کر جائے اور جس اُمت سے خدائے تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے اس کے پیغمبر کو زندہ رکھتا ہے اور اُس کے سامنے اُمت کو ہلاک کر کے اُس کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ **ف۔** موافق روایات کتب حدیث کے بعد از انکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز میں حسب الحکم امامت شروع کی۔ دو بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحالت بخار نماز پڑھانے کو مسجد میں تشریف لے گئے۔ ایک بار آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، صف میں بیٹھ گئے۔ چنانچہ صحیح ابن حبان میں ہے اور یہ آخر نماز آپ کی تھی اور ایک مرتبہ آپ کھڑے ہوتے ہی ابو بکر صدیق کے تشریف لے گئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ پیچھے ہٹیں۔ آپ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر رہیں اور آپ پاس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جا بیٹھے اور امام ہوئے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ داہنی طرف آپ کے کھڑے ہوئے لوگ ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز کو دیکھ کے نماز پڑھتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز سے یعنی امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابوبکر صدیق بطور مکبّر کے تھے کہ آپ امام کے ارکان سے لوگوں کو مطلع کرتے تھے اور یہ روایت صحیحین میں ہے اور ایک مرتبہ آپ بروز وفات یعنی صبح دوشنبہ کو حجرے کے دروازے تک تشریف لائے اور پردہ اٹھا کے کیفیت جماعت کی ملاحظہ فرمائی اور لوگوں کو نماز باجماعت پر قائم دیکھ کر خوش ہوئے۔ ابوبکر صدیق نے اُس وقت پیچھے ہٹنا چاہا تھا آپ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو اور آپ مسجد شریف میں تشریف نہیں لائے۔ **ف**۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے آدمیوں سے دو شخص کے پیچھے نماز پڑھی۔ ایک حضرت ابوبکر صدیق اور دوسرے عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے ایک سفر میں۔ چنانچہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قضائے حاجت سے تشریف لانے میں دیر ہوئی۔ صحابہ نے عبدالرحمان بن عوف کو امام کرکے نماز شروع کر دی۔ ایک رکعت پڑھ چکے تھے کہ آپ تشریف لائے۔ عبدالرحمن بن عوف نے پیچھے ہٹنا چاہا، آپ نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو اور آپ نے ایک رکعت ان کے پیچھے پڑھ کر ایک رکعت باقی اٹھ کر پڑھ لی اور ایک بار حضرت ابوبکر کے پیچھے اور نماز پڑھی تھی۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم محلہ قبا میں واسطے رفع ایک نزاع کے جو درمیان بنی عمرو بن عوف کے تھا تشریف لے گئے تھے آپ کو دیر ہوئی صحابہ نے حضرت ابوبکر کو امام کرکے نماز شروع کر دی۔ اتنے میں آپ تشریف لائے ابوبکر صدیق نے پیچھے ہٹنا چاہا۔ آپ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر رہو اور سب نے نماز ابوبکر کے پیچھے پڑھی۔

حال اسامہ بن زید کو آپ نے واسطے انتقام لینے خون زید بن حارثہ

والد اُن کے ایک لشکر پر سردار مقرر کیا اور اپنے دست مبارک سے لوا اُن کے لیے باندھ دی اور حکم فرمایا کہ شہر اُبنیٰ[1] کے حاکم پر لشکر لے جاویں اس کافر سے حبس کی لڑائی میں زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ شہید ہوئے تھے انتقام واجبی لیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بھی اس لشکر میں تعینات فرمایا۔ حضرت اسامہ کے امیر کرنے میں یہ سر تھا کہ اُن کے باپ کے انتقام کے لیے یہ لشکر کشی تھی اُن کا جی خوش ہوا اور حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے متعین کرنے میں یہ سر تھا کہ ان کی عظمت سب اصحاب کے دل میں جمی ہوئی تھی ان کو اس لشکر میں دیکھ کے اور اصحاب لشکر کو عار نہ ہو کہ کم عمر مولیٰ کے بیٹے کو ہم پر امیر کیوں کیا۔ بسبب بیماری آپ کے لشکر کی روانگی ملتوی رہی اور ابوبکر صدیق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعیناتی سے علیحدہ کرکے حضوری خدمت یعنی امامت مسجد شریف پر مامور کیا۔ شنبے کے دن دو روز وفات سے پہلے آپ کو افاقہ ہو گیا تھا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ اور لشکر کے لوگ آپ سے رخصت ہو کے لشکرگاہ میں جا کے باہر مدینے کے ٹھہرے۔ یکشنبہ کو مرض نے زیادتی کی، یہ خبر سن کر اسامہ ٹھہر گئے۔ دوشنبہ کی صبح کو آپ کو تخفیف ہو گئی اسامہ پھر آپ سے رخصت ہو کے لشکر کو گئے اور روانہ ہوتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت نزع طاری ہوئی۔ ام ایمن والدہ حضرت اسامہ نے یہ حال اُنہیں کہلا بھیجا۔ وہ پھر آئے اور بریدہ بن الخصیب اسلمی نے کہ علم بردار اس لشکر کے تھے علم کو لا کے در مسجد شریف پر کھڑا کر دیا۔ بعد ازیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو روانہ کر دیا مگر حضرت عمر کو باجازت حضرت اسامہ کے واسطے مشورہ امور خلافت کے رکھ لیا۔

---

[1] ابنیٰ بضم ہمزہ وسکون بای موحدہ بہ فتح نون والف مکسورہ در آخر۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حال خلافت کے لکھنے کا | صحیحین میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام مرض الموت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم اپنے باپ ابوبکر اور بھائی عبدالرحمن کو بلوا بھیجو میں ابوبکر کے لیے عہد خلافت لکھ دوں کہیں کوئی اور کہنے والا نہ کہے کہ میں خلافت کے لیے اولی ہوں۔ پھر آپ نے کہا کہ کچھ ضرورت نہیں خدائے تعالی اور مومنین خود سوا ابوبکر صدیق کے اور کسی کو خلیفہ نہ کریں گے۔ صحیح مسلم میں تصریح یہ لفظ مذکور ہے کہ میں عہد نامہ خلافت ابوبکر کے لیے لکھ دوں۔ چونکہ محدثین کا دستور ہے کہ جو لفظ مطلب میں صریح ہوتا ہے اور مفید تر وہی ذکر کرتے ہیں اور جس کتاب کے لفظ کو ذکر کرتے ہیں حدیث کی اسی کی طرف نسبت کرتے ہیں اگرچہ مضمون اس حدیث کا اس کتاب سے اعلی رتبہ کتاب میں واقع ہوا ہے۔ اسی سبب سے مشکوٰۃ شریف اور صواعق محرقہ میں کہ لفظ کتابت مذکور ہے۔ حدیث کو صرف مسلم کی طرف نسبت کیا ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں بھی صرف حدیث کی طرف مسلم کی نسبت کی ہے۔ رامپور کے بعض علماء نے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حدیث بخاری میں بھی موجود ہے صرف مسلم کی طرف نسبت بے جا ہے سو یہ اعتراض بسبب ناواقفی کے قاعدۂ محدثین سے ہے۔

حال | ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پنجشنبہ کے روز وفات سے چار دن پہلے آپ نے فرمایا کہ قلم دوات کاغذ لاؤ میں ایسی باتیں لکھ دوں کہ تم سے خطا اور بے تدبیری واقع نہ ہو حاضرین خوب سمجھے نہیں، بیماری کا آپ پر بہت غلبہ تھا اور آواز بھی آپ کی مدہم پڑ گئی تھی لہذا حاضرین میں اختلاف ہوا۔ بعضوں نے کہا لے آؤ اور بعضوں نے بنظر عدم تکلیف دہی کے کہا مت لاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے اور کتاب اللہ ہمیں کافی ہے یعنی ایسے وقت تکلیف میں آپ کو

محنت کرنا کچھ ضرور نہیں بسبب اختلاف کے آواز بلند ہوئی اور بعضوں نے کہا پھر پوچھ دیکھو۔ پھر پوچھنے لگے۔ آپ نے تنگ ہو کے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور پھر آپ نے قلم دوات لانے کو نہ فرمایا اور تین باتیں متعلق تدبیرات ملکی فرمائیں کہ ان میں سے ایک یہ ہے اَجِیزُوا الوُفُود جائزہ و انعام دیتے رہو وفود کو یعنی ان لوگوں کو جو قبائل عرب سے واسطے ملاقات اور سیکھنے امور دین کے مدینہ میں آتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور تیسری بات راوی بھول گیا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے وہ حکم سامان کر دینے اور روانہ کر دینے لشکر اسامہ کا تھا کہ آپ نے مرض موت میں بھی حکم اس کی روانگی کا دیا تھا۔ ف اس قصہ کو شیعہ قصۂ قرطاس کہتے ہیں اور اس گمان سے کہ باب خلافت میں لکھنا آپ کو منظور تھا۔ حضرت عمر کے بول اٹھنے سے وہ بات جاتی رہی۔ اس قصہ کو عمدہ مطاعن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شمار کیا ہے اور بنظر واقعہ کے جس طرح قصہ ہے اس میں کچھ طعن نہیں خلافت کے باب میں لکھنا منظور ہی نہ تھا پہلے ابوبکر صدیق کے لیے آپ نے جو لکھنا چاہا تھا اس کو موقوف رکھا۔ کچھ امور تدبیرات کے ارشاد کرنے تھے سو زبانی ارشاد کر دیئے اور اگر لکھنے کی ضرورت ہوتی تو آپ لکھنے کو موقوف نہ فرماتے۔ فرض امر کسی کے روکنے سے رک نہیں سکتا بلکہ حضرت عمر کی عرض کے موافق آپ لکھنے سے باز رہے معلوم ہوا کہ رائے حضرت عمر کی اس معاملہ میں بھی مثل معاملہ حجاب و اذان و دیگر امور موافقات وحی کے مقبول ہوئی۔ تحفہ اثنا عشریہ میں طعن و جواب طعن بتفصیل تمام مذکور ہے۔

حال | ازواج مطہرات سے کسی نے کہا کہ آپ کو مرض ذات الجنب ہے۔ ذات الجنب ایک پسلی کی بیماری ہوتی ہے سو مشورہ حضرت ام سلمہ و اسماء بنت عمیس کے کہ حبشہ میں ذات الجنب کا علاج لدود[1] دیکھ آئی تھیں۔ آپ کے

---

[1] لدود بفتح لام ہر دو دال بر وزن فعول۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالے علیہ

لیے لدود تجویز کیا۔ لدود کہتے ہیں دوا کو کہ بیمار کے منہ میں ایک ہی جانب سے ڈالی جاوے سو آپ کے منہ میں ڈالی، بہتیرا آپ منع کرتے رہے اشارہ سے کہ بسبب غلبہ مرض کے آپ اس وقت بول نہ سکتے تھے مگر نہ مانا اور وہ دوا دہان مبارک میں ڈال دی۔ آپ کے منع کرنے کو وہ لوگ یہ سمجھے کہ جیسے بیمار کڑوی یا بدمزہ دوا کھانے کو نہیں چاہتا ہے اُسی طرح آپ بھی فرماتے ہیں۔ جب آپ کو اس حال سے افاقہ ہوا اور آپ کو معلوم ہوا کہ ذات الجنب تجویز کر کے دوا آپ کے منہ میں ڈالی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ذات الجنب شیطان کے اثر سے ہوتا ہے انبیاء کو ایسی بیماری نہیں ہو سکتی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جتنے آدمی گھر میں ہیں سب کے منہ میں دوا اسی طرح ڈالی جاوے سوائے عباس کے کہ وہ اس مشورے میں نہ تھے سو حسب الحکم سوائے حضرت عباس کے سب کے منہ میں دوا اسی طرح ڈالی گئی حتےٰ کہ حضرت میمونہ کے بھی باآنکہ وہ روزہ دار تھیں۔

حال | مرض الموت میں آپ کو حال معلوم ہوا کہ انصار اپنے ہر حال میں ہراساں ہیں آپ نے مسجد شریف میں تشریف لے جا کے خطبہ میں انصار کی خاطر داری اور توقیر کی بہت تاکید فرمائی۔

حال مسواک کی فضیلت | حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل وفات تھوڑی دیر پہلے عبدالرحمان بن ابی بکر آئے اُن کے پاس مسواک تھی۔ آپ نے اُس کی طرف دیکھا مجھے شوق آپ کا واسطے مسواک کے معلوم تھا میں سمجھی کہ آپ کا جی مسواک کرنے کو چاہتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے لیے لے لوں۔ آپ نے اشارہ کیا کہ ہاں لے لو۔ میں نے مسواک عبدالرحمان سے لے کے اپنے دانتوں سے نرم کر کے دی اور آپ نے کی حضرت عائشہ فخریہ کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالےٰ نے آخر عمر میں میرا آب دہن آپ کے آب دہن مبارک سے ملا دیا۔ **ف** جہاں سے بہت خوبی مسواک کرنے کی پائی جاتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرتے وقت بھی مسواک

فرمائی۔ اور حدیثوں میں بہت تاکید مسواک کرنے کی ہے حتیٰ کہ آیا ہے ایک رکعت مسواک سے ستر رکعت بے مسواک کے برابر ہے اور ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے حسب تجربہ مشائخ یہ بات نقل کی ہے کہ جو شخص التزام کرے مسواک کا توقع قوی ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت اس کی زبان پر جاری ہوگا اور افیون کھانے والے کی زبان پر جاری نہ ہوگا۔

حال | حضرت ام سلمہ اور اُم حبیبہ نے ایک کینسہ یعنی عبادت خانہ نصاریٰ کا ذکر کیا اور اس کی تصویروں کا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اُن لوگوں کی عادت تھی جب کوئی مرد صالح اُن میں مر جاتا اس کی قبر پر مسجد بناتے اور تصویریں بناتے اور بھی آپ نے فرمایا ہے لَعَنَ اللّٰہُ الْیَہُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ یعنی خدا لعنت کرے یہود و نصاریٰ کو انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد کر لیا۔

حال | بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ سے سُنا تھا کہ پیغمبروں کو قبل موت اختیار دیا جاتا ہے چاہیں دنیا میں رہنا اختیار کریں چاہیں ملاء اعلیٰ میں جانا۔ سو میں نے سنا آپ کو قبل وفات کہتے ہوئے اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی یعنی اللہ مجھے منظور ہے اوپر والے رفیقوں کے پاس جانا تب میں سمجھی کہ آپ کو ہمارے پاس رہنا منظور نہیں۔

حال | قبل وفات آپ نے یہ کلمہ فرمایا الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی خوب محافظت کرو نماز اور لونڈی غلاموں کی **ف** کمال تاکید نماز کی متحقق ہوتی ہے کہ بوقت وفات بھی آپ نے اُس کی تاکید فرمائی اور بھی لونڈی غلاموں کی رعایت کی تاکید کی افسوس ہے کہ اب لوگ نماز میں بھی غفلت کرتے ہیں بہتیرے نہیں پڑھتے اور بہتیرے پڑھنے والے رعایت امورِ ضروریہ نماز کی نہیں کرتے بالخصوص رکوع کے بعد سیدھا کھڑے ہونے اور درمیان دونوں سجدوں کے بیٹھنے کو اکثر ترک کرتے ہیں اور اس سے نماز کا عدم برابر ہو جاتا ہے اور لونڈی غلاموں پر بھی ظلم کرتے ہیں چاہیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید پر خیال کر کے نماز کو خوب درست پڑھا کریں اور لونڈی غلاموں کو بہت محبت و رعایت سے رکھیں۔

حال بقول مشہور بارہویں ربیع الاوّل دوشنبہ کو دوپہر ڈھلے آپ نے وفات پائی۔ نزع کی تکلیف آپ کو بہت ہوئی۔ آپ فرماتے تھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ رنگ مبارک کبھی سرخ ہو جاتا تھا کبھی زرد، حضرت عائشہ کے سینے پر آپ تکیہ لگائے تھے اس حالت میں روح مبارک آپ کی قبض ہوئی۔ یہ بات بھی حضرت عائشہ فخریہ کہا کرتی تھیں۔ آپ کی وفات سے گویا قیامت ہوئی۔ اصحاب و اہلبیت پر ایسا رنج ہوا کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ حضرت عثمان کو سکوت لاحق ہوا۔ حضرت عمر کے ہوش جاتے رہے عقل کٹ گئی یہاں تک کہ وہ کہنے لگے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی جو کہے گا آپ نے وفات پائی میں اُسے قتل کروں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عباس سب اصحاب میں مستقل رہے۔ وفات سے پہلے کہ آپ کو افاقہ ہو گیا تھا حضرت ابوبکر صدیق بھی آپ سے اذن لے کے اپنی زوجہ بنت خارجہ کے پاس سنج میں کہ ایک جگہ کنارے مدینہ کے تھے چلے گئے تھے خبر وفات کی پا کے آئے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ مدہوشانہ تلوار لگائے کھڑے ہیں اور لوگ اُن کے گرد ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا اور آپ کو خدا نے بلا لیا جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کو طور پر بلا لیا تھا، آپ آ کے منافقین کے ہاتھ پاؤں کٹوائیں گے۔ منافقین نے خبر آپ کی موت کی جو اڑائی ہے سب اُس کی سزا پائیں گے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آتے ہوئے کسی طرف متوجہ نہ ہوئے اور حجرہ حضرت عائشہ کو جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے چلے گئے۔ چہرہ مبارک سے چادر اٹھا کے پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور روئے اور کہا طِبْتَ حَيًّا وَّمَيِّتًا آپ پاکیزہ ہیں حیات میں اور بعد موت کے، اور آپ پر خدائے تعالیٰ دو موتیں جمع نہ کرے گا جو موت آپ کی مقدر تھی ہو چکی پھر باہر نکلے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے مقولے سے روکا۔ لوگ حضرت عمر کو چھوڑ کے ان کی طرف آئے۔ انہوں نے خطبہ پڑھا اور کہا: مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ

مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ (جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو مر گئے اور جو کوئی خدا کو پوجتا ہو تو خدا زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا) اور یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ (پ ۴ : ع ۶)

"نہیں ہیں محمد مگر ایک پیغمبر بیشک گزرے ہیں پہلے ان سے بہت پیغمبر سو کیا اگر وہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو پھر جائے گا اپنی ایڑیوں پر نہ بگاڑے گا کچھ اللہ کا اور جزا دے گا اللہ شکر کرنے والوں کو۔"

اس خطبہ کے سنتے ہی سب کو موت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین ہوا اور وہ غفلت کا پردہ جس سے موت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منکر تھے اٹھ گیا آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ہر ایک کی زبان پر جاری ہوئی۔

حال حصن حصین میں ہے کہ ملائکہ نے صحابہ سے تعزیت کی اور کہا اِنَّ فِی اللّٰهِ عَزَاءً مِّنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَّخَلَفًا مِّنْ كُلِّ فَائِتٍ فَبِاللّٰهِ فَثِقُوْا وَاِيَّاهُ فَارْجُوْا فَاِنَّمَا الْمَحْرُوْمُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (بیشک اللہ میں تسلی ہے ہر مصیبت کی اور بدلہ ہے ہر گئی ہوئی چیز کا پس اللہ ہی پر اعتماد کرو اور اسی سے امید رکھو محروم وہی ہے جو ثواب سے محروم رہے اور سلام تم پر اور رحمت خدائے تعالیٰ کی اور برکتیں اس کی اور بھی۔)

حصن حصین میں ہے کہ ایک شخص کھچڑی داڑھی موٹا گورا وہاں آیا لوگوں کو پھلانگ کے بھیتر پہنچا اور رویا صحابہ کی طرف منہ کر کے کہا۔ "اِنَّ فِی اللّٰهِ عَزَاءً مِّنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَّعِوَضًا مِّنْ كُلِّ فَائِتٍ وَّخَلَفًا مِّنْ كُلِّ هَالِكٍ فَاِلَى اللّٰهِ فَاَنِيْبُوْا وَاِلَيْهِ فَارْغَبُوْا وَنَظَرُهٗ اِلَيْكُمْ فِی الْبَلَاءِ فَاِنَّ الْمُصَابَ مَنْ لَّمْ يُجْبَرْ۔

"بے شک اللہ میں تسلی ہے ہر مصیبت کی بدلہ ہر فائت کے اور خلف ہے ہر ہلاک ہونے کا

پس اللہ ہی کی طرف لوٹو اور اسی کی طرف رغبت کرو اور اس کی نظر تمہاری طرف ہے مصیبت میں۔ پس بے شک مصیبت زدہ وہی ہے جسکی مصیبت کا بدلہ نہ دیا جائے۔"

وہ شخص یہ کہہ کر چلا گیا لوگ اُسے پہچانتے نہ تھے حضرت صدیق و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ خضر تھے۔

حال خلیفہ کا انتخاب | خبر پہنچی کہ انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کے یہ تجویز کی ہے کہ سعد بن عبادہ کو امیر کریں۔ یہ خبر سُن کے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سقیفہ بنی ساعدہ کو گئے سقیفہ کہتے ہیں ٹپے ہوئے مکان کو اور بنی ساعدہ ایک قبیلہ ہے انصار میں اس قبیلہ میں ایک مکان بطور چوپال کے تھا وہ سقیفہ بنی ساعدہ کہلاتا تھا وہاں پہنچ کر انصار نے اس باب میں گفتگو کی۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے اُس وقت ایک تقریر اپنے دل میں بنا رکھی تھی میں نے چاہا کہ میں کروں حضرت ابوبکر نے روکا اور خود تقریر کی اور جو باتیں میں نے سوچی تھیں بہت خوبی سے ادا کیں۔ انصار کے فضائل اور مناقب بیان کیے اور اُن کے حقوق بھی تسلیم کیے۔ انہوں نے امارت کے باب میں جو دعویٰ کیا پہلے وہ کل امارت چاہتے تھے پھر انہوں نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں یعنی مہاجرین میں۔ ابوبکر نے یہ حدیث پڑھی اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ یعنی سردار اور بادشاہ قریش میں سے ہوں۔ انصار خاموش ہو رہے۔ تب ابوبکر صدیق نے کہا کہ ان دو آدمی عمر اور ابو عبیدہ میں سے ایک کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ سب تقریر میں سے مجھے ایک یہی بات ناپسند ہوئی اور جو گردن میری ماری جاتی تو مجھے گوارا تھا بہ نسبت اس بات کے کہ میں امام ہوں ایسی جماعت پر جس میں ابوبکر ہوں میں نے ابوبکر سے کہا کہ تمہارے ہوتے کون امام ہو سکتا ہے، ہاتھ دراز کرو۔ انہوں نے ہاتھ دراز کیا میں نے بیعت کی اور حضرت ابو عبیدہ نے اور سب حاضرین نے بیعت کی۔ صواعق محرقہ میں روایت معتبر لکھی ہے مسند امام احمد سے کہ بعد سمجھانے حضرت صدیق اکبر کے

سعد بن عبادہ بھی اُسی وقت سمجھ گئے اور خلافت صدیق اکبر کو انہوں نے قبول کر لیا۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ سعد بن عبادہ نے ساری عمر بیعت نہیں کی اور اس سبب سے مدینہ چھوڑ کے یمن کو چلے گئے معتبر نہیں ہے۔

حال ذکر غسل اطہر | آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ غسل مجھے میرے اہلبیت دیں۔ پہلے ایک آواز آئی کہ غسل مت دو وہ خود پاک ہیں۔ کہنے والے کو تلاش کیا کوئی نہ پایا۔ پھر ایک آواز آئی کہ غسل دو۔ پہلے کہنے والا شیطان تھا اور میں خضر ہوں۔ حضرت علی اور عباس نے غسل دیا۔ اس میں اختلاف ہوا کہ برہنہ غسل دیں یا کپڑوں سمیت۔ پھر سب پر نیند غالب ہو گئی اور گوشہ خانہ سے آواز آئی کہ کپڑوں سمیت غسل دو۔ حضرت ابوبکر بھی وقت غسل کے حاضر ہوئے تھے۔ انصار نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس شرف میں سے ہمیں بھی کچھ نصیب ہووے۔ حضرت ابوبکر نے ایک شخص انصار میں سے تعینات کر دیا کہ پانی دینے میں اور اسی طرح کے کاموں میں مدد کریں۔

حال | حسب الحکم اقدس نماز کے لیے یہ ٹھہرا کہ بدفعات جو لوگ آتے جاویں تنہا تنہا نماز پڑھتے جاویں منظور یہ تھا کہ اس شرف سے کوئی بے نصیب نہ رہے اور یہ بات تو معلوم تھی کہ جسد اطہر انبیائے کرام میں بعد موت کے مطلقاً تغیر نہیں ہوتا۔ اس سبب سے تاخیر دفن کا کچھ اندیشہ نہ کیا حسب الحکم عالی سب کو نماز سے شرف یاب ہو لینے دیا اگرچہ نماز میں تاخیر اتنی ہوئی کہ سہ شنبہ کو وقت سہ پہر یا شب چہار شنبہ کو آپ مدفون ہوئے۔

حال | قبر کے باب میں یہ بات قرار پائی کہ جس جگہ آپ کی روح قبض ہوئی وہی جگہ واسطے دفن کے متعین ہے اس واسطے کہ حضرت صدیق و علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی نبی وہیں مدفون ہوتے ہیں جہاں اُن کی روح قبض ہو اور مدینہ میں دو شخص قبر کھودتے تھے ایک ابو طلحہ کہ لغلی بناتے تھے اور ایک ابو عبیدہ بن الجراح کہ سیدھی کھودتے تھے یہ قرار پایا کہ

جو پہلے آوے وہ اپنا کام کرے۔ بغلی کھودنے والے یعنی ابوطلحہ پہلے آئے سو قبر آپ کی بغلی کھودی گئی۔ ایک غلام آزاد آپ کے نے کہ شقران اُن کا نام تھا آپ کے بچھانے کی کملی قبر میں آپ کے تلے بچھا دی اور کہا میرا دل نہیں چاہتا کہ بعد آپ کے کوئی اُس پر بیٹھے اور حجرۂ شریفہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں آپ مدفون ہوئے

ف علماء نے لکھا ہے کہ متعدد نماز جنازے کی ہونا اور بے جماعت ہونا اور پھر گھر میں مدفون ہونا خاص نبی کریم سے ہے۔

حال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند اُن کے حجرے میں اترے۔ حضرت ابوبکر صدیق سے بیان کیا انہوں نے تعبیر کی کہ تمہارے حجرے میں تین شخص ایسے مدفون ہوں گے کہ بہترین اہل ارض ہوں گے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہوئے حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ سے کہا کہ یہ ایک چاند تمہارے ہیں اور دو چاند باقی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر ہوئے۔ ایک قبر کی جگہ حجرہ شریفہ میں باقی ہے سو روایت ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام وہاں مدفون ہوں گے۔

حال حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ایسا رنج ہوا کہ بسبب غم کے جب تک جیتی رہیں مطلق نہ ہنسیں اور چھ مہینہ ہی بعد آپ کی وفات کے زندہ رہیں۔ بعد دفن کے قبر شریف پر آئیں اور اصحاب سے کہا کہ تمہارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ تم نے مٹی اپنے پیغمبر کے بدن پر ڈالی۔ اصحاب نے کہا اے بنت رسول اللہ خدا کے حکم سے مجبوری ہے پھر حضرت فاطمہ نے تھوڑی سی مٹی قبر اطہر کی ہاتھ میں لے کر سونگھی اور یہ اشعار پڑھے۔ **نظم**

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَا | اَنْ لَّا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا | صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

ترجمہ کیا چاہیے اُسے جو سونگھے خاک قبر احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ چاہیے نہ سونگھے ساری عمر خوشبو۔

پڑیں مجھ پر وہ مصیبتیں جو پڑتیں اوپر دنوں کے تو ہو جاتیں راتیں۔

حال ایک اعرابی تین دن بعد دفن سے قبر شریف پر آیا اور اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (پ۵۔ ع۶:۶)

اور اگر وہ لوگ جب ظلم کریں اپنی جانوں پر یعنی گناہ کریں آویں تیرے پاس اور مغفرت مانگیں خدا سے اور مغفرت مانگیں ان کے لیے رسول بیشک پاویں خدائے تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان۔

سو میں نے ظلم کیا ہے اپنی جان پر یعنی گناہ گار ہوں حضور میں آیا ہوں کہ آپ میرے لیے استغفار کریں تاکہ خدائے تعالیٰ مجھے بخش دے۔ قبر شریف سے آواز آئی قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ بیشک اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا۔ جذب القلوب میں ہے کہ اس حکایت کو سب علمائے مذاہب اربعہ جنہوں نے مناسک میں کتابیں تصنیف کی ہیں لائے ہیں اور استحسان کیا ہے۔ **فائدہ عظیمہ** زیارت قبر شریف بڑے ثواب کی بات ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ حَجَّ وَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ فَكَاَنَّمَا زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ یعنی جو کوئی حج کرے بعد اُس کے میری قبر کی زیارت کرے میری موت کے بعد گویا کہ اُس نے زیارت کی میری حالت حیات میں اور حالت حیات کی زیارت[1] کے لیے آیا ہے لَا تَدْخُلُ النَّارُ مَنْ رَاٰنِيْ یعنی دوزخ میں نہ جائے گا جس نے مجھے دیکھا۔ پس دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جو کوئی زیارت قبر شریف کرے وہ دوزخ میں نہ جائے گا اور یہ لفظ حدیث بھی یاد پڑتا ہے مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ یعنی جو

---

[1] اس حدیث کو فتح القدیر نے دارقطنی سے نقل کیا ہے۔ [2] اس حدیث کو دارقطنی اور بزاز نے فتح القدیر اور ابن خزیمہ سے ملا علی قاری نے شرح شفا میں نقل کیا ہے۔ ۱۲

کوئی میری قبر کی زیارت کرے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوئی۔ سلف سے خلف تک یہ عادت رہی ہے کہ جب حج کو جاتے ہیں اس سعادت کو بھی حاصل کرتے ہیں۔ خدائے تعالےٰ اپنے فیض عمیم سے بطفیل جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس گناہگار تباہ روزگار کو جلدیہ سعادت نصیب کرے۔ آمین۔ ثم آمین



باب سوم

حلیہ شریفہ اور اخلاق کریمہ و معجزات کے بیان میں

فصل اوّل حلیہ شریفہ کے بیان میں

قد مبارک میانہ تھا، نہ بہت لمبا نہ بہت ٹھنگنا، فی الجملہ لمبائی سے قریب تھا اور جس مجمع میں آپ کھڑے ہوتے سب سے سربلند معلوم ہوتے۔ رنگ مبارک سرخ و سفید تھا مگر بانمکینی و ملاحت۔ بعضی روایات میں وارد ہے کہ حضرت عائشہ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ زیادہ خوبصورت ہیں یا یوسف علیہ السلام، آپ نے فرمایا اَنَا اَملَحُ وَاَخِی یُوسُفُ اَصبَحُ" میں ملیح ہوں یعنی گورا بانمکینی اور بھائی میرے یوسف خوب گورے تھے۔ **فائدہ** اہل نکات نے لکھا ہے کہ آپ کے بانمک ہونے میں یہ نکتہ تھا کہ نمک کی یہ خاصیت ہے کہ دوسرے کو آپ سا کرلیتا ہے ع [1]ہر چیز کو در کان نمک رفت نمک شد۔ اور بھی کھانے کو مزیدار کردیتا ہے چونکہ اللہ جل جلالہ کو منظور تھا کہ عالم کو آپ کی کیفیت سے مکیف کرے اور خلق کو آپ کے سبب سے باذاق معرفت کردے۔ ظاہر عنوان باطن کا ہوتا ہے لہٰذا رنگ مبارک میں ملاحت عنایت ہوئی۔ سر مبارک بڑا تھا کہ موئے مبارک خوب سیاہ تھے نرم تھوڑے پھرے ہوئے بہت گھونگروالے نہ سیدھے کھڑے۔ کبھی دوش مبارک تک ہوتے، کبھی نرمۂ گوش تک اور بالوں کے بیچ میں آپ فرق کرتے تھے جسے مانگ کہتے ہیں اور گوش مبارک نہ بڑے ایسے کہ

له قد مبارک، رنگ مبارک، ملاحت، سر مبارک، موئے مبارک، گوش مبارک، پیشانی مبارک، ابروئے مبارک، چشمان مبارک، مژگان مبارک۔

[1] جو چیز نمک کی کان میں گئی نمک ہوگئی ۱۲۔

بدنما ہوں، نہ چھوٹے۔ پیشانی مبارک کشادہ تھی کھلی ہوئی روشن، ابروئے مبارک باریک تھیں کمان کی صورت ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں اور واقع میں ملی نہ تھیں دونوں کے بیچ میں کچھ فرق تھا درمیان دونوں ابروؤں کے ایک رگ تھی کہ غصہ کے وقت پھول جاتی تھی۔ چشمان مبارک بڑی تھیں اور سفیدی میں سرخی ملی ہوئی تھی اور پتلیاں خوب سیاہ تھیں اور بغیر سرمہ لگائے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سرمہ لگا ہے۔ مژگان شریف بڑی تھیں۔ خوبصورت رخسار مبارک نرم تھے پُرگوشت لیکن نہ پھولے ہوئے اور نہ دبے ہوئے۔ بینی (ناک) مبارک بلند تھی اور نورانی دہن مبارک بڑا تھا لیکن نہ بہت فراغ کہ بدنما ہو۔ لبہائے مبارک بہت خوبصورت تھے۔ دندان مبارک سفید و مجلیٰ تھے بوقت کلام نور آپ کے دانتوں سے نکلتا معلوم ہوتا تھا اور بوقت تبسم کے چمک مانند بجلی کے معلوم ہوتی تھی۔ دندان مبارک میں کشادگی تھی آگے کے دانتوں میں کھڑکی تھی۔ چہرہ مبارک لمبا تھا نہ ایسا گول کہ بدنما ہو مانند چودہویں رات کے چاند کے درخشاں تھا بلکہ چودہویں رات کا چاند آپ کے چہرے کی خوبی کو نہیں پہنچتا تھا چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ میں نے چاندنی رات میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو دیکھا سو میں چاند کی طرف دیکھتا تھا اور چہرہ مبارک کی طرف دیکھتا تھا سو باللہ کہ چہرہ مبارک چاند سے زیادہ اچھا تھا۔ ریش مبارک بھری ہوئی تھی۔ گھنے بال سینے کو پُر کرتے تھے گردن مبارک بہت خوبصورت تھی جیسے مورت کی گردن سانچے میں ڈھلی ہوتی ہے، خوب صاف و شفاف دوش مبارک پرگوشت و خوبصورت۔ دونوں مونڈھوں میں فرق تھا۔ دست مبارک لمبے تھے۔ جوڑ ہاتھوں کے اور کندھوں کے بڑے قوی اور مضبوط بلکہ سارے بدن کے جوڑ ایسے ہی تھے۔ کف دست مبارک پرگوشت اور بہت کشادہ اور بہت نرم کہ کسی دیبا و حریر کی نرمی ان کی نرمی کو نہیں پہنچتی بغلیں آپ کی سفید تھیں خوشبو ان سے آتی تھیں اور بال ان میں نہ تھے جیسا کہ قرطبی نے ذکر کیا ہے اور سینہ مبارک چوڑا تھا۔

پشت مبارک گویا چاندی کی ڈھلی ہوئی تھی۔ انگلیاں دست مبارک کی لمبی اور خوشنما۔ درمیان دونوں کندھوں کے مُہر نبوت تھی اور وہ گوشت پارہ تھا ابھرا ہوا مانند بیضۂ کبوتر کے اور گرد اُس کے تل تھے اور بال چھوٹے چھوٹے اور یہ جو مشہور ہے کہ اُس میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا یا تَوَجَّهْ حَيْثُ شِئْتَ فَاِنَّكَ مَنْصُوْرٌ سو یہ بات محدثین کے نزدیک ثابت نہیں چنانچہ ملا علی قاری نے شرح شمائل میں لکھا ہے ہاتھوں پر اور کندھوں پر اور سینے پر اور پنڈلیوں پر آپ کے بال تھے اور ایک خط باریک بالوں کا سینہ سے تا بناف تھا بہت خوشنما اور سوا اس کے بدن مبارک پر بال نہ تھے۔ شکم ایسا صاف و شفاف و نرم تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا خوب سفید و شفاف کاغذ کے تختے تہہ کیے ہیں۔ سینہ و شکم مبارک برابر تھا یعنی نہ شکم سینے سے اونچا تھا کہ توند ہو نہ نیچا دبا ہوا کہ بدنما ہو ساق کمبارک ہموار و صاف و گول تھیں۔ فی الجملہ باریکی ان میں تھی۔ قدم مبارک کے کف پا پُرگوشت تھے اور بیچ سے خالی اور انگلیاں پائے مبارک کی قوی اور خوشنما اور انگوٹھے کے پاس کی انگلی انگوٹھے سے بڑی تھی۔ غرضیکہ سب خوبی و لطافت جیسی کہ چاہیے بدن مبارک و ہر عضو میں تھی ایسی کہ سب خوبصورتوں پر ترجیح رکھتی تھی گویا سب کا حسن آپ میں جمع کر دیا تھا۔ بیت:

خوبی و شکل و شمائل حرکات و سکنات —— آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پس پشت سے بھی آپ کو ویسا ہی نظر آتا تھا جیسا کہ سامنے سے اور سر اس کا یہ ہے کہ آپ کا بدن نور تھا جیسا کہ شمع کی رو پشت اس کا ایک ہوتا ہے اور جو چیز کہ اس کے مقابل ہو کسی طرف ہو روشن اور منکشف ہو جاتی ہے اور اسی سبب سے آپ کا سایہ نہ تھا۔ اس لیے کہ سایہ جسم کثیف ظلمانی کا ہوتا ہے نہ لطیف نورانی کا مولوی جامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سایہ نہ ہونے کا خوب نکتہ لکھا ہے اس قطعہ میں **قطعہ**:

پیغمبر ما نداشت سایہ | تا شک بدل یقیں نیفتد
یعنی ہر کس کہ پیرو اوست | پیداست کہ بر زمیں نیفتد

جسم مبارک سے خوشبوئیں آتی تھیں جو آپ سے مصافحہ کرتا تمام دن، اُس کے ہاتھ

میں خوشبو آتی تھی اور عرق شریف ایسا خوشبودار تھا کہ بعضی بیبیوں نے شیشہ میں بھر رکھا تھا، دلہنوں کے بجائے عطر یہ لگا دیتی تھیں۔ سب خوشبوؤں سے اُس کی خوشبو غالب رہتی تھی۔ جس کوچہ میں آپ نکل جاتے اس سے خوشبو آتی یہاں تک کہ پھر جو وہاں نکلتا خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ ادھر سے تشریف لے گئے ہیں۔ آپ جہاں قضائے حاجت کو بیٹھتے وہاں سے خوشبو آتی اور زمین آپ کے فضلہ کو چھپا لیتی۔ پیشاب میں آپ کے قذارت اور بدبو نہ تھی۔ رات میں ایک بار آپ نے برتن میں پیشاب کیا تھا ام ایمن نے دھوکے سے پی لیا مطلق نہ جانا کہ پیشاب ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ تیرا پیٹ کبھی نہ دکھے گا۔ لہٰذا فقہا نے لکھا ہے کہ بول و براز آپ کا نجس نہ تھا۔ چنانچہ عینی شارح بخاری نے لکھا ہے اور کہا ہے۔ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا یہی ہے۔ خوشبو آپ کو دنیا کی چیزوں میں بہت پسند تھی اس لیے کہ آپ کی ہم جنس تھی اور بھی دنیا کی چیزوں میں آپ کو عورتیں بہت پسند تھیں اور آپ کو خدائے تعالےٰ نے چالیس مرد کے برابر طاقت دی تھی اور بھی دنیا کی چیزوں میں آپ کو اچھا کھانا پسند تھا۔ راوی حدیث نے کہا کہ دو چیزوں سے تو آپ نے حظ اٹھایا یعنی خوشبو اور نساء سے اور تیسری چیز یعنی طعام سے آپ متمتع نہ ہوئے بلکہ قصداً آپ بھوکے رہتے یہاں تک کہ شکم مبارک پر پتھر باندھتے اور باوصف ایسے رہنے کے مباشرت نساء پر قادر ہوتا کہ ایک رات میں سب ازواج مطہرات کے پاس ہو آتے تھے از قبیل معجزات ہے بدن مبارک کو روحانی طاقت تھی محتاج طعام دنیوی کا حصول طاقت میں نہ تھا اس لیے آپ کو طے[1] کا روزہ[2] رکھنا جائز تھا اور اُمت کو نا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کون تم میں مجھ سا ہے میں خدائے تعالیٰ کے

[1] سِر اس بات کا آپ کو طے کا روزہ رکھنا جائز تھا اُمت کو جائز نہیں۔ ۱۲

[2] روزہ وصال یعنی بغیر افطار پے در پے روزہ رکھنا۔

پاس رات کو رہتا ہوں۔ خدائے تعالےٰ مجھے کھلا پلا دیتا ہے یعنی بسبب غذائے روحانی کے دنیوی کھانے کی مجھے حاجت نہیں ہوتی۔ مکھی بدن مبارک پر نہیں بیٹھتی تھی اس سبب سے کہ مکھی نجاست پر بیٹھتی ہے ایسے جسم اطہر پر کیسے بیٹھے جس جانور پر آپ سوار ہوتے جب تک آپ سوار رہتے بول و براز نہ کرتا۔ آب دہن مبارک سبب ہو جاتا تھا کھاری کنوؤں کے شیریں ہو جانے کا اور کبھی ایک قطرہ اس کا طفل شیر خوار کے منہ میں ڈالتے بہتر از شیر مادر اُسے قوت دیتا کہ دن بھر حاجت اُس کو دودھ پینے کی نہ ہوتی اور سوتے میں اگرچہ آنکھیں آپ کی بند ہوتیں لیکن دل آپ کا بیدار رہتا لہٰذا جو اُس وقت آپ کے پاس باتیں کرتا سب آپ سنتے اور سونے سے آپ کا وضو نہیں جاتا تھا اور سونے میں آپ کا نفس یعنی سانس لینا ظاہر ہوتا۔ آپ خراٹا کبھی نہیں لیتے تھے اس لیے کہ خراٹا ایک آواز ناپسند ہے۔ اور خدائے تعالیٰ نے سب ناپسند باتوں سے آپ کو منزہ کیا تھا۔ شاہ ولی اللہ محدث نے اسی تقریر سے بد ہونا خراٹے کا بیان کیا ہے۔ بدن مبارک اور جامہ مبارک میں جوں نہیں پڑتی تھی اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کَانَ یُفَلِّیْ ثَوْبَہٗ یعنی آپ اپنے کپڑوں کی جوں دیکھ لیا کرتے تھے۔ محدثین نے لکھا ہے مراد یہ ہے کسی اور کی جوں جو آپ کے کپڑوں پر چڑھ آتی تھی اس کو دفع کرنے کے لیے آپ کپڑا دیکھ لیتے تھے اور بعضوں نے لکھا ہے خس و خاشاک وغیرہ سے صاف کرنے کو کپڑا دیکھ لیتے تھے اور فی الواقع امکان نہ تھا کہ ایسے جسد اطہر اور لطیف اور لباس معطر و معنبر میں جوں پڑے۔ جوں تو بہت کثافت میں پیدا ہوتی ہے اور آپ کو پاکیزگی اور صفائی بہت پسند تھی اور میلا کچیلا پریشان رہنے کو بہت ناپسند فرماتے تھے بلکہ ایسے شخص کو آپ نے مثل شیطان فرمایا۔ بالوں کو دھونے اور کنگھی کرنے کا اور تیل پھلیل لگانے کا آپ نے حکم دیا ہے لیکن نہ اس قدر کہ اکثر اوقات اسی میں مشغول رہے اور عورتوں کی طرح بناؤ سنگار کیا کرے۔

فصل دوسری اخلاق کریمہ کے بیان میں

خدائے تعالیٰ نے فرمایا اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ یعنی بیشک تمہارا خلق بہت بڑا عمدہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آپ کے خلق کو عظیم فرمایا یہ خیال کرنا چاہیے کہ کیسے عمدہ اخلاق کریمہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آپ کے اخلاق کو پوچھا۔ انہوں نے کہا کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن آپ کا خلق قرآن تھا یعنی جو اخلاق حمیدہ قرآن مجید میں مذکور ہیں آپ ان سے متصف تھے۔ وضع آپ کی باوقار تھی جو ایک بارگی آپ کو دیکھتا ہیبت کھاتا مگر جب شرف حضوری سے مشرف ہوتا اور بات چیت کرتا تو آپ کی محبت اُس کے دل میں آجاتی۔ ملاقات میں تقدیم سلام کی فرماتے منتظر اس بات کے نہ رہتے کہ وہ شخص سلام کرے۔ ہر ایک سے بکشادہ پیشانی و روئے خنداں ملتے۔ کبھی آپ کی زبان پر فحش یا کلام درشت جاری نہ ہوتا۔ جو کوئی آپ کو پکارتا آپ فرماتے لبیک یعنی حاضر ہوں اصحاب میں کبھی پاؤں نہ پھیلاتے۔ جس مجلس میں تشریف لے جاتے کنارہ مجلس پر بیٹھ جاتے، قصد بالانشینی اور صدر محفل کا نہ کرتے اگر کوئی شخص آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا جب تک وہ نہ چھوڑتا آپ نہ چھڑاتے کبھی کسی شخص کو آپ نے اپنے ہاتھ سے نہیں مارا مگر جہاد میں اور اپنی ذات کے لیے بھی آپ نے بدلہ نہیں لیا اور کسی پر غضب نہیں کرتے تھے مگر جب کہ حدود الٰہی سے تجاوز ہو اور اس وقت میں خدائے تعالیٰ کے واسطے ایسا آپ کو غضب ہوتا کہ کوئی تاب نہیں لا سکتا۔ بڈھی عورتیں جو آپ کو اپنے کام کے لیے ساتھ لیتیں آپ ساتھ ہو لیتے اور کام کر دیتے۔ ایک یہودی[1] کا آپ پر کچھ دین تھا وعدہ معینہ ہنوز وعدہ منقضی نہیں ہوا تھا کہ

[1] یہ قصہ شرح شمائل ملا علی قاری میں بروایت طبرانی وحاکم وابن حبان بیہقی مذکور ہے۔

اس نے آ کے تقاضائے شدید کیا۔ جوں جوں وہ درشتی کرتا تھا آپ نرمی فرماتے تھے۔ اس نے کہا کہ تمہارے خاندان میں ایسی ہی نادہندی چلی آتی ہے۔ اس بات کو سن کے حضرت عمر بے تاب ہو گئے۔ اس یہودی کو زجر (ڈانٹا) کیا اور کہا کہ اگر تو اس مجلس شریف میں نہ ہوتا تو میں تیری گردن مارتا۔ آپ نے حضرت عمر سے فرمایا کہ تمہیں چاہیے تھا کہ مجھ سے ادا کے لیے کہتے اور اُس سے تقاضا نرمی کے لیے کہتے اُس کو زجر نہ چاہیے تھا جاؤ اُس کو قرضہ ادا کر دو اور بیس صاع عوض اُس سے جھگڑنے کے زیادہ دو۔ جب اُس یہودی نے یہاں تک دیکھا اُسی وقت ایمان لایا اور کہا کہ میں نے کتب سابقہ میں پیغمبر آخر الزماں کی صفت میں دیکھا ہے کہ جوں جوں کوئی اُن سے درشتی کرے وہ نرمی کریں۔ مجھے اس صفت کا امتحان منظور تھا سو ویسا ہی پایا آپ بیشک پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ آپ کی نرم خوئی یہاں تک تھی کہ خدائے تعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (پ۴، ع ۸)	”اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ تم نرم خو ہوئے مسلمانوں کے لیے اور اگر تم درشت خو سخت دل ہوتے تو بیشک پریشان ہو جاتے تمہاری گرد سے

برکت کے لیے مدینہ کے لونڈی غلام خادم برتن پانی کا لا کے درخواست کرتے کہ آپ دست مبارک اس میں ڈال دیں۔ آپ اُن کی خاطر سے اگرچہ جاڑے کے دن ہوتے ہاتھ اُن کے برتنوں میں ڈال دیتے باآنکہ بسبب سردی کے تکلیف ہوتی تھی۔ مجلس میں اصحاب سے بے تکلف رہتے اور اصحاب ہر جنس کی باتیں جو خلاف شرع نہ ہوتیں اگرچہ ظرافت کی ہوتیں آپ کی مجلس میں کرتے۔ ایک صحابی نے آپ کی مجلس میں ذکر کیا کہ یا رسول اللہ مجھے تو میرے بُت نے خوب نفع دیا لوگ متحیر ہوئے انہوں نے کہا کہ میں سفر کو جاتا تھا میں نے پرستش کے لیے ایک ستو کا بُت بنایا، راہ میں توشہ ختم ہو گیا میں نے اُس بُت کو توڑ کے کھایا سو مجھے تو بُت نے نفع دیا۔ ایسی باتیں ہنسی کی کبھی مجلس شریف مذکور ہوتی تھیں۔ آپ بھی کبھی مزاح

یعنی ہنسی کی بات اصحاب سے فرماتے تھے مگر سوائے سچ کے نہیں فرماتے تھے ایک شخص نے آپ سے سواری مانگی آپ نے فرمایا کہ میں تیری سواری کو اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ اس نے کہا کہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اونٹ اونٹنی سے کر بچے نہیں ہوتے ہیں تو کس کے ہوتے ہیں۔ سو یہ بات سچی تھی براہ ظرافت آپ نے اس طرح فرمایا۔ ایک شخص زاہر نام گاؤں میں رہتے تھے۔ گاؤں کی چیزیں بطور ہدیہ کے حضور اقدس میں لایا کرتے تھے اور آپ انہیں شہر کی چیزیں خرید کر دیا کرتے تھے اور فرمایا آپ نے زاہرٌ بادیتنا ونحن حاضروہ یعنی زاہر ہمارا گاؤں کا آدمی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں یعنی وہ گاؤں کی چیزیں ترکاری وغیرہ لے آتے ہیں اور ہم شہر کی چیزیں ان کو خرید دیتے ہیں۔ ایک دن زاہر بازار میں کچھ چیز اپنی بیچ رہے تھے آپ نے جا کے ان کو پس پشت سے لپٹا لیا۔ انھوں نے دیکھا نہ تھا کہنے لگے کون ہے چھوڑ دے پھر جب ان کو معلوم ہوا کہ آپ ہیں پیٹھ اپنی بدن مبارک سے خوب چپٹا دی۔ پھر آپ نے فرمایا کون مول لیتا ہے اس غلام کو۔ زاہر نے کہا قیمت تو میری بہت کم ملے گی وہ سیاہ فام تھے اور صورت ان کی اچھی نہ تھی اس سبب سے انہوں نے یہ بات کہی آپ نے فرمایا لیکن خدائے تعالیٰ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم بیش قیمت ہو مقبول ہو اور نہ کیسے مقبول خدا ہوتے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محب اور مقبول تھے۔ ایسی ایسی باتیں ظرافت کی آپ کے واسطے طیب قلوب مسلمین کے براہ شگفتگی فرمایا کرتے تھے۔ آپ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے تھے جیسے اپنا کپڑا سی لینا یا اپنی بکری کا دودھ دو لینا اور کام گھر کا کر لینا حضرت انس بن مالک آپ کے خادم تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس آپ کی خدمت کی قسم ہے خدا کی کہ سفر و حضر میں جس قدر میں آپ کا کام کرتا تھا اس سے آپ میرا کام زیادہ کر دیتے تھے اور کبھی دس برس کے عرصہ میں آپ نے جھڑکا نہیں اور نہ اف کہا اور نہ کبھی یہ کہا کہ فلانا کام کیوں نہیں کیا۔ یا فلانا کام کیوں کیا اور سواری

فرماتے تھے براہ تواضع ہر سواری پر اونٹ پر گھوڑے پر خچر پر دراز گوش پر اور اصحاب کے ساتھ کام میں شریک ہو جاتے تھے۔ ایک سفر میں ایک اصحابی نے ایک بکری ذبح کی کھانے کے واسطے اور آپس میں کام تقسیم کر لیے۔ ایک نے کہا کہ کھال صاف میں کروں گا۔ ایک نے کہا کہ گوشت میں بناؤں گا۔ ایک نے کہا کہ میں پکاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ جنگل سے لکڑیاں میں اٹھا لاؤں گا اصحاب نے کہا کہ یہ کام بھی ہم کر لیں گے آپ کاہے کو تکلیف کریں۔ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اس بات کو کہ ایک آدمی اپنے رفیقوں میں ممتاز ہو کے بیٹھے اور کام میں شریک نہ ہو۔ اور آپ جا کے لکڑیاں اٹھا لائے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جب آپ کو مسجد میں تشریف لائے دیکھتے اصحاب بیٹھے رہتے کھڑے نہ ہوتے اس سبب سے کہ جانتے تھے کہ آپ کو یہ بات ناپسند ہے یعنی بنظر شفقت بایں خیال کہ بار بار کھڑے ہونے میں کہ ہر وقت کی آمد و رفت ہے لوگوں کو تکلیف ہوگی اجازت دے رکھی تھی کہ کھڑے نہ ہوا کریں۔ صحابہ بمقتضائے الامر فوق الادب کاربند ہوئے۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کھڑا ہونا تعظیم کے لیے منع ہے۔ امام نووی نے رسالہ البیان فی آداب حملۃ القرآن میں اس مسئلہ کو لکھا ہے اور ایک رسالہ بالخصوص اس مسئلہ میں انہوں نے علیحدہ تصنیف کیا ہے اور احادیث سے بدلائل قویہ جواز قیام کو ثابت کیا ہے۔ آپ مسکینوں سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ہر امیر اور غریب اور غلام اور آزاد کی دعوت قبول فرماتے۔ اہل شرف اور عزت کی توقیر کرتے۔ بحسب مرتبہ ہر ایک سے معاملہ کرتے۔ اپنے اصحاب کو بہت دوست رکھتے تھے جو بیمار ہوتا اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے اور غمزدہ کے گھر واسطے ماتم پرسی کے تشریف لے جاتے۔ جو کوئی ہدیہ لاتا قبول فرماتے اور اکثر اس کا بدلہ کر دیتے اسی قدر یا اس سے زیادہ اور نشست اکثر آپ کی قبلہ رو ہوتی اور ایک مجلس میں ستو ستو بار استغفار کرتے اور نماز لمبی پڑھتے اور خطبہ چھوٹا اور باایں کثرت نماز پڑھتے اور

تہجد میں قیام کرتے کہ پاؤں مبارک ورم کر جاتے لوگوں نے عرض کیا آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں۔ خدائے تعالےٰ نے آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دی ہیں۔ آپ نے فرمایا أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا یعنی جب اللہ تعالےٰ نے مجھ پر ایسی مہربانی کی ہے تو کیا میں بندۂ شکر گزار نہ ہوں اور شکر اس مالک کی نوازش کا ادا نہ کروں۔ آپ جو ہنستے تھے تو تبسم فرماتے تھے کبھی آواز سے نہیں ہنستے تھے اور کلام اس طرح فرماتے تھے کہ سامع اچھی طرح سمجھ لے اکثر کلام کو واسطے تفہیم سامع کے تین بار مکرر فرماتے اور ہر ایک سے اس کے فہم کے موافق کلام کرتے اور اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو جوامع الکلم عنایت فرمائے تھے یعنی ایسا کلام کہ عبارت تھوڑی ہو اور معنی بہت ہوں جیسے إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ سب عمل موافق نیت کے ہیں یعنی جیسی نیت ہو ویسا ہی عمل کا پھل ملے گا۔ اس حدیث سے صدہا مسائل دینی و دنیاوی ثابت ہوتے ہیں اور علمائے محدثین اور فقہا نے ایک دفتر اس کی شرح میں لکھا ہے مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ یعنی آدمی کی خوبی اسلام میں سے یہ بات ہے کہ جس بات میں کچھ فائدہ نہ ہو نہ کرے۔ یہ حدیث بھی صدہا امور دینی و دنیوی میں کارآمد ہے۔ اسی طرح بہت سی حدیثیں ہیں۔ شجاعت اور سخاوت میں آپ سب سے غالب تھے۔ شجاعت کا یہ حال تھا کہ جنگ حنین میں جس وقت لشکر کو ابتدا میں ہزیمت ہوئی تھی آپ نے اپنے بغلہ شہبا کو جس کا نام دلدل تھا آگے بڑھایا اور رجز پڑھتے تھے:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ | أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ
میں نبی ہوں جھوٹ نہیں | میں ہوں بیٹا عبدالمطلب کا

اور صحابہ نے بیان کیا کہ جو زیادہ خوف کی جگہ لڑائی میں ہوتی تھی آپ وہیں تشریف رکھتے اور ہم لوگ جا کے آپ کی پناہ لیتے اور سخاوت کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سائل کے جواب میں لا نہیں فرماتے تھے حتی الوسع اس کا مطلب پورا کر دیتے تھے اور جو نہ ہو سکتا تھا تو نرمی و خوش اخلاقی سے جواب دیتے اور اس طرح خرچ کرتے کہ

فقر و ناداری سے نہ ڈرتے حتیٰ کہ بعض کفار جیسے صفوان بن امیہ بسبب آپ کی سخاوت کے مسلمان ہو گئے۔ ان کے حق میں آپ کی سخاوت ہی معجزہ ہو گئی۔ صفوان نے کہا کہ غیر نبی سے ایسی سخاوت ممکن نہیں۔ سب عادات میں فروتنی اور تواضع فرماتے۔ کھانے پینے میں نشست غربا کی طرح رکھتے تکیہ لگا کے نہ کھاتے اور فرماتے میں بندہ ہوں بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور کھانے کو کبھی برا نہ کہتے پسند ہوتا تو کھا لیتے نہیں تو اٹھا دیتے۔ دودھ اور شیرینی اور گوشت پسند فرماتے۔ بکری کے دست کا گوشت آپ کو بہت مرغوب تھا۔ مرغی کا گوشت بھی آپ نے کھایا ہے۔ بسم اللہ کر کے کھاتے اور ہر کام کو بسم اللہ سے شروع کرتے اور سیدھے ہاتھ سے کھانا کھاتے مگر استنجا یا ناک جھاڑنے میں ایسے کام بائیں ہاتھ سے کرتے۔ جس چیز میں بو آوے جیسے کچا لہسن یا کچی پیاز اس کو نہ کھاتے اور نا پسند فرماتے۔ مسواک کو بہت دوست رکھتے اس سبب سے کہ باعث ہو صفائی اور لطافت کا سواری میں آپ کو گھوڑا بہت پسند تھا۔ دست مبارک گھوڑے کی پیشانی پر پھیرتے اور آپ نے فرمایا کہ گھوڑے کی پیشانی سے برکت بندھی ہے۔

فصل تیسری معجزات کے بیان میں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل جلالہٗ نے بیشمار معجزات عنایت فرمائے اور جو جو معجزے ہر پیغمبر کو ملے تھے آپ کو سب ملے اور علمائے محدثین اور اہل سیر نے معجزات آپ کے بقدر اپنے علم کے لکھے ہیں بعضوں نے صرف معجزات ہی کے بیان میں کتاب لکھی ہے جیسے امام جلال الدین سیوطی نے خصائص الکبریٰ تصنیف کی۔ اگرچہ راقم الحروف نے یہ کتاب نہیں دیکھی لیکن میں نے اہل علم سے سنا ہے کہ ایک ہزار معجزے اس میں مندرج ہیں اور محقق سنا ہے کہ علمائے محدثین نے لکھا ہے کہ تین ہزار معجزے آپ سے صادر ہوئے۔ فقیر نے بھی رسالہ الکلام المبین

فی آیات رحمۃ للعالمین صرف معجزات عالیہ کے بیان میں تصنیف کیا ہے اور التزام
کرکے وہی معجزات مندرج کیے ہیں جو بروایات معتبرہ کتب حدیث میں وارد ہیں
اور تین سو معجزے اس میں مندرج ہیں اور ببرکت آیۂ کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا
رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ ایسی تمہید اور تقریر و ترتیب نادر اس رسالہ کی ہوئی ہے
کہ مقبول طبائع جملہ اہل علم و دین ہے۔ اُمید ہے کہ خدائے تعالیٰ اور اُس کے حبیب
نے بھی مقبول فرمایا ہو۔ مطاوی حالات اس کتاب میں بہت معجزات مذکور ہو چکے
ہیں اس لیے کہ معجزات کی ایسی کثرت تھی کہ کم کوئی معاملہ آپ کا معجزات سے
خالی ہوتا تھا۔ اس مقام میں پچاس معجزات شریفہ لکھے جاتے ہیں:

معجزہ ۱ عمدہ ترین معجزات قرآن مجید ہے کہ ایسا معجزہ اور کسی پیغمبر کو عنایت نہیں
ہوا سب انبیاء کے معجزے ایک وقت میں ظاہر ہو کے معدوم ہو جاتے تھے اور یہ
معجزہ آپ کا اب تک کہ ابتدائے نزول سے بارہ سو اٹھہتر برس ہوئے باقی ہے
اور قیامت تک باقی رہے گا۔ فصحائے عرب کہ فصاحت و بلاغت میں بعدیل
تھے اور فی البدیہہ قصیدہ طویلہ اور عبارت نثر مسجع طویل بے تکلف کہدیا کرتے
تھے اس کے مقابلہ سے عاجز رہے آپ نے برملا اُن سے کہا:

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (پ ۱ ع ۳)

یعنی لاؤ تم کوئی سورۃ قرآن کی سی اور بلالو اپنے مددگاروں کو سوائے اللہ کے اگر تم سچے ہو۔

وہ برابر سورہ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کے سب سورتوں میں چھوٹی ہے نہ بنا سکے اور آج
تک دشمنان دین کہ فکر میں تخریب اسلام کی ہمیشہ رہتے ہیں اس بات پر قادر نہ ہوئے
اور قرآن شریف بہت سی پیشین گوئیوں پر مشتمل ہے کہ آئندہ جیسی خبر دی تھی ویسا
ظہور میں آیا مثل قبل زمان ہجرت فارسیوں اور رومیوں میں ایک زمین متصل عرب
پر لڑائی ہوئی اور فارسی غالب آئے رومیوں پر جو اہل کتاب ہیں مکہ کے کفار خوش
ہوئے اور کہنے لگے کہ فارسی اہل کتاب نہیں ہیں وہ غالب آئے رومیوں پر جو اہل کتاب

اکسٹھ معجزے اوپر ضمن حالات میں مذکور ہو چکے ہیں اور پچاس یہاں مذکور ہوتے ہیں کل ایک سو گیارہ ہوئے اور چار پیشین گوئیاں قرآن مجید کی مذکور ہیں علاوہ اعجاز قرآن مجید کے پس کل ایک سو پندرہ معجزے ہوئے۔

ہیں۔ اسی طرح ہم کہ اہل کتاب نہیں بوقت جنگ محمدیوں پر کہ اہل کتاب ہیں غالب آئیں
گے۔ اللہ جل جلالہ نے ابتدائے سورہ روم میں خبر دی کہ فی الحال تو فارسی رومیوں پر
غالب آ گئے ہیں پھر رومی فارسیوں پر غالب آ جاویں گے۔ چند سال میں نو برس کے
اندر سو مطابق اس واقعہ کے ہوا اور جس روز کہ مسلمانوں کی فتح کفار پر بدر میں ہوئی،
اُسی دن فارسیوں پر رومی غالب آئے اور اللہ جل جلالہ نے اُسی دن آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا اور اس آیت میں ایک اور[۲] پیشین گوئی کا بھی ظہور
ہوا۔ اس آیت میں ہے يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ (پ ۲۱ ع) یعنی
اس دن خوش ہوں گے مسلمان اللہ کی مدد سے۔ مطابق اُس کے بھی واقع ہوا کہ
جس دن رومی فارسیوں پر غالب آئے اُسی دن کہ روز بدر تھا مسلمانوں کی مدد
ہوئی خدائے تعالےٰ کی جانب سے کہ خوش ہوئے فرشتے مسلمانوں کی مدد کے لیے
نازل ہوئے اور فتح عظیم کہ باعث تقویت عظیمہ ہووے مسلمانوں کو حاصل ہوئی
اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید[۳] میں خبر دی تھی کہ یہودی کبھی کسی لڑائی میں مسلمانوں پر
غالب نہ ہوں گے اور مطابق اس کے واقع ہوا کہ یہودی بنی قریظہ اور بنی نضیر
اور بنی قینقاع[۱] اور خیبر والے سب کے سب مسلمانوں سے لڑائی میں مغلوب ہوئے
کسی نے مسلمانوں پر غلبہ نہیں پایا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن[۴] مجید میں خبر دی کہ اصحاب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خلافت راشدہ ملے گی اور ان کے دین کو اُن کے وقت
خوب قوت و شوکت ہوگی مطابق اس کے چار یار باصفا خلیفۂ راشد ہوئے
اور دین اسلام کی اُن کے وقت میں بڑی قوت ہوئی۔ اسی طرح اور بھی پیشین گوئیاں
قرآن مجید میں ہیں کہ کتب تفسیر وغیرہ میں مذکور ہیں اور رسالہ الکلام المبین میں بھی
فی الجملہ بہ تفصیل مذکور ہوئی ہیں۔ معجزہ ۲ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ جناب رسول اللہ معجزہ ۲
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے ملک حجاز میں ایک آگ نکلے گی کہ اس

[۱] بفتح قاف وسکون یا وضم نون بعد ازاں قاف پس الف پس عین مہملہ۔ ۱۲

کی روشنی سے شہر بصرہ کی پہاڑیاں جن کا نام اعناق الابل[۱] سے روشن ہوں گی ۵۴ھ میں متصل مدینہ طیبہ کے اک آگ بطور شرر کے زمین سے نکلی اور ایک مدت تک رہی پھر معدوم ہوگئی۔ تفصیل سے حال اس آگ کا جمل الایجاز فی الاعجاز بنار الحجاز میں کہ اُسی زمانہ ظہور میں قطب الدین قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف کی ہے اور تاریخ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفےٰ میں کہ سید سمنہودی کی تصنیف ہے اور جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب تصنیف شیخ عبدالحق دہلوی میں مذکور ہے اور کلام المبین میں بھی احوال اس کا فی الجملہ مشرح ہے۔ معجزہ ۳ سنن ابوداؤد میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبل قیامت کے ترک مسلمانوں کے ایک شہر کو کہ مسلمانوں نے آباد کیا ہوگا اور اُس کے بیچ میں دجلہ ہوگا گھیریں گے اور مسلمان وہاں کے تین قسم ہوجائیں گے بعضے بادشاہ ترک کی پناہ میں آجائیں گے وہ ہلاک ہوں گے اور بعضے اپنا مال واسباب اور عیال واطفال لے کے بھاگیں گے وہ بھی ہلاک ہوں گے اور بعضے ہتھیار لیں گے اور لڑیں گے شہید ہوں گے۔ انتہیٰ مطابق اس کے واقع ہوا کہ ترکان تتاری نے شہر بغداد کو بیچ میں اس کے دجلہ ہے۔ عہد مستعصم باللہ خلیفہ عباسی میں آکر گھیرا اور خلیفہ بغداد اور قاضی وغیرہ پناہ چاہ کے بادشاہ اتراک کے پاس حاضر ہوئے اُس ظالم نے بغداد سے کوچ کیا۔ دوسری منزل میں ان سب کو قتل کیا اور کچھ لوگ مع عیال واطفال بھاگ گئے سو وہ بھی مارے گئے اور تباہ ہوئے اور ایک جماعت نے جہاد کیا ان کا چہرہ گلگونہ شہادت سے رنگین ہوا۔ معجزہ ۴ عمار بن یاسر کے لیے آپ نے فرمایا کہ گروہ باغیوں کا انھیں قتل کریگا۔ مطابق اس کے واقع ہوا کہ وہ حضرت علی کے ساتھ تھے اور لشکر امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ سے مقتول[۲] ہوئے۔ معجزہ ۵ آپ نے خبر دی تھی کہ حضرت عثمان بلوے میں شہید

لہ اعناق الابل جو اس حدیث میں واقع ہے اس کی شرح اکثر شارحان حدیث نے گردنیں اونٹوں کی لکھی ہیں مگر سید نے شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے کہ اعناق الابل بصریٰ کی چوٹیوں کا نام ہے اور یہ معنی بہت مناسب ہیں۔ ۱۲ منہ

۲ہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی خلیفہ برحق تھے اور حضرت امیر معاویہ سے اجتہادی خطا واقع ہوئی جس پر شرعاً کوئی مؤاخذہ نہیں ہوسکتا لہٰذا حضرت امیر معاویہ پر طعن کرنا کسی طرح جائز و روا نہیں۔ ۱۲ (ناشر)

ہوں گے مطابق اس کے واقع ہوا۔ معجزہ ۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ نے شہادت کی خبر دی تھی کہ اُن کا قاتل سر میں تلوار مارے گا۔ داڑھی پر خون بہے گا۔ مطابق اس کے ہوا۔ معجزہ ۷ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ نے فرمایا تھا کہ ان کے سبب سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا مطابق اُس کے ہوا کہ حضرت امام حسن نے حضرت امیر معاویہ سے صلح کرلی۔ معجزہ ۸ حضرت امام حسین کے لیے آپ نے خبر دی تھی کہ کربلا میں شہید ہوں گے مطابق اُس کے ہوا۔ معجزہ ۹ فتح بیت المقدس کی آپ نے خبر دی تھی سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں فتح ہوا۔ معجزہ ۱۰ آپ نے خبر دی تھی کہ سفید محل کسریٰ میں جو خزانہ ہے مسلمانوں پر تقسیم ہوگا۔ مطابق اس کے عہد حضرت عمر میں ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے شہر مدائن دارالسلطنت یزدجرد بادشاہ فارس کو فتح کیا اور محل سفید کا خزانہ کہ اسی شہر میں تھا مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

معجزہ ۱۱ معجزہ ۱۱ خارجیوں کے ظہور اور ہونے ذوی الثدیہ[۱] کے اُن میں اور اُن کے مقتول ہونے کی ہاتھ اشخاص اہل حق سے آپ نے خبر دی تھی مطابق اُس کے عہد حضرت علی میں واقع ہوا کہ خارجیوں نے جماؤ کیا عبداللہ بن وہب ان کا سردار تھا اور حضرت علی نے لشکر ان پر لے جا کے انھیں قتل کیا۔ حضرت ابوسعید خدری راوی اس حدیث کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ذوی الثدیہ کہ اس کا ایک ہاتھ مانند پستان عورت کے تھا جیسا کہ آپ نے ارشاد کیا تھا خارجیوں میں

معجزہ ۱۲ پایا گیا۔ معجزہ ۱۲ رافضیوں کے پیدا ہونے کی آپ نے خبر دی تھی اور فرمایا تھا کہ وہ لوگ سلف کو بُرا کہیں گے اور حضرت علی کو بہت بڑھا دیں گے۔ مطابق اس کے ہوا

معجزہ ۱۳ کہ حضرت علی کے وقت میں باغوائے عبداللہ بن سبا فرقہ روافض پیدا ہوا۔ معجزہ ۱۳ حضرت عمر کی نسبت آپ نے خبر دی تھی کہ فتنہ اور فساد اُن کے سبب سے بند

لہ ذوالثدیہ بثائے مثلثہ مضمومہ و فتح دال مہملہ و یائے مشددہ وہا بصیغہ تصغیر لقب حرقوس ابن زہیر کا کہ یہ سردار تھا خوارج میں۔ کذا فی القاموس ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ

رہے گا یعنی دین اسلام کا انتظام اُن کے عہدِ خلافت تک خوب رہے گا مطابق اسی کے
ہوا۔ معجزہ ۱۴ آپ نے خبر دی تھی کہ کنگن بادشاہ فارس کے سراقہ بن مالک کے ہاتھوں معجزہ ۱۴
میں پہنائے جاویں گے۔ مطابق اس کے حضرت عمر کے عہد میں ہوا کہ حضرت سعد بن
ابی وقاص نے غنائم فارس میں کنگن یزدگرد بادشاہ کے بھیجے تھے حضرت عمر نے
سراقہ کے ہاتھوں میں پہنائے۔ اتنے بڑے تھے کہ سراقہ کے کندھے تک پہنچے۔
ف بعضوں کو اس مقام پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ کنگن سونے کے تھے اور زیور پہننا مردوں
کو مطلقاً حرام ہے بالخصوص سونے کا پھر حضرت سراقہ نے وہ کنگن کیسے پہنے اور
حضرت عمر نے کیسے پہنائے۔ سو جواب یہ ہے کہ سراقہ ان کنگنوں کو پہنے نہیں
رہے بلکہ حضرت عمر نے واسطے تطبیق خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقہ
کے ہاتھوں میں ڈال دیئے تھے پھر سراقہ نے اتار ڈالے۔ معجزہ ۱۵ آپ نے خبر دی تھی معجزہ ۱۵
کہ مصر فتح ہوگا اور ابوذر سے فرمایا تھا کہ مصر میں تم دو آدمیوں کو ایک اینٹ کی جگہ پر
جھگڑتے ہوئے دیکھو گے تب وہاں سے چلے آئیو۔ مطابق اس کے واقع ہوا۔ حضرت
عمر کے وقت میں مصر مفتوح ہوا حضرت ابوذر نے ایک دن عبدالرحمان شرحبیل بن
حسنہ اور ربیعہ اس کے بھائی کو ایک اینٹ کی جگہ پر جھگڑتے دیکھا اور وہاں سے
چلے آئے۔ معجزہ ۱۶ حضرت عمر کے لیے آپ نے فرمایا تھا کہ شہید ہوں گے مطابق معجزہ ۱۶
اس کے ہوا۔ ابو لولو مجوسی کے ہاتھ سے کہ نماز پڑھنے میں صبح کے وقت اس نے
زخمی کیا شہید ہوئے۔ معجزہ ۱۷ عدی بن حاتم سے آپ نے فرمایا تھا کہ ملک عرب معجزہ ۱۷
میں بسبب انتظام اسلام کے ایسا امن طاری ہو جائے گا کہ تم دیکھو گے کہ ایک عورت
تنہا کجاوہ شتر پر سوار ہو کے حیرہ[1] سے حج کے لیے آوے گی اور کچھ خوف اس کو
سوائے خدا کے کسی کا نہ ہوگا مطابق اس کے ہوا اور عدی بن حاتم نے زن شتر سوار
کو تنہا حیرہ سے حج کے لیے آئی تھی دیکھا۔ معجزہ ۱۸ آپ نے خبر دی تھی کہ احجار الزیت
پر کہ پتھر ہیں ایک طرف مدینے کے چکنے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تیل چیڑا ہے

[1] حیرہ شہر ہے عراق میں کوفہ کے متصل مکہ سے بہت دور ہے زیادہ ہے ایک مہینہ کی راہ سے۔

خون بہے گا۔ مطابق اس کے عہد میں یزید پلید کے واقعہ حرہ وہیں واقع ہوا۔ مدینہ
کے لوگ یزید سے منحرف ہو گئے اور اس کے حاکم اور سب بنی امیہ کو مدینہ سے
نکال دیا۔ تب یزید نے مسرف بن عقبہ کو ایک بڑا لشکر خونخوار لے کر مدینہ پر بھیجا
اور اس نے جاکر بڑی خونریزی کی اور نہایت ظلم کیا۔ خون احجار الزیت پر بہا حرہ
کہتے ہیں پتھریلی زمین جلی ہوئی کو ایسی ہی جگہ پر لڑائی ہوئی تھی لہذا واقعہ حرہ اس
کا نام ہوا۔ معجزہ ۱۹ آپ نے خبر دی تھی کہ میری ملت کے لوگ دریائے شور میں معجزہ ۱۹
جہاز پر سوار ہو کر جہاد کریں گے اور ام حرام بنت ملحان[1] ان میں ہوں گی۔ مطابق اس
کے عہد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں ہوا کہ بامارت حضرت معاویہ دریا میں جہاد
ہوا اور ام حرام بھی وہاں تھیں بلکہ سواری کے اوپر سے گر کے پھرتے وقت مرگئیں۔
معجزہ ۲۰ معجزہ ۲۰ آپ نے خبر دی تھی کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے وفات ان
بی بی کی ہوگی جو بہت سخی ہیں۔ حدیث میں لمبے ہاتھ والی کنایہ ہے زیادہ سخی سے
پہلے ازواج مطہرات معنی حقیقی سمجھی تھیں لکڑی سے آپس میں ہاتھ ناپنے پھر
حضرت زینب کا سب سے پہلے انتقال ہوا تو سمجھیں کہ مراد لمبے ہاتھ ہونے سے
معجزہ ۲۱ سخاوت تھی اس لیے کہ سب بیبیوں میں زیادہ وہی سخی تھیں۔ معجزہ ۲۱ حضرت
ثابت بن قیس بن شماس انصاری رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ نے خبر دی تھی کہ
ان کی موت بشہادت ہوگی۔ مطابق اس کے واقع ہوا کہ جنگ یمامہ میں وہ شہید ہوئے۔
معجزہ ۲۲ معجزہ ۲۲ ایام منا میں کفار مکہ ابوجہل وغیرہ نے آپ سے درخواست کی کہ چاند
کے دو ٹکڑے کر کے دکھادیں۔ آپ نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھادیا۔ دونوں
ٹکڑے اتنے فرق سے ہو گئے کہ جبل حرا دونوں کے درمیان میں نظر آتا تھا۔ آپ
نے پکار کے کہا اُن لوگوں سے کہ گواہ رہو سب نے اس معجزے کو مشاہدہ کیا لیکن
سبب شقاوت ازلی کے ایمان نہ لائے بلکہ کہنے لگے کہ یہ جادوگر ہے کہ ہمیشہ ہی

[1] حرام بحا و رائے مہملتین ملحان بکسر میم وسکون لام وحائے مہملہ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ

ایسا کیا کرتا ہے اور اپنے مشاہدہ کو یہ ٹھہرایا کہ نگاہوں پر ہماری جادو کیا کہ ہمیں ایسا نظر آیا یعنی نظر بندی کی۔ اس معجزے کا کلام اللہ میں بھی ذکر ہے :

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ (پ ۲۷ - سورۂ قمر)	(یعنی) قریب ہوئی قیامت اور پھٹ گیا چاند اور اگر دیکھتے ہیں کوئی معجزہ منہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں جادو ہے کہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے

اور احادیث متواترہ سے بھی یہ معجزہ ثابت ہے کفار نے باہم یہ کہا کہ اگر نظر بندی ہے تو باہر کے لوگوں کو ایسا معلوم نہ ہوا ہوگا دور کے شہروں سے اُن دنوں جو اشخاص مکہ آئے اُن سے پوچھا سب نے بیان کیا فی الواقع ایسا ہوا ہے اور ہم نے چاند کو دو ٹکڑے دیکھا۔ اس معجزے پر بے دینوں نے دو اعتراض کیے ہیں ایک یہ کہ چاند اور سورج اور سب اجرام علویہ میں خرق والتیام نہیں ہوتا سو ہر اعتراض محض بیہودہ ہے۔ اہل ملت یعنی اہل اسلام اور یہود اور نصاریٰ ہرگز اس بات کے قائل نہیں اور حکما میں صرف مشائین اس بات کے قائل ہیں سو کوئی دلیل اس بات پر کہ چاند اور سورج اور ہر ستارہ قابل خرق والتیام نہیں قائم نہیں کی۔ چنانچہ صدر شیرازی نے شرح ہدایت الحکمۃ میں کہ مشہور بصدرا اپنے اس بات کو دو مقام پر لکھا ہے اور حکمائے انگلستان نے کہ بروضع فیثاغورس اشراقی ہیئت کو قائم کیا ہے بھی ثابت کیا ہے کہ سب ستارے مثل زمین کے قابل خرق والتیام ہیں۔ دوسرا یہ کہ اگر امر واقع ہوتا تو بلاد دور دست کے لوگ بھی اُسے دیکھتے اور اُن کی تواریخ میں بھی مندرج ہوتا سو اس کا جواب یہ ہے کہ دور دست کے لوگوں سے بوقت وقوع جو اہل مکہ نے دریافت کیا سب نے مشاہدہ بیان کیا اور تاریخ فضلی میں مشاہدہ کرنا ہندوستان کے ایک راجہ کا اپنے محل پر سے چاند کا شق ہونا اور اپنے پنڈتوں کے بتانے سے دریافت کرنا کہ یہ معجزہ پیغمبر آخر الزمان کا ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایلچی بھیجنا اور

مسلمان ہو کے مسمیٰ بعبد اللہ ہونا مذکور ہے اور سوانح الحرمین میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اور لکھا ہے کہ وہ شہر دھار کا راجہ تھا اور کنارۂ شہر پر اس کی قبر ہے اور بہتیری جگہ اس وقت دن ہوگا کہ قواعد ہیئت سے ثابت ہوتا ہے اور بہتیری جگہ چاند برف میں یا ابر میں چھپا ہوگا ایسی جگہوں کے لوگ چاند کے حال پر اُس وقت کیسے مطلع ہوتے۔ قطع نظر از یں رات کو لوگوں کی عادت ہے مسقف مکان میں بیٹھتے ہیں ہر آدمی کی نظر چاند پر نہیں ہوتی اور مثل کسوف اور خسوف کے پہلے سے اس امر کا انتظار نہ تھا اور پھر دو پہر توقف اس امر کو نہیں ہوا تھا پس اکثر اشخاص کا مطلع نہ ہونا اور اپنی تواریخ میں نہ لکھنا موجب تعجب نہیں توریت متداول یہود اور نصاریٰ میں حضرت یوشع کے لیے آفتاب کا ٹھہر جانا مذکور ہے اس کو اور بلاد کے لوگوں نے نہیں دیکھا اور نہ اپنی تاریخ میں کسی نے درج کیا حالانکہ وہ قصہ دن کا تھا پس جس طرح بسبب عدم اندراج کے تواریخ دیگر امم میں اس قصہ کی تکذیب لازم نہیں آتی اس قصہ کی کہ رات کا تھا بطریق اولیٰ تکذیب نہیں ہو سکتی۔ رسالہ الکلام المبین میں راقم نے اس مقام کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے اور مولوی رفیع الدین صاحب کا ایک رسالہ خاص اسی اعتراض کے جواب میں بہت اچھا ہے۔ معجزہ ۲۳: جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں ایک دن حضرت علی کے زانو پر تکیہ لگائے سوتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر کی نہیں پڑھی تھی اور آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ آپ جاگے۔ حضرت علی نے عرض کیا کہ میری نماز عصر کی فوت ہو گئی ہے۔ آپ نے دعا مانگی آفتاب پھر آیا اور دھوپ اس کی پہاڑ پر پڑی۔ حضرت علی نے نماز عصر کی پڑھ لی۔ ف یہ بھی معجزہ محققین محدثین کے نزدیک طرق معتبرہ سے ثابت ہے۔ معجزہ ۲۴: حضرت ابو ہریرہ کی ماں ان کے پاس مدینہ میں آئیں انہوں نے اس سے اسلام لانے کو کہا۔ اس نے انکار کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بڑا رنج ہوا اور روتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معجزہ ۲۳

معجزہ ۲۴

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ
اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ
یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی
رَبِّکَ لِیَکْشِفَ لِیْ عَنْ بَصَرِیْ اَللّٰھُمَّ
شَفِّعْہُ فِیَّ۔

یا اللہ بیشک میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اور پیش کرتا ہوں تیرے سامنے تیرے محمد کو جو نبی رحمت ہیں یعنی شفاعت کے لیے اور اے محمد پیش کرتا ہوں تمہیں اپنے رب کے سامنے اس لیے کہ میری آنکھیں کھول دے یا اللہ بس ان کی سفارش میرے لیے قبول فرما۔

اس نے ویسا ہی کیا اُسی وقت اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ ف عثمان بن حنیف سے اس حدیث کی روایت ہے اور یہ طریقہ نماز صلوٰۃ الحاجۃ کہلاتا ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف اور اُن کے خاندان کے عمل میں تھا لوگوں کو سکھلا دیتے تھے اور حاجتیں اُن کی پوری ہو جاتی تھیں اور حاجتوں کی بجائے لِیَکْشِفَ لِیْ عَنْ بَصَرِیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ کہے اور دل میں جو مطلب رکھتا ہو قصد کرے۔ معجزہ ۳۳ ایک اعرابی ایک سوسمار شکار کر کے لیے جاتا تھا راہ میں ایک جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مع اصحاب بیٹھے دیکھا لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں لوگوں نے کہا کہ یہ پیغمبر خدا ہیں اُس نے جا کے آپ سے کہا کہ میں تم پر ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ سوسمار ایمان نہ لائے گا اور سوسمار آپ کے سامنے ڈال دیا۔ اس سوسمار نے بزبان فصیح حسب سوال آپ کے خدا تعالیٰ کی خدائی اور آپ کی پیغمبری کو بیان کیا۔ وہ اعرابی اُسی وقت ایمان لایا اور جا کے یہ حال اپنی قوم سے کہا وہ سب آئے اور مسلمان ہوئے۔ معجزہ ۳۴ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں آپ نے میدان میں قضائے حاجت کا قصد کیا وہاں کچھ آڑ نہ تھی دو درخت اس میدان میں الگ الگ دور نظر پڑے آپ ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اُس کی ایک شاخ پکڑ کر آپ نے فرمایا کہ میرا فرماں بردار ہو جا بحکم خدا۔ وہ درخت آپ

لہ بیان صلوٰۃ الحاجۃ کہ ایک اندھے کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔

کے ساتھ اس طرح ہو لیا جیسے اونٹ اپنی مہار پکڑنے والے کے ساتھ ہو لیتا ہے۔ آپ نے اُس کو اُس جگہ ٹھہرایا جو بیچا بیچ مسافت کا دونوں درختوں میں تھا اور دوسرے درخت کو بھی اسی طرح شاخ پکڑ کے لے آئے اور دونوں درختوں سے آپ نے فرمایا کہ مل جاؤ، دونوں مل گئے۔ آپ نے اُن کی آڑ میں قضائے حاجت سے فراغ حاصل کیا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میرا خیال اور طرف تھا پھر میں نے دیکھا کہ آپ تشریف لاتے ہیں اور اپنی جگہ دونوں درخت جا کر قائم ہو گئے۔ معجزہ ۳۵ آپ ایک جنگل میں چلے جاتے تھے۔ ایک ہرنی نے آپ کو پکارا یا رسول اللہ۔ آپ نے دیکھا کہ ایک اعرابی سو رہا ہے اور ہرنی بندھی ہے آپ نے پوچھا کیا کہتی ہے اس نے عرض کیا کہ اس اعرابی نے مجھے شکار کیا ہے میرے بچے اس پہاڑ میں ہیں وہ بھوکے ہیں اور میرے تھن دودھ سے بھرے ہیں اگر آپ مجھے کھول دیں تو بچوں کو دودھ پلا کے پھر آ جاؤں گی۔ آپ نے اس سے عہد لیا۔ اس نے کہا میں بیشک پھر آؤں گی۔ آپ نے ہرنی کو کھول دیا وہ حسب وعدہ بچوں کو دودھ پلا کے آ گئی۔ آپ نے اُسے پھر باندھ دیا اس عرصہ میں وہ اعرابی جاگا آپ کے وہاں تشریف رکھنے کا سبب پوچھا۔ آپ نے بیان کیا اور آپ کی مرضی کے موافق اس اعرابی نے ہرنی کو چھوڑ دیا اور ہرنی جنگل میں کہتی تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ف ہرنی کے اس قصہ کی روایت میں بعضے محدثین نے کلام کیا ہے اور اس کو موضوع کہا، مگر محققین محدثین کے نزدیک یہ روایت معتبر ہے اور موضوع کہنا بے جا ہے۔ معجزہ ۳۶ مسجد شریف میں آپ ایک ستون سے تکیہ لگا کے خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ نے منبر بنوایا آپ خطبہ منبر پر فرمانے لگے ستون ایک بارگی چلا چلا کے رونے لگا اس طرح کہ قریب تھا کہ پھٹ جائے آپ نے منبر پر سے اتر کے اس ستون کو چمٹا لیا تب آہستہ آہستہ رونے سے چپ ہوا۔ ف حدیث گریۂ ستون بھی متواتر ہے اور حسن بصری نے فرمایا کہ مسلمانو ایک لکڑی جناب رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم کے شوق سے ایسی بیقرار ہوئی تھیں اس سے زیادہ شوق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہونا چاہیے۔ معجزہ ۳۷ ایک بار منبر پر آپ نے خطبہ فرمایا کہ خدائے تعالیٰ اپنی بزرگی بیان فرماتا ہے اَنَا الْجَبَّارُ اَنَا الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالُ (میں جباروں میں بڑا ہوں بہت بلندی والا) منبر خوب تھر تھرایا۔ آپ نے جو عظمت الٰہی کو بیان کیا اس کی ایسی تاثیر منبر پر ہوئی۔ معجزہ ۳۸ حضرت عباس سے ایک دن آپ نے فرمایا کہ تم مع اپنی اولاد کے اپنے مکان پر صبح کو ہونا میں آؤں گا۔ صبح کو آپ وہاں تشریف لے گئے اور حضرت عباس اور اُن کی اولاد کو ایک کپڑا اُڑھا دیا اور دعا کی الٰہی ان کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھ جیسے میں نے اس کپڑے سے ڈھانک لیا ہے۔ اسی وقت مکان کی چوکھٹ اور بازو نے آمین آمین کہا۔ معجزہ ۳۹ ایک سفر میں آپ کی ایک اونٹنی گم ہوگئی۔ ایک منافق نے ایک صحابی کے ڈیرے میں یہ بات کہی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان کی خبریں بتلاتے ہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ اُن کی اونٹنی کہاں ہے۔ اسی وقت اللہ جل جلالہٗ نے منافق کے اس مقولہ کی آپ کو خبر دی اور یہ بھی مطلع کیا کہ فلانی جگہ درخت میں مہار اونٹنی کی اٹک گئی ہے وہاں ہے۔ آپ نے اپنے خیمہ میں اُن صحابی کے روبرو جن کے ڈیرے میں منافق نے یہ طعن کیا تھا ارشاد کیا کہ ابھی ایک منافق نے یہ طعن کی ہے سو میں تو دعویٰ نہیں کرتا کہ بے بتائے اللہ تعالیٰ کے مجھے کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ اب خدائے تعالیٰ نے مجھے مطلع کر دیا کہ فلانی جگہ اونٹنی کی مہار ایک درخت میں اُلجھ گئی ہے لوگوں نے اسی جگہ اسی کیفیت سے اونٹنی کو پایا اور لے آئے اور ان صحابی نے اپنے ڈیرے پر جا کے جب اس قصہ کا ذکر کیا تب معلوم ہوا کہ ان ہی کے ڈیرے میں منافق نے یہ بات کہی تھی اور نام اس منافق کا زید بن لُصیب تھا بہ لام و صاد مہملہ۔ معجزہ ۴۰ عبد اللہ بن جحش کی تلوار غزوہ احد میں ٹوٹ گئی۔ آپ نے ایک لکڑی اُن کو دے دی۔ بہت خاصی تلوار ہوگئی اور ہمیشہ اُن کے پاس رہی۔ معجزہ ۴۱ جابر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ گھوڑے

رضی اللہ عنہ گھوڑے پر نہیں ٹھہر سکتے تھے انھوں نے یہ حال عرض کیا۔ آپ نے اُن کے سینہ پر ہاتھ مارا اور اُن کے لیے آپ نے دعا کی کہ گھوڑے پر ثابت رہیں نہ گریں ابداً اس کے وہ کبھی گھوڑے پر سے نہ گرے۔ معجزہ ۴۲ ابو طلحہ انصاری کا ایک گھوڑا بہت کند رفتار تھا۔ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے ایسا تیز رفتار ہوگیا کہ مانند دریا کے چال چلتا تھا۔ معجزہ ۴۳ ایک باغ میں آپ تشریف لے گئے وہاں کچھ بکریاں تھیں سب نے آپ کو سجدہ کیا۔ معجزہ ۴۴ اونٹ نے آپ کو سجدہ کیا اور اپنا حال عرض کیا قلت علف اور کثرت محنت کی شکایت کی اور آپ نے اُس کے مالکوں سے اُس کی سفارش کی ف اونٹ کا سجدہ کرنا آپ کو بہت طریقوں سے محدثین کے نزدیک ثابت ہے۔ معجزہ ۴۵ رکانہ مکے میں ایک بڑا پہلوان تھا کسی سے اس کی پیٹھ زمین پر نہیں لگی تھی۔ ایک دن آپ اس کے پاس جنگل میں جہاں وہ بکریاں چراتا تھا پہنچے۔ اس نے کہا کہ تم ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو آج مجھے خوب اکیلے ملے۔ آپ نے اس سے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا کہ تم مجھ سے کشتی لڑو اگر تم مجھے پچھاڑ دو تو میں دس بکریاں دوں گا آپ اُس سے کشتی لڑے اور اس کو پچھاڑا اس نے کہا کہ میری لات و عزیٰ نے مدد نہ کی اور تمہارا رب غالب آیا آج تک میری کسی نے پیٹھ زمین پر نہیں لگائی پھر لڑو اور دس بکریاں دوں گا اگر تم مجھے پچھاڑ دو گے۔ آپ نے پھر اُسے پچھاڑا۔ پھر اس نے ویسی ہی تقریر کی اور تیسری بار بھی آپ نے اُسے پچھاڑا۔ اس نے کہا کہ تیس بکریاں میری بکریوں میں سے پسند کر لو۔ آپ نے نہ لیں اور کہا کہ میری خوشی یہ ہے کہ مسلمان ہو جا تاکہ دوزخ سے نجات پاوے۔ اس نے معجزہ طلب کیا کہ ایک درخت سَمُرَہ کا وہاں تھا سو آپ نے اُس درخت کو بلایا وہ درخت چر کے دو ہو گیا اور ایک اُن میں سے وہاں چلا آیا اور رکانہ کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ رکانہ نے کہا کہ معجزہ تو خوب دکھایا (اب) اس سے کہو کہ چلا جاوے۔ آپ نے فرمایا کہ جو چلا جاوے تو تو مسلمان ہو جاوے گا اس نے کہا۔ ہاں۔ آپ کے کہنے

سے وہ چلا گیا اور دونوں مل کے ایک ہو گئے۔ آپ نے رکانہ سے کہا کہ اب مسلمان ہو جا۔ رکانہ نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو عورتیں مکہ کی مجھے کہیں گی کہ رکانہ مارے ڈر کے مسلمان ہو گیا اُس وقت تو رکانہ مسلمان نہ ہوا لیکن فتح مکہ میں مسلمان ہو گیا۔ معجزہ ۴۳ ایک اعرابی نے حضور اقدس میں خشک سالی کی شکایت کی اور کہا کہ مینہ نہ برسنے سے لڑکے بالے اور چارپائے مرے جاتے ہیں۔ آپ مینہ کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ مسجد شریف میں اُس وقت تشریف رکھتے تھے اور جمعہ کا دن تھا اور بوقت خطبہ کے اس اعرابی نے یہ بات کہی تھی آپ نے مینہ کے لیے دُعا فرمائی اسی وقت مینہ برسنا شروع ہوا اور دوسرے جمعہ تک اتنا برسا کہ لوگ گھبرا گئے۔ اُسی اعرابی نے یا اور کسی شخص نے پھر آ کر عرض کی اب مینہ کی کثرت سے بڑی تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا الٰہی گرد ہمارے برسے ہم پر نہ برسے اور آپ نے جدھر کو اشارہ کیا مینہ کھل گیا اور گرداگرد مدینہ کے برستا رہا۔ معجزہ ۴۴ نجاشی بادشاہ حبشہ کا جس وقت انتقال ہوا اسی وقت آپ نے مدینہ میں خبر دی اور اس کے جنازے کی نماز غائبانہ پڑھی ف اسی حدیث کے موافق امام شافعی کے نزدیک نماز جنازہ غائب پر جائز ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اس وقت جنازہ نجاشی کا جناب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا۔ آپ نے غائب پر نماز نہیں پڑھی۔ معجزہ ۴۵ ایک یہودی متصل مدینہ طیبہ کے بکریاں چراتا تھا ایک بھیڑیا اس کی ایک بکری لے گیا۔ چرانے والے نے جھپٹ کے بھیڑیے سے بکری کو چھین لیا بھیڑیا ایک ٹیلے پر جا بیٹھا اور کہنے لگا تو نے میرا قوت (رزق) جو مجھے حق تعالیٰ نے دیا تھا مجھ سے چھین لیا۔ بکری چرانے والا متحیر ہو کے کہنے لگا کہ بھیڑیا آدمی کی طرح باتیں کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ درمیان ان دونوں پہاڑوں کے یعنی مدینہ طیبہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم باتیں گزری اور آنے والی بیان کرتے ہیں۔ اس یہودی نے اُسی وقت حضور اقدس میں حاضر ہو کے حال بیان کیا اور مسلمان ہو گیا۔ معجزہ ۴۶۔ ایک

بار ابوجہل نے کہا کہ جو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھوں گا مٹی میں منہ ملتے یعنی سجدہ کرتے اپنی لات سے اُن کی گردن دبا دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لائے اور نماز پڑھنے لگے۔ بوقت سجدہ اس ملعون نے بارادۂ مذکور آپ کی طرف قصد کیا اور پاس پہنچنے سے پہلے بے تحاشا بھاگا لوگوں نے کہا کہ کیا ہوا اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میرے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان ایک خندق آگ کی ہے اور میں نے پر دیکھے فرشتوں کے اس لیے میں ڈر کے بھاگا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ آگے بڑھتا تو فرشتے اُس کی بوٹی بوٹی لے جاتے۔ معجزہ ۵۰ ایک مرتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے درخواست کی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو مجھے دکھا دیجئے آپ نے فرمایا کہ تم دیکھ نہ سکو گے۔ انہوں نے اصرار کیا۔ آپ نے کہا کہ کعبہ کی طرف دیکھو انہوں نے کعبہ شریف کی چھت پر حضرت جبرئیل کو دیکھا پر اُن کے زبرجد کے نہایت درخشاں اُس کی چمک سے حضرت حمزہ کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور غش کھا کے گرے بعد اس کے حضرت جبرئیل غائب ہو گئے اور حضرت حمزہ ہوش میں آئے۔

خاتمہ شفاعتِ کبریٰ کے بیان میں

اللہ جل جلالہٗ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سارے عالم سے اشرف بنایا اور محبوب خاص اپنا کیا ظہور اس کا برملا بدرجہ اتم بروز قیامت بوقت قائم ہونے آپ کے مقام محمود میں اور کرنے شفاعت کبریٰ کے ہو گا اخیر معاملہ آپ کا جو متعلق اس عالم سے ہے شفاعت کبریٰ ہے لہٰذا ختم کرنا "تواریخ حبیب الٰہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان شفاعت کبریٰ پر مناسب معلوم ہوا اور ایک نکتہ اختتام کتاب میں بیان شفاعت کبریٰ پر تفاؤل نیک ہے جیسے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم کو بیان وسعت رحمت الٰہی پر ختم کیا ہے۔

اور تفاول اس طرح قائم کیا ہے کہ جس طرح کتاب کا خاتمہ بیان وسعت رحمت الٰہی پر ہو خدائے تعالیٰ مؤلف کا خاتمہ ایسا ہی کرے کہ رحمت واسعہ الٰہی اس کے شامل ہو ایسے ہی فقیر گنہگار کو اس رسالہ کے ختم میں بیان شفاعت کبریٰ سے تفاول بایں وضع منظور ہے کہ جیسے اس کتاب کا خاتمہ بیان شفاعت کبریٰ پر ہوا خدائے تعالیٰ مؤلف حقیر کا خاتمہ ایسا ہی کرے کہ شفاعت جناب حبیب الٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کو نصیب ہو۔

بیان شفاعت کبریٰ

صحیح بخاری وغیرہ کتب معتبرہ حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن بسبب درازی اس دن کے اور شدت تکالیف کے گرمی شدت کی بسبب قرب آفتاب کے ہوگی اور زمین نہایت گرم ہوگی۔ مشہور ہے کہ تانبے کی زمین ہوگی اور عرق (پسینہ) بقدر اعمال لوگوں کے بدن پر ہوگا کسی کے ٹخنوں تک کسی کے زانو تک اور کسی کے زیادہ اس سے اور کافروں کے منہ تک ہو کے بطور لگام ہو جائیگا اور کسی کو اونٹوں نے یا بیل گائے مینڈھی بکریوں نے بسبب نہ دینے زکوٰۃ کے پچھاڑا ہوگا اور اونٹ کاٹتے ہوں گے اور پاؤں سے کھونڈتے ہوں گے اور گائے بیل اور مینڈھے بھیڑ بکریاں سینگوں سے مارتی ہوں گی اور پاؤں سے کھوندتی ہوں گی اور بھی تکلیفیں شدید ہوں گی اور خدائے تعالیٰ کمال غضب میں ہوگا اور متوجہ طرف حساب کے نہ ہوگا لوگ بہت گھبرائیں گے اور نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ کہیں گے چاہے جہنم ہی کا حکم ہو جائے ناپرسانی سے نجات ہو آپس میں مشورہ کرکے کہیں گے کہ کوئی شفیع قائم کرنا چاہیے کہ اللہ جل جلالہ کے حضور میں سفارش کرکے ہم لوگوں کو اس بلا سے نجات دلوائے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ خدائے تعالیٰ کے حضور میں ہماری شفاعت کرو کہ ہم مصیبت سے نجات پاویں وہ کہیں گے لَسْتُ هُنَاكُمْ میرا رتبہ یہ نہیں ہے۔ آج اللہ تعالےٰ ایسے غضب میں ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا اور میں نے خلاف حکم الٰہی کے گیہوں بہشت

میں کھا لیا تھا اس سبب سے میری جرأت نہیں ہوتی کہ شفاعت کروں لیکن تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ پہلے پیغمبر بڑی دعوت والے ہیں لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جاویں گے اور ان کی تعریف بیان کرکے ان سے شفاعت کے واسطے کہیں گے وہ بھی فرماویں گے لَسْتُ هُنَاكُمْ میں اس کام کا نہیں ہوں میں نے خلاف مرضی الٰہی اپنے بیٹے کے لیے جو کافر تھا دعا کی تھی کہ ڈوبنے سے بچ جاوے مجھے اس گناہ[1] کا ڈر ہے لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ دوست خدائے تعالیٰ کے ہیں۔ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاویں گے اور ان کی تعریف کرکے شفاعت کے واسطے کہیں گے وہ بھی فرمائیں گے لَسْتُ هُنَاكُمْ میں اس کام کا نہیں ہوں اور عذر یہ کریں گے کہ میں نے اپنی عمر میں تین جھوٹ بولے تھے ان کے مواخذے کا مجھے ڈر ہے تم موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ۔ ان سے اللہ تعالےٰ نے کلام کیا اور توریت ان پر نازل کی تین جھوٹ کہا حضرت ابراہیم نے تین باتوں کو کہ ظاہر میں جھوٹ تھیں حقیقت میں جھوٹ نہ تھیں۔ ایک یہ کہ جب کفار میلے کو جاتے تھے اور ان کو ساتھ لے جانا چاہتے تھے انہوں نے ستاروں کی طرف دیکھ کے کہا کہ میں بیمار ہوں منظور یہ تھا کہ آگے ساتھ نہ جاویں اور بیماری سے بیماری روحانی مراد تھی کہ بہ سبب ان کی صحبت اور حرکات شرک کے تکلیف و رنج میں تھے۔ ظاہر میں ستاروں کی طرف دیکھ کے یہ کلمہ کہا ان کے ذہن میں یہ بات ڈالنے کو کہ ستاروں کی گردش سے انہوں نے اپنا آئندہ بیمار ہونا دریافت کیا ہے وہ لوگ معتقد نجوم کے تھے لہذا انھیں چھوڑ گئے۔ دوسرے یہ کہ بتوں کو حضرت ابراہیم نے بعد ازاں کہ کفار میلے کو چلے گئے تھے تبر سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور تبر (کلہاڑا) کو ایک بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا جب کفار نے پوچھا کہ بتوں کو کس نے توڑا حضرت ابراہیم نے

۱؎ ان کا یہ کہنا بطور تواضع ہے ورنہ انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔۱۲ (ناشر)

کہا اس بڑے بت نے توڑا ان بڑے بتوں سے پوچھ دیکھو اگر بولتے ہوں۔ یہاں بھی حقیقت کلام مراد نہیں تھی بلکہ منظور یہ تھا کہ کفار کی زبان سے اقرار اس بات کا کہ بت ایسا کام نہیں کر سکتے کرا کر الزام ان پر قائم کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا تیسرے یہ کہ جب حضرت ابراہیم ہجرت کر کے اپنے وطن سے چلے مصر میں وارد ہوئے وہاں ایک بادشاہ ظالم تھا خوبصورت عورتوں کو چھین لیتا تھا اور شوہر کو جو اس کے ساتھ ہوتا تھا مار ڈالتا تھا۔ حضرت ابراہیم کے ساتھ بی بی سارہ تھیں بہت خوبصورت۔ حضرت ابراہیم نے اُن لوگوں سے کہا کہ یہ میری بہن ہے۔ مقصود بہن ہونا باعتبار دین کے تھا۔ اگرچہ یہ تینوں باتیں جھوٹ اور قابل مواخذے کے نہ تھیں لیکن انبیائے کرام کا مقام بہت عالی ہے اور جس قدر قرب جناب الٰہی سے زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی خوف زیادہ ہوتا ہے لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان باتوں کا خوف ہوگا اور شفاعت میں عذر کریں گے۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاویں گے اور ان کی تعریف کر کے اُن سے شفاعت کے لیے کہیں گے وہ بھی یہی کہیں گے میں اس کام کا نہیں ہوں میرے ہاتھ سے قبطی مارا گیا تھا مجھے اس کا ڈر ہے۔ مراد وہ قصہ ہے جو سورہ قصص میں مذکور ہے کہ ایک قبطی ایک بنی اسرائیل کو بیگار میں پکڑے لیے جاتا تھا اور حضرت موسیٰ ادھر سے نکلے بنی اسرائیل نے اُن سے فریاد کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک گھونسا اُس قبطی کے مارا وہ مر گیا جو کہ حکم قتل کفار کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں ہوا تھا لہذا نادم ہوئے اور خدائے تعالیٰ نے بخش دیا۔ سو باآنکہ وہ گناہ (لغزش) معاف ہو گیا ہے حضرت موسیٰ پر بنظر شان جلال الٰہی و روز پرہول قیامت اُس کا خوف ہوگا اور شفاعت کرنے میں عذر کریں گے اور کہیں گے کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ خداوند تعالیٰ نے اپنے کلمہ کُن سے اُن کو پیدا کیا ہے بغیر باپ کے۔ لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جاویں گے وہ بھی فرماویں گے کہ میں اس کام کا نہیں ہوں میرے بعد نصاریٰ نے مجھے معبود قرار دیا مجھے اس بات کے مواخذہ کا ڈر ہے لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ خدائے تعالیٰ

نے ان کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف کیے ہیں لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور میں آویں گے اور درخواست شفاعت کی کریں گے۔ آپ اس وقت مستعد ہو کے فرماویں گے کہ اِنّی لَہَا میں اس کام کے لیے ہوں اور آپ اُس وقت اللہ جل جلالہ کے حضور میں حاضر ہو کے سجدہ کریں گے اور سجدے میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اُس وقت ایسے محامد الٰہی بیان کروں گا۔ کہ اس وقت میرے ذہن میں نہیں ہیں اُسی وقت خدائے تعالیٰ میرے دل میں ڈالے گا اور جتنی دیر تک خدائے تعالیٰ چاہے گا میں سجدے میں رہوں گا پھر اللہ تعالیٰ فرماوے گا یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ (اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ جو تم مانگو گے ملے گا اور جس کی شفاعت کرو گے قبول ہوگی۔) سبحان اللہ کیا رتبہ ہے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسے وقت میں کہ اللہ جل جلالہ غضب ناک ہوگا اور سب انبیائے کرام اولوالعزم مارے ڈر کے تھر تھراتے ہوں گے ہمارے پیغمبر صاحب سے اللہ تعالیٰ ایسا کلمہ فرماویگا جیسا کمال خوشی و رضامندی میں بادشاہ اپنے تابعین اور مقربین سے کہتے ہیں مانگ کیا مانگتا ہے۔ سبب اس کا یہی ہے کہ آپ محبوب و معشوق الٰہی ہیں اُس وقت شان محبوبیت کا مجمع اولین و آخرین میں ظہور ہوگا۔ آپ سر اٹھائیں گے اور کہیں گے یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ۔ قربان ایسے پیغمبر رؤف و رحیم کے ایسے وقت میں کہ سب انبیائے اولوالعزم نفسی نفسی کہیں گے آپ اپنی اُمت کے لیے درخواست مغفرت کی کریں گے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی الرَّسُوْلِ الْکَرِیْمِ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ اس مقام شفاعت میں قائم ہونا اور خلائق کو ہول محشر سے چھڑانا اور پھر دوزخ سے نجات دلانا یہی قائم ہونا آپ کا مقام محمود میں ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (پ ۵) بالجملہ اللہ جل جلالہ بندوں کا حساب کر کے بہشت اور دوزخ کا حکم جاری کرے گا اور سب مواطن یعنی مقامات محشر کے طے ہوں گے پلصراط وغیرہ اور آپ اپنی اُمت کی رفاہ

ہر جگہ چاہیں گے اور فضلِ الٰہی شاملِ حال آپ کی اُمت کے ہوگا جو لوگ بسبب شامت اعمال کے دوزخ میں پڑیں گے اُن کے لیے خدائے تعالیٰ آپ سے فرمادے گا کہ جس کے دل میں جَو برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لے جاؤ۔ آپ دوزخ پر تشریف لے جاویں گے اور موافق حد مذکور کے دوزخ سے نکلوا کے بہشت میں داخل کریں گے۔ پھر آپ اللہ جل جلالہٗ کے حضور میں جا کے سجدہ کریں گے اور محامد الٰہی زبان سے کہیں گے اور جتنی دیر تک خدائے تعالیٰ چاہے گا سجدے میں رہیں گے پھر اللہ تعالےٰ فرماویگا یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، سر اٹھاؤ اور جو کچھ مانگو گے پاؤ گے اور جس کی سفارش کروگے قبول ہوگی) آپ سر اٹھا کر کہیں گے یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ پھر اللہ تعالےٰ یہ حد مقرر کرے گا کہ جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لے جاؤ۔ آپ دوزخ پر جاکے اس حد کے موافق لوگوں کو نکال لے جاویں گے اور بہشت میں داخل کریں گے پھر اللہ جل جلالہٗ کے حضور میں جاکے سجدہ کریں گے اور حمد الٰہی بدستور سابق بجالاویں گے پھر خدائے تعالیٰ فرماویگا یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، سر اٹھاؤ جو کچھ مانگو گے پاؤ گے اور جس کی سفارش کروگے قبول ہوگی) آپ سر اٹھا کر کہیں گے رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ پھر اللہ تعالیٰ یہ حد مقرر کرے گا کہ جس کے دل میں بقدر ذرہ کے ایمان ہو اسے نکال لے جاؤ۔ آپ دوزخ پر جاکے اس حد کے موافق جہنم سے نکال کے بہشت میں داخل کریں گے۔ آخر کار کوئی جہنم میں نہ رہے گا مگر وہی لوگ جن کو قرآن نے حبس کیا ہے یعنی جن کا خاتمہ قرآن پر نہیں ہوا اور مستحق خلود ہیں خدائے تعالےٰ کی رحمت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت سے سب اہل ایمان بہشت میں داخل ہو جاویں گے۔ الحمد للہ کہ یہ رسالہ تمام ہوا خدائے تعالیٰ قبول فرمادے اور بطفیل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤلف گنہگار کا خاتمہ بخیر کر کے اپنے حبیب کی شفاعت نصیب کرے اور مکارہ دنیوی سے جلد نجات دے کے اپنے

اور اپنے حبیب کے آستانے پر پہنچادے اور مشفقی اور محسنی محمد امیر خاں صاحب باعثِ تالیف کتاب ہٰذا کو توفیق اپنے مرضیات کی دے اور سب مرادات دینی اور دنیوی بر لاوے اور جمیع احباب مخلصین اور کرم فرمائے محسنین کی عاقبت بخیر کرے اور دنیا میں بھی سب کو ہر طرح کی عافیت فرمادے۔ یہ رسالہ فقیر نے بغیر موجود ہونے کسی کتاب کے صرف از روئے حافظہ لکھا تھا پھر بفضلہ تعالیٰ بعد معاودت (واپسی) کے وطن میں کتب حدیث و سیر معتبرہ سے حرف بحرف مطابق کیا۔ الحمد للہ یہ رسالہ بہت معتبر سیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تالیف ہوا۔ زبان اُردو میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے۔ رسائل میلاد بزبان اردو بیان حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں جو پائے جاتے ہیں اکثر حالاتِ صحیحہ پر مشتمل نہیں ہیں۔ کتب تواریخ غیر معتبرہ کے موافق ہیں یا جہاں سے چاہا افسانے بے تحقیق اور غلط محض لکھ دیے ہیں مثلاً رسالۂ میلاد میں کہ فی الحال بنگالہ میں بہت مروج ہے ثویبہ کا دودھ پلانا بعد حلیمہ سعدیہ کے لکھا ہے یا صلح حدیبیہ کے قصہ کو اس طرح لکھا ہے کہ بعد فرضیت حج کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے گئے تھے تب وہ قصہ واقع ہوا۔ سو یہ باتیں یقیناً غلط ہیں اور مخالف کتب احادیث اور سیر معتبرہ کے اور قیامت مؤلف رسالہ نے یہ کی ہے کہ لکھا ہے کہ میں نے مولوی کرامت علی صاحب کو یہ رسالہ سنا دیا اور اب سب روایات مندرجہ موافق رائے اُن کے ہیں سو مولوی کرامت علی صاحب نے کہ فاضل معتبر ہیں ایسی روایتوں کو کبھی معتبر نہ بتلایا ہوگا۔ اور بھی رسالے اکثر اسی طرح کے ہیں۔ بیان قصۂ معراج اور وفات شریف میں بعضی کتب تواریخ میں بہت روایتیں نامعتبر لکھی ہیں کہ رسائل میلاد شریف میں انھیں نقل کیا ہے۔ فقیر نے یہ حالات بیشتر موافق روایات صحیح بخاری و دیگر کتب معتبرہ حدیث کے لکھے ہیں سب صاحب مطالعہ فرمانے والے اس رسالہ میں اس بات کا بھی لحاظ رکھیں اور جس طرح لوگ اُردو کے افسانے کی کتابوں کو دل لگی کے لیے اور بھی

واسطے سیکھنے زبان اُردو کے سیر میں رکھتے ہیں اگر اس رسالہ کو مطالعہ میں رکھیں دل لگی بھی ہے کہ قصے اس میں بھی مندرج ہیں اور زبان اردو بھی مطابق روزمرہ کے فصیح اس میں ہے اور اس کے دیکھنے میں ثواب ہے اور امور دنیا کے انتظام کی بھی عقل آدمی کو حاصل ہوتی ہے اس واسطے کہ آپ کے اور آپ کے اصحاب کے معاملات و تدبیرات خوب مطابق عقل صحیح کے ہوتے تھے پس چاہیے کہ ضرور اس رسالہ کو مطالعہ میں رکھیں اور اپنے اقارب اور عورتوں اور احباب کو سنائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِہٖ وَاَوْلِیَائِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۃ

خاتمۃ الطبع

بعد تحمید و تمجید و نعت احمد و ثنای وحید کے شائقان اخبار سردار اخیار کو نوید تازہ اور طالبان آثار سید ابرار کو نوشید بے اندازہ کہ اس زمان میمنت اقتران و آوان سعادت توامان میں کتاب فیض انتساب مجموعۂ افادات جدیدہ حسنات زبدۂ احادیث نبوی خلاصہ تاریخ رسول عربی مرغوب ہر لبیب محبوب ہر ادیب مقبول خلق اللہ اسم تاریخی **تواریخ حبیب الٰہ** مؤلفہ عالم نبیل فاضل جلیل مفتی شرع متین معین دین مبین مروج احکام شریعت مؤسس اصول طریقت حامی سنت ماحی بدعت قطب فلک علوم مرکز دائرہ درایات و فہوم مجمع الفقہ والفتوی منبع الزہد والتقوی غریق دریائے رحمت حضرت رحمان مولانا مفتی عنایت احمد اَدْخَلَہُ فِیْ فِرْدَوْسِ الْجِنَانِ باہتمام احقر العباد محمد رفیق قادری رضوی تاجر کتب مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ نزد جامع مسجد نور ڈسکہ سنہ ۱۴۰۰ھ ماہ بمطابق سنہ ۱۹۸۰ء شائع ہوئی۔

ہمارے دیگر مطبوعات

نغمۂ محبوب

اردو، پنجابی کی مستند اور ایمان افروز
نعتوں کا بے مثال مجموعہ
حصہ اوّل، دوم

ذکرِ محبوب

نغمۂ محبوب کی طرح اردو،
پنجابی کی مستند، کیف آور
نعتوں کا بے مثال مجموعہ

بیعت و خلافت

بیعت و خلافت اور سجادہ نشینی سے
متعلق امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام
احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ
[illegible]

موتِ احمر

جس میں مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفےٰ رضا خاں
نوری علیہ الرحمۃ نے اکابر دیوبند کے خطوط کے
جوابات تحریر فرمائے ہیں۔

مکتبہ مہریہ رضویہ نزد جامع مسجد نور کالج روڈ ڈسکہ فون 2884